نشر الطیب

فی

ذکر الحبیب

مرتبہ

از

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

دینی بک ڈپو اردو بازار دہلی ۶

قیمت ایک روپیہ چودہ آنہ

معذرت

ایک طرف ہمیں مسرت ہے، دوسری طرف ہم معذرت خواہ ہیں مسرت تو ہمیں یوں ہے کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف نشر الطیب فی ذکر الحبیب" جو سیرت مقدسہ پر ایک جامع کتاب ہے۔ اس کی اردو زبان سہل کر کے آپ کے سامنے پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی " دینی بک ڈپو" کی طرف سے حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی جو تصانیف پیش کی گئی ہیں وہ سہل زبان اور جدید ترتیب کے ساتھ پیش کی گئی ہیں اور ہر قسم کے اغلاط سے پاک وصاف ہیں۔

لیکن اس کتاب کے مسودہ کو بہت سی جگہ سے کاٹ چھانٹ کرنا پڑا۔ پھر کاتب صاحب جو بہت سمجھدار ہیں ان سے واسطہ پڑ گیا، انھوں نے آگے کے مضمون کو پیچھے اور پیچھے کے مضمون کو آگے کر دیا۔ بعض جگہ تو کئی کئی صفحے کٹوا کر درست کرانے کو دیئے گئے۔ انھوں نے ان کو بالکل مسخ کر دیا۔ اسی وجہ سے ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ دوسرے ایڈیشن میں تمام ان اغلاط کو دور کرنے کی پوری پوری کوشش وسعی کریں گے جو اس ایڈیشن میں رہ گئے ہونگے، انشاء اللہ۔

نیاز مند۔ ارشد سعید کان اللہ لہٗ

مالک۔ دینی بک ڈپو اردو بازار دہلی

فہرست مضامین

ہماری مطبوعات منگا کر ملاحظہ فرمائیں

خدا کی باتیں	۲-۷۵	عرش الٰہی کا سایہ	۱-۲۵	فاطمہ کا چاند	۲-۲۵
رسول کی باتیں	۲-۰	ہماری قبول کیوں نہیں ہوتی	۱/۲۵	صحابہؓ کی انقلابی جماعت	۱-۳۷
قرآن کی باتیں	۱-۵۰	صلوٰۃ وسلام	۱-۰	غدر کے چند علماء	۱-۵۰
ایمان کی باتیں	۱-۷۵	تقاریر احمد سعید	۱-۷۵	ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء	۱/۷۵
نماز کی باتیں	۱-۳۷	شوکت آرا بیگم	۲-۰	اسلام کی بہادر بیٹیاں	۱-۵۰
جدید بہشتی زیور	۳-۷۵	تفسیر سورہ یونسؑ	۱-۲۵	وفات النبی	۱-۲۵
پردہ کی باتیں	۱-۲۵	" " یوسفؑ	۱-۰	نماز مترجم دعائے مسنونہ	۰-۲۵
جنت کی کنجی	۳-۲۵	" " بنی اسرائیل	۱-۰	مناجات مقبول خورد	۱-۵۰
دوزخ کا کھٹکا	۲-۲۵	" " کہف و مریم	۱-۵۰	ازیلہا	۱-۲۵
رسول اللہ کے تین سو معجزات	۲/۲۵	" " انبیاءؑ و حج	۱-۲۵	خدا کا آخری پیغام	۰-۳۷
رسول اللہ	۱-۲۵	" " اعراف	۱-۲۵	علمائے حق اور انکی مظلومیت کی داستانیں	۱-۲۵
مشکل کشا	۲-۲۵	جدید مترجم اعمال قرآنی	۱-۶۲		
ماہ رمضان	۱-۷۵	اصلاح الرسوم	۱-۶۲	امت کی مائیں	۱-۷۵
پہلی تقریر سیرت	۱-۷۵	تعلیم الدین	۱-۳۷	جنت کی ضمانت	۱-۰
دوسری "	۲-۵۰	حیات المسلمین	۱-۳۷	اسلامی معاشرت	۱-۳۷
		پیغمبر عالم	۶-۷۵		

دینی بک ڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی

نور محمدی کا بیان

پہلی روایت عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اُس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی نہ فرشتے نہ آسمان۔ نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اُس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ اس حدیث سے نور محمدی کا اوّل الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے اُن اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

دوسری روایت حضرت عرباض بن ساریہ رضؓ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیری میں پڑے تھے۔ یعنی اُن کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی اور حاکم نے

تیسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے ... ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی اُن کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی)

چوتھی روایت شعبی رحؒ سے ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا کہ آدمؑ اُس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے۔ جبکہ مجھ سے میثاق (عہد) نبوت کا لیا گیا۔ (کما قال تعالیٰ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ الآیہ[1]

پانچویں روایت احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی بن الحسینؓ (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضؓ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں۔

چھٹی روایت ابن سہل قطان کی امالی کے ایک جزو میں سہل بن صالح ہمدانی سے ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابو جعفر محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر رضؓ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہو گیا حالانکہ آپ سب کے آخر میں مبعوث ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پشت والوں میں سے اُن کی اولاد کو (عالم میثاق میں) نکالا اور اُن سب سے اُن کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے اول (جواب میں)

---

[1] اور جبکہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی اور عہد بھی (ایسا ویسا نہیں بلکہ) ہم نے ان سے خوب پختہ عہد لیا۔

بلیٰ یعنی کیوں نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور اسی لئے آپ کو سب انبیاء سے تقدم ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔

ساتویں روایت جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے۔ انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں جنت کے درختوں کے پتے اور تلے جوڑے جاتے تھے یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے سو قبل نزول الی الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے مستقر و مستودع۔ اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف کہ آدم علیہ السلام نے اُس منع کئے ہوئے درخت سے کھا لیا اور جنت کا لباس اُتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے اس کے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین) کی طرف نزول فرمایا اور آپ اُس وقت نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق (کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب کی ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ) بلکہ (صلب آباء میں) محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ مادہ کشتی (نوح) میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسر بت اور اُس کے ماننے والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہونچ رہا تھا (مطلب یہ کہ بواسطہ نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

زجودش گر نگشتی راہ مفتوح بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اور وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل

ہوتا رہا۔ جب ایک طرح کا عالم گذر جاتا تھا دوسرا طبقہ ظاہر اور شروع ہوجاتا یعنی وہ مادہ سلسلہ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں آپ نے نارِ خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں مختفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ آپ کی فضیلت پر شاہد ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ پر جاگزیں ہوا جس کے تحت میں اور حلقے یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے تھے خندف لقب ہے آپ کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہوگئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں)۔

(دوسری فصل)

آپ کے فضائل

پہلی روایت ۔ حاکم نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا ۔ اس سے آپ کی فضیلت کا اظہار آدم علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہے ۔

دوسری روایت حضرت عمر بن الخطابؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے اُن کو پیدا بھی نہیں کیا عرض کیا کہ اے رب میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہو گا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا اور محبوب ہو گا حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے اور محبوب ہیں اور جب تم نے اُن کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا اور حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں ۔

تیسری روایت ابن الجوزی نے اپنی کتاب سلوۃ الاحزان میں ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام

نے جب حضرت حوا علیہا السلام سے قربت کرنا چاہی تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے رب میں ان کو (مہر میں) کیا چیز دوں؟ ارشاد ہوا اے آدم میرے حبیب محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بیس دفعہ درود بھیجو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

چوتھی روایت عرباض بن ساریہؓ سے کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا (کا مصداق) ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت (کا محکی عنہ) ہوں۔

پانچویں روایت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے ہے فرماتے ہیں کہ توراۃ میں آپ کی یہ صفت لکھی ہے۔ اے پیغمبر ہم نے تم کو بھیجا ہے اُمت کے حال کا گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور گروہ امیین کی پناہ بنا کر مراد اس سے اُمت محمدیہ ہے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم ایک امی جماعت ہیں آپ میرے بندے اور میرے پیغمبر ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ بد خلق ہیں اور نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں شور مچاتے پھرتے ہیں اور بُرائی کا بدلہ بُرائی نہیں کرتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی وفات نہ دیں گے یہاں تک کہ آپ کی برکت سے راہ کج یعنی کفر کو درست یعنی مبدل بہ ایمان نہ کر دیں کہ لوگ کلمہ پڑھنے لگیں اور یہاں تک کہ اس کلمہ کی برکت سے نابینا آنکھوں کو اور ناشنوا کانوں کو اور سربستہ دلوں کو کشادہ نہ کر دیں مطلب یہ ہے کہ جب تک دین حق خوب نہ پھیل جائے گا آپ کی وفات نہ ہوگی۔

چھٹی روایت حضرت کعب سے مروی ہے وہ توریت سے نقل کرتے ہیں اُس میں لکھا ہوا ہے محمد رسول اللہ میرے بندے پسندیدہ ہیں بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگذر فرماتے ہیں۔ مکہ ان کی جائے ولادت ہے اور مدینہ اُن کا مقام ہجرت ہے اور مرکز سلطنت ملک شام ہے۔

ساتویں روایت عبد اللہ بن سلام سے مروی ہے کہ توریت میں نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

(تیسری فصل)

آپ کا شرفِ نسب

پہلی روایت حضرت عباس رضی سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد ہوں عبد اللہ کا بیٹا اور عبد المطلب کا پوتا اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھکو اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا پھر انسان میں دو فرقے پیدا کیے عرب اور عجم مجھکو اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

دوسری روایت حضرت علی رضی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ یعنی بدکاری سے نہیں پیدا ہوا ہوں آدم علیہ السلام سے لیکر میرے والدین تک سفاح جاہلیت کا کوئی لوث مجھ کو نہیں پہونچا یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباء و امہات سب اُس سے منزہ رہے ہیں میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے۔

تیسری روایت حضرت ابن عباس سے مرفوعاً ہے فرماتے ہیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بزرگوں میں سے کبھی کوئی مرد و عورت بطور سفاح کے نہیں ملے۔ کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو مثلاً حمل ہی نہ ٹھیرا ہو وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول ذکور و اناث ہمیشہ برے کام سے پاک رہے اللہ تعالیٰ مجھکو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مصفیٰ مہذب کرکے منتقل کرتا رہا جب کبھی دو شعبے ہوئے جیسے عرب و عجم پھر قریش وغیرہ قریش وعلیٰ ہذا میں بہترین شعبہ میں رہا۔

چوتھی روایت حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں اور آپ جبرئیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشارق و مغارب میں پھر اسو یہ

نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا (طبرانی)

پانچویں روایت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو (مشکوٰۃ۔ مسلم) اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

من الروض

أَكْرِمْ بِهٖ نَسَبًا طَابَتْ عَنَاصِرُهٗ ۔۔۔ أَصْلًا وَّفَرْعًا وَّقَدْ سَادَتْ بِهِ الْبَشَرُ

آپ کا نسب کیسا کچھ با کرامت ہے کہ اس کے مواد پاکیزہ ہیں ۔۔۔ اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپ کے سبب جنس بشر کو شرف حاصل ہو

مُطَهَّرٌ مِّنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا ۔۔۔ يَشُوْبُهٗ قَطُّ لَا نَقْصٌ وَّلَا كَدَرُ

وہ نسب مطہر ہے لوث جاہلیت سے اس میں ۔۔۔ کبھی آمیزش نہیں ہوئی نہ نقص کی نہ کدورت کی

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔۔۔ عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

اے پروردگار ابدالآباد تک درود اور سلام بھیجئے ۔۔۔ اپنے حبیب پر جن سے زمانوں کی زینت ہو گئی

(چوتھی فصل)

آپ کے نور مبارک کے بعض آثار

پہلی روایت کعب الاحبار فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب عبد المطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہوگئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن وجمال کا لباس زیب تن ہے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنانِ قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کر لو کہ رب السمٰوات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اول قیلہ سے نکاح کیا اور اُن کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبد اللہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہوگئیں اور عبد المطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اُن کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈھتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ببرکت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باران عظیم مرحمت فرماتے۔

دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ سے ... ہے کہ جب عبد المطلب اپنے فرزند عبد اللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو ایک کاہنہ پر گذرے جو یہودی ہوگئی تھی اور کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی اُس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے اُس نے عبد اللہ کے چہرہ میں نور نبوت دیکھا تو عبد اللہ کو اپنی طرف بلایا مگر عبد اللہ نے انکار کر دیا۔

تیسری روایت ابرہہ بادشاہ اصحاب فیل خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ پر چڑھ آیا عبد المطلب چند آدمی قریش کے ساتھ لے کر ثبیر پر چڑھے اس وقت نور مبارک عبد المطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمود ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ شعاع اُس کی خانہ کعبہ پر پڑی عبد المطلب نے

یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ بھر چلو یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ لے گئے اور عبدالمطلب اُن کے چھڑانے کو ابرہہ کے پاس گئے ان کی صورت دیکھتے ہی اُس نے پایہ جہت کہ عظمت اور ہیبت نور شریف کی اُن کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا اور اُن کو اپنی برابر بٹھلا لیا بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اُس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔

من الروض

مَا فِيهِ اِلَّا هُمَامٌ قَدْ سَمَا عِظَمًا ۔۔۔ اَوْ سَيِّدٌ نَحْوَ فِعْلِ الْخَيْرِ مُبْتَدِرٌ

آپ کے سلسلہ نسب میں سب بڑے ہی بڑے ہیں جو عظمت میں شان عالی رکھتے ہیں یا ایسے سردار ہیں کہ محل خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں

حَتّٰى بَدَا مُشْرِقًا مِنْ وَّالِدَيْهِ وَقَدْ ۔۔۔ تَحَمَّلَتْ بِجَلَاهُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

یہاں تک کہ آپ منور ہو کر اپنے والدین سے ظاہر ہوئے اور حالت یہ تھی کہ آپ کے انوار سے شمس و قمر بھی صاحب جمال ہو گئے تھے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

(پانچویں فصل)

آپ سے بعض برکات کا ظہور

پہلی روایت آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے جب آپ حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا۔ اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ اور ان کا نام محمدؐ رکھنا۔

دوسری روایت حمل رہنے کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔

تیسری روایت آپ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ سبک اور سہل[1] ہو۔

من الروض

هٰذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِيْبِ بِهٖ ۔۔۔ وَلَيْسَ فِيْ حَمْلِهَا كَرْبٌ وَّلَا ضَرَرٌ

یہ تو ہو چکا اور آپ کی والدہ ماجدہ حاملہ ہو گئیں ۔۔۔ اور اُن کے حمل میں نہ کچھ کرب تھا نہ کوئی تکلیف تھی

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

---

[1] محاورہ میں اس عبارت کے معنی مساوات کی بھی نفی ہوتی ہے۔ سبک یہ کہ گراں نہ تھا اور سہل یہ کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف غثیان یا کسل یا اختلال جوع وغیرہ نہ تھی اور شمامہ میں ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ایسا ثقل ہوا جس کی شکایت عورتوں سے کی۔ حافظ ابو نعیم نے کہا ثقل ابتدا ء حمل میں تھا پھر وقت استمرار حمل کے خفت ہو گئی ہر حال میں یہ حمل عادت معروف سے خارج تھا۔

(چھٹی فصل)

آپ کے بعض واقعات۔ ولادت کے وقت

پہلی روایت محمد بن سعد نے ایک جماعت سے حدیث بیان کی اس میں سے عطاء اور ابن عباس بھی ہیں کہ آمنہ بنت وہب (آپ کی والدہ ماجدہ کہتی ہیں کہ جب آپ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا پھر آپ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دئے ہوئے تھے پھر آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔

دوسری روایت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں[۱] کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

تیسری روایت ابو نعیم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے اور وہ اپنی والدہ شفاء سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ سے آپ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر آئے اور موافق معمول بچوں کے آپ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے رحمک[۲] اللہ شفاء

---

[۱] اگر آپ کی ولادت رات کے وقت ہوئی ہو جیسا کہ ایک قول ہے تب تو اس اخیر کے واقعہ میں کوئی تردد ہی نہیں، اور اگر دن میں ہوئی ہو جیسا کہ ایک قول ہے تو ستاروں کے نظر آنیکو بھی ایک خرق عادت کہا جاویگا کذا قالوا اور احقر کے نزدیک یہ سہل ہے کہ صبح صادق کے وقت آپکی ولادت کو کہا جاوے تو اس وقت ستارے بھی نمایاں ہوتے ہیں اور اُس کو عوام رات سے اور خواص دن سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس دونوں قول مطابق بھی ہو جاویں گے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ منہ۔ [۲] یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

کہتی ہیں کہ تمام مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہوگئی یہاں تک کہ میں نے روم کے بعض محل دیکھے پھر میں نے آپ کو دودھ دیا۔ یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا اور لٹا دیا تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب اور لرزہ چھا گیا اور آپ میری نظر سے غائب ہو گئے سو میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ کہتا ہے کہ اُن کو کہاں لے گئے تھے جواب دینے والے نے کہا کہ مشرق کی طرف وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا پس اول اسلام لانے والوں میں ہوئی۔

چوتھی روایت اور منجملہ آپ کے عجائب ولادت کے یہ واقعات روایت کئے گئے ہیں کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ جانا اور اُس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا۔ اور بحیرہ طبریہ کا دفعتہً خشک ہو جانا اور فارس کے آتشکدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا[1] (بیہقی۔ ابو نعیم۔ خرائطی)

پانچویں روایت فتح الباری میں ہے کہ آپ نے شروع ولادت میں کلام فرمایا۔ آگے اہل کتاب کی خبریں دینا آپ کے تولد شریف سے مذکور ہیں۔

چھٹی روایت حضرت حسان بن ثابت رضؓ سے ہے فرماتے ہیں کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سُنی بات کو سمجھتا تھا ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکایک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود کی سو سب جمع ہو گئے اور میں سُن رہا تھا کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا کہنے لگا کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ستارا آج شب میں طلوع ہو گیا جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے۔ سیرۃ ابن ہشام میں یہ بھی ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب السیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبد الرحمٰن سے پوچھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حسان بن ثابت کی کیا عمر تھی انہوں نے کہا کہ ساٹھ سال کی اور حضور ترپن سال کی عمر میں تشریف لائے ہیں تو اس حساب سے حسان بن ثابت حضور سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے تو انہوں نے یہ مقولہ یہودی کا سات سال کی عمر میں سُنا۔

[1] یہ واقعات اشارہ ہیں زوال سلطنت فارس و شام کی طرف۔ واللہ اعلم۔

ساتویں روایت حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں آرہا تھا سو جس شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اس نے کہا اے گروہ قریش کیا تم میں آج شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہنے لگا کہ دیکھو کیونکہ آج کی شب اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے اُس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے جس کا لقب مہر نبوت ہے چنانچہ قریش نے اس کے پاس سے جا کر تحقیق کیا تو خبر ملی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے وہ یہودی آپ کی والدہ کے پاس آیا انہوں نے آپ کو اُن لوگوں کے سامنے کر دیا جب اُس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوئی اے گروہ قریش سُن رکھو واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق اور مغرب سے اس کی خبر شائع ہوگی۔

قصیدہ کا ترجمہ: آپکے زمانِ ولادت نے (بسبب ظہور امور غریبہ وکرامت عظیمہ) آپ کی عمدگی ولطافت وطہارت اصل مبارک کو ظاہر کر دیا اے قوم یا اے خوشبو تم حاضر ہو اور آپ کے حسن ابتداء اور خوبی خاتمہ کو دیکھو ۲ آپ کی پیدائش کا روز وہ مبارک دن ہے کہ اہل فارس نے اپنی فراست سے (کہ اُس وقت آیات بینات بکثرت ظاہر ہوئیں اور بھی اوضاع فلکیہ) دریافت کر لیا کہ وہ لوگ ڈرائے گئے کہ زمانہ ان کی زوال سلطنت اور پیش آنے والے مصائب کا (بسبب ولادت سرور کائنات) قریب آگیا ۱۲ ۳ اور نوشیرواں کا محل بوقت ولادت باسعادت بحالت شکستگی ایسا پاش پاش ہو گیا جیسا لشکر کسریٰ کو پھر مجتمع ہونا نصیب نہ ہو ۱۲ ۴ آپ کے میلاد شریف کے وقت) آتش مجوس (جو ہزار سال سے برابر روشن تھی) بسبب افسوس کے سرد ہو گئی اور نہر فرات ایسی حیران اور بیخود ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ کے کھالے میں جا پڑی ۱۲ ۵ اور اہل ساوہ کو اس امر نے غمگین کیا کہ اس کے دریاچہ کا پانی خشک ہو گیا اور اس کے گھاٹ پر آنے والا جبکہ تشنہ ہوا خشمگین ناکامیاب لوٹایا گیا (یا اس نے اس کو تشنہ لوٹایا) ۱۲ ۶ گویا آگ کو وہ کیفیت تری حاصل ہو گئی جو پانی میں ہوتی ہے بسبب رنج کے اور پانی کو وہ خاصہ التہاب حاصل ہو گیا جو آگ میں تھا ۱۲ ۷ اور جنات ظہور حضور کی آوازیں لگا رہے ہیں اور انوار آنحضرت کے ظاہر و باہر ہو رہے ہیں اور حق ظاہر ہو رہا ہے امور باطنیہ سے

(مثل ظہور نور وغیرہ کے) اور امور ظاہریہ سے (مثل آواز ہاتف کے) ۱۲ع ۵۸ منکرین اندھے ہو گئے اور بہرے ہو گئے سو اظہار بشارات سنا نہ گیا اور برق تخویف نہ دیکھی گئی ۱۲ع ۵۹ اور زیادہ عجیب یہ ہے کہ یہ قبول حق سے ان کا اندھا اور بہرا ہونا اس امر کے بعد ہوا کہ ان کے کاہن نے تمام اقوام کو یہ خبر دیدی تھی کہ ان کا نار است وکج دین آیندہ قائم نہیں رہیگا ۱۲ اور وہ مجوس یا عام کفار اختیار راہ صواب سے اندھے اور بہرے ہو گئے بعد دیکھنے شعلہائے آتش کے اطراف آسمان میں جو جنات پر مارے جاتے تھے مثل اوندھے اور منہ کے بل گرے بتہائے روئے زمین کے ۱۲ منہ عطر الوردہ

ساتویں فصل

ولادت شریفہ کا دن اور تاریخ

سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے آٹھویں یا بارھویں کذافی الشمامۃ **ماہ** میں سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا **سنہ** میں سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا یعنی جس سال اصحاب الفیل ہلاک کئے گئے بقول سہیلی اس قصہ سے پچاس دن بعد اور بقول دمیاطی پچپن دن بعد کذا فی الشمامۃ **وقت** بعض نے شب کہا ہے بعض نے دن قالہ الزرکشی بعض نے طلوع فجر کذا فی الشمامۃ۔ **مکان** بعض کے نزدیک مکہ میں یا بعض کے نزدیک شعب میں بعض کے نزدیک ردم میں بعض کے نزدیک عسفان میں۔ کذافی الشمامۃ۔

من الروض

وَكَانَ مَوْلِدُهُ أَيْضًا وَنَقْلَتُهُ ... يَوْمَ الِاثْنَيْنِ هٰذَا الْأَمْرُ مُعْتَبَرُ

اور آپ کی ولادۃ شریفہ اور وفات شریفہ پیر کے روز ہوئی اور یہ امر معتبر ہے

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

آٹھویں فصل

بچپن کے بعض واقعات

پہلی روایت ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ یعنی جھولا فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔

دوسری روایت ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا ہے تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا ہے وہ یہ تھا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ جب آپ ذرا سیانے ہوئے تو باہر تشریف لیجاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر اُن سے علیحدہ رہتے یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے۔

تیسری روایت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت حلیمہؓ آپ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں ایک بار ان کو خبر نہ ہوئی آپ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں یہانتک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا کہنے لگیں کہ اس گرمی میں ان کو لائی ہو بہن نے کہا کہ اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو اُن پر سایہ کئے ہوئے تھا جب یہ ٹھیر جاتے تھے وہ بھی ٹھیر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا تھا یہاں تک اسی طرح یہاں پہونچے۔

چوتھی روایت حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ میں طائف سے بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی اس قبیلہ کا یہی کام تھا اور اُس سال سخت قحط تھا میری گود میں میرا ایک بچہ تھا مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہو تمام رات بھر اس کے چلانے سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا میں ایک دراز گوش پر سوار تھی جو غایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے ہم مکہ آئے تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی اور سنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ ہوتی اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی جاؤں ہیں تو اس یتیم کو لاتی ہوں شوہر نے کہا کہ بہتر شاید اللہ تعالیٰ برکت کرے غرض میں آپ کو جاکر لے آئی جب اپنی قیام گاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اسقدر اترا کہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور آسودہ ہو کر سو گئے۔ اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جاکر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گذری اور اس کے قبل سونا میسر نہیں ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا اے حلیمہ تو تو بڑی برکت والے بچہ کو لائی میں نے کہا ہاں مجھ کو بھی یہی امید ہے پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور میں آپ کو لیکر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی پھر تو اُس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں میں نے کہا ہاں وہی ہے وہ کہنے لگیں کہ بیشک اس میں کوئی بات ہے پھر ہم اپنے گھر پہونچے اور وہاں سخت قحط تھا سو میری بکریاں دودھ سے بھری آتیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ نہ ملتا میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہاں ہی چرا جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں مگر جب بھی وہ جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیونکہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا وہ تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے یہانتک کہ دو سال پورے ہو گئے۔ اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا اور آپ کا نشوونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا یہانتک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اور رہیں اس لئے آپ کی والدہ سے اصرار کر کے دیار مکہ کے بہلنے سے پھر اپنے گھر لے آئے سو چند ہی مہینے بعد ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے

پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا میں اُسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے اُس میں کچھ ڈھونڈ کر نکالا معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کو اپنے ڈیرے پر لائے۔ اور شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہوا ہے قبل اس کے کہ اُس کا زیادہ ظہور ہو ان کے گھر پہونچا آ میں والدہ کے پاس بگڑ کر کہنے لگیں کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے اور میں اپنی خدمت کر چکی۔ خدا جانے کیا اتفاق ہوتا اس لئے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ بیان کیا کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہوا؟ میں نے کہا ہاں کہنے لگیں ہرگز نہیں واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے پھر اُنہوں نے بعض حالات حمل و ولادت کے بیان کئے۔

پانچویں روایت محمد بن اسحاق نے اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُن دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اسی طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو اُن کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے۔ اس جملہ میں آپ کو بشارت سنا دی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔ اور شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا ایک تو یہی جو مذکور ہوا۔ دوسری بار بعمر دس سال یہ صحرا میں ہوا تھا تیسری بار وقت بعثت کے بماہ رمضان غار حرا میں۔ چوتھی بار شب معراج میں۔ اور پانچویں بار ثابت نہیں۔ کہ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر سورہ الم نشرح میں اس کے متعلق نکتہ لکھا ہے کہ پہلی بار کا شق کرنا اس لئے تھا کہ آپ کے دل سے جب لہو و لعب جو لڑکوں کے دل میں ہوتی ہے نکال ڈالیں اور دوسری بار اس لئے کہ جوانی میں آپ کے دل میں رغبت ایسے کاموں کو جو بمقتضائے جوانی خلاف مرضی الٰہی سرزد ہوتے

ہیں اور تیسری بار اس لئے کہ آپ کے دل کو قوت تحمل وحی کی ہو۔ اور چوتھی بار اس لئے کہ آپ کے دل کو طاقت مشاہدہ عالم ملکوت اور لاہوت کی ہو۔

چھٹی روایت آپ پستان راست کا دودھ پیا کرتے اور پستان چپ اپنے بھائی رضاعی یعنی حلیمہ کے بیٹے کے لئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا۔ اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول و براز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے کہ اسی وقت رکھنے والے آپ کو اُٹھاکر جائے ضرور میں پیشاب کرا لیتے اور کبھی ستر آپ کا برہنہ نہ ہوتا اور جو کپڑا اتفاقاً اُٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اُٹھا اُٹھا کر لا رہا تھا اور سب اپنی لنگی اُتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا (کیونکہ اتنے بچپن میں انسان مکلف بھی نہیں ہوتا اور صبعاً وعرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلاف حیا نہیں سمجھا جاتا) دفعۃً وغیب سے زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی باندھو بس میں نے فوراً باندھلی اور گردن پر پتھر لانے شروع کئے۔

ساتویں روایت ابن عساکر نے فرمایا کہ میں مکہ معظمہ پہونچا اور وہ لوگ سخت قحط میں مبتلا تھے قریش نے کہا اے ابوطالب چلو پانی کی دعا مانگو ابوطالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو۔ یہ لڑکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اُس وقت ابوطالب کی پرورش میں تھے ابوطالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا یہ واقعہ آپ کے بچپنے کا ہے۔

آٹھویں روایت ایک مرتبہ آپ ابوطالب کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے راہ میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاق قیام ہوا راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں

اور اہل کتاب اور یہود اور نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہونچے سو ابو طالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔

نویں روایت۔ آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ جب اُن کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو وہ بھوکے رہتے۔

قصیدہ کا ترجمہ۔ اور کیا خوش قسمتی ہے حضرت حلیمہ سعدیہ کی ان کو ایسی سعادت حاصل ہوئی جس کی قدر مخلوق میں عظیم ہے کیونکہ انہوں نے بہترین تمام خلائق کو دودھ پلایا یہ بڑی کامیابی ہے (اس کی برابر) نہ شاہی ہے نہ وزارت۔ انہوں نے آپ کے بہت سے معجزات دیکھے جو رضاع کی حالت میں ظاہر ہوئے اور ایسی برکات کا مشاہدہ کیا جن کا حصر نہیں ہو سکتا۔ اور اہل کتاب نے اسی قوم سے آپ کے حالات بیان کئے جب سے کہ آپ کو دیکھا۔

نویں فصل

ان کے نام نامی جنہوں نے آپکی دیکھ بھال کی

آپ زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ کی وفات ہوگئی۔ صرف دو مہینے حمل پر گذرے تھے کہ عبداللہ شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے وہاں سے پھرتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہوکر ٹھیر گئے تھے کہ وہیں وفات پائی۔ اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ آمنہ آپ کو لیکر مدینہ میں اپنے اقارب سے ملنے گئیں تھیں مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے مواضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی اور اُسوقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہوئی اور انہوں نے ابوطالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی چنانچہ پھر آپ اُن کی کفالت میں رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا۔ اور سات روز تک آپ نے والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ پھر چند روز تک ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور اُن کے اسلام میں اختلاف ہے اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابوسلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا اور اُس وقت ان کا بیٹا مسروح دودھ پیتا تھا۔ پھر حلیمہ سعدیہ نے پلایا اور اس دودھ کے شریک بھائی بہنوں کے نام اور اسلام کی نسبت آٹھویں فصل کی چوتھی روایت کے ذیل میں کچھ مضمون مذکور ہوا ہے اور ان ہی حلیمہ نے آپ کے ساتھ آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے۔ اور بہت پکے مسلمان ہوئے۔ اور اس زمانہ میں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے سو اُس عورت نے بھی ایک روز آپ کو دودھ پلادیا جب آپ حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں ایک ثویبہ کے دودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے اور جن کے آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔ آپ کی والدہ۔ اور ثویبہ اور حلیمہ۔ اور شیما آپ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کیا تھا جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔

دسویں فصل

شباب سے نبوت تک کے واقعات

پہلی روایت جب آپ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے اور بقولے بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قیس عیلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اُس واقعہ کے بعض تاریخوں میں آپ بھی تشریف فرمائے معرکہ ہوتے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے چچاؤں کو عدو کے تیروں سے بچاتا تھا اور اس واقعہ کا بڑا قصہ ہے۔ اس سے آپ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوسری روایت جب آپ پچیس[۲۵] سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ و اخلاق کی خبر سنکر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لیجائیے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جائے گا آپ نے قبول فرمایا یہاں تک کہ آپ شام میں پہونچے اور کسی موقعہ پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا اُس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہیں میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی نہیں اترا آپ شام سے خوب نفع لیکر واپس ہوئے۔ اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے جب آپ مکہ پہونچے تو حضرت خدیجہ کو اُن کا مال سپرد کیا تو دیکھا کہ دو گنا یا اُس کے قریب نفع ہوا (یہ تو آپ کے صدق و امانت کی کھلی اور ظاہر دلیل تھی) اور میسرہ نے اُن سے اُس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا قصہ بیان کیا حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو کہ اُن کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا کہ اے خدیجہ اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد[ؐ] اس امت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اُس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقل تھیں

یہ سب سُنکر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین اور خوشخو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں آپ نے اپنے چچاؤں سے ذکر کیا اور اُن کے اہتمام سے نکاح ہوگیا اس راہب کا نام نسطورا تھا۔

تیسری روایت۔ جب آپ پینتیس۳۵ سال کے ہوئے قریش نے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کرنیکا ارادہ کیا جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر پہونچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اُس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ اُن میں ہتیار چلنے آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازہ سے جو سب میں پہلے آوے اُس کے فیصلہ پر سب عمل کرو سو سب سے اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ سب دیکھکر کہنے لگے کہ یہ محمدؐ ہیں امین ہیں اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ چنانچہ لایا گیا آپ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اُس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلہ تھام لے اور خانہ کعبہ تک لاویں۔ جب وہاں تک پہونچا آپ نے خود اس کو اُٹھا کر اس کے جگہ پر رکھدیا۔ اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنادیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہو گئے۔

من الروض

وَفِیْ خَدِیْجَةَ الْکُبْرٰی وَقِصَّتِهَا ... عَجَائِبٌ یَا اُولِی الْاَبْصَارِ فَاعْتَبِرُوْا

اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کے قصہ میں ... عجائب امور ہیں اے اہل بینش سو خیال کرو

اِخْتَارَتِ الْمُصْطَفٰی بَعْدَ وَقَدْ نَظَرَتْ ... فِیْ مُعْجِزَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَنْتَشِرُ

اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ... معجزات میں جو کہ ظاہر تھے نظر کی تھی

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

گیارہویں فصل

نزول وحی اور کفار کی مخالفت

جب آپ چالیس برس کے ہوئے تو آپ کو خلوت محبوب ہو گئی آپ غار حرا میں تشریف لیجاتے اور کئی کئی روز رہتے اور نبوت سے چھ مہینے پہلے سے آپ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاول کی آٹھویں دوشنبہ کے دن جبریل علیہ السلام آئے اور سورہ اقرا کی شروع کی آیتیں آپ پر لائے اور آپ مشرف بہ نبوت ہو گئے۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد سورہ مدثر کی آیتیں اول کی نازل ہوئیں تو آپ نے حسب حکم فانذر دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ۔ پھر یہ آیت آئی فاصدع بما تومر[1] تو آپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی بس کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابو طالب آپ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابو طالب سے کہا کہ یا تو تم محمدؐ کو ہمارے حوالہ کردو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا اور ابو طالب آپ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و بنی مطلب کے ایک گھاٹی میں واسطے محافظت کے جا رہے اور کفار نے آپ سے اور بنی ہاشم و بنی مطلب سے برادری قطع کر دی اور سوداگروں کو منع کر دیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بھیجیں اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی مطلب نہایت تکلیف میں رہے آخر کار آپ کو بوحی الٰہی اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو کھا لیا۔ بجز اللہ کے نام کے کہ اس میں کہیں کہیں تھا ایک حرف نہیں چھوڑا آپ نے یہ حال ابو طالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکلکر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا کہ اس کاغذ کو دیکھو اگر محمدؐ کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالہ کر دیں گے اور اگر صحیح نکلے تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا تو فی الواقع ایسا ہی تھا تب قریش اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابو طالب آپ کو

---

[1] سو تو کھول کر سنا دے جو تجھے حکم دیا گیا ہے۔

اور بنی ہاشم و بنی مطلب کو لیکر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے اور یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا اور غرہ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ اور نبوت سے سال دہم میں شعب سے باہر آئے تھے اور اسی سال میں حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور اُن کے تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہو گئی بعد وفات حضرت خدیجہؓ کے آپ کے دو نکاح قرار پائے ایک حضرت عائشہؓ سے کہ اُس وقت چھ سال کی تھیں مکہ میں ان کا نکاح ہوا اور مدینہ آکر نو برس کی عمر میں رخصت ہو کر آئیں اور دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں مکہ میں ہوا اور آپ کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں۔ اس سال دہم میں آپ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہ جانا دعوت اسلام کے لئے اور نیز اس لئے تھا کہ ان سے کچھ مدد لیں (کیونکہ بعد وفات ابوطالب کے کوئی باوجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپکی کچھ مدد نہ کی بلکہ لوگوں کو بہکا کر آپ کو بہت تکلیف پہونچائی آپ وہاں سے ملول خاطر ہو کر مکہ کو واپس ہوئے۔ جب آپ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے پہونچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ ایک قریہ ہے موصل میں وہاں پہونچے اور کلام اللہ سُن کر ٹھیر گئے جب آپ نماز پڑھ چکے وہ ظاہر ہوئے انہیں اسلام کی طرف دعوت کی وہ سب بلا توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جاکر اسلام کی دعوت دی سورہ احقاف آیت وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ[1] میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے پھر آپ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے اور آپ عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں کہ بازار عرب کے تھے جاتے اور دعوت کرتے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ سن گیارہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی طرف دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ انصار کے آپ کو ملے آپ نے اُن کو دعوت اسلام کی کی انہوں نے یہود مدینہ سے سُنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے اور وہ

---

[1] اور جب کہ جنوں کی ایک جماعت کو ہم نے آپ کی طرف پھیرا۔

انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تو پیغمبر پیدا ہوں گے ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے انصار نے آپ کی دعوت سنکر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف باسلام ہوئے اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آویں گے۔ مدینہ میں جاکر انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہونچا۔ اگلے سال کہ نبوت سے بارھواں سال تھا بارہ آدمیوں نے آپ سے آکر ملاقات کی پانچ پہلوں میں کے اور سات اور اور انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے آپ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو واسطے تعلیم قرآن مجید اور شرائع اسلام کے مدینہ کو بھیج دیا مصعب نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوت اسلام کی اور اکثر آدمی انصار میں کے مسلمان ہو گئے تھوڑے ان میں سے باقی رہے پھر اگلے سال کہ نبوت سے تیرھواں سال تھا ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لیجاویں گے ہم خدمت گذاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ کا مدینہ پر چڑھ آویگا ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں قصور نہ کرینگے اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔

قصیدہ کا ترجمہ۔ اور جب جبرئیل علیہ السلام آئے آپ سے فرمایا کہ پڑھئے اور آیات اور سورتیں نازل ہونے لگیں آپ نے رب العرش کے دین کی طرف دعوت فرمائی سو آپ کی دعوت پر بہت سی جماعتیں دوڑیں اور ان کے بعد اور جماعتیں دوڑیں اور آپ مستعد ہو گئے کہ ایسی قوم کو ڈرانے لگے جنہوں نے جماعت سے مخالفت کی اور حسد سے تکذیب کی اور حق سے تکبر کیا سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تہمتوں سے بری کیا جو انہوں نے آپ پر لگائی تھیں اور ان کو اختراع کیا تھا سو مخالفین کے اقوال سب لغو تھے۔ حمایت خداوندی نے ذرہ کے اوپر تلے پہننے کی ضرورت نہ رکھی سو نیزے اور تلواریں کیا چیز ہیں۔

فصل بارھویں

معراج شریف

منجملہ کمالات نبویہ عظیمۃ الشان کے ایک یہ واقعہ ہے جو مکہ میں بقول زہری ۵ سنہ ہجری نبوت کے بعد ہوا۔ جس کے راوی اتنے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضہ۔ حضرت علی رضہ۔ حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس رضہ۔ حضرت ابن عمر رضہ حضرت ابی بن کعب رضہ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ حضرت انس رضہ۔ حضرت جابر رضہ۔ حضرت بریدہ رضہ حضرت سمرہ بن جندب رضہ۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضہ حضرت شداد بن اوس رضہ۔ حضرت صہیب رضہ۔ حضرت مالک بن صعصعہ رضہ حضرت ابی امامہ رضہ۔ حضرت ابو ایوب رضہ۔ حضرت ابو حبہ رضہ حضرت ابوذر رضہ۔ حضرت ابو سعید رضہ خدری۔ حضرت ابو سفیان بن حرب رضہ۔ مردوں میں سے۔ اور حضرت عائشہ رضہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضہ۔ حضرت ام ہانی رضہ۔ حضرت ام سلمہ رضہ۔ عورتوں میں سے اور ان کے سوا اور بھی اب بعض واقعات لکھتا ہوں۔

واقعہ اول۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ شعب ابی طالب میں تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ام ہانی کے گھر تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی۔ حل ان روایات کا یہ ہے کہ ام ہانی کے گھر کو جو کہ شعب ابی طالب کے پاس تھا۔ آپ نے بوجہ سکونت کے اپنا گھر فرمادیا وہاں سے آپ کو مسجد حطیم میں لے گئے اور ہنوز نوم کا اثر باقی تھا کہ وہاں پہنچکر بھی لیٹ گئے۔ اور چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کو ابتدائے امر ہی سے معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی معاملہ خارق عادت ہونے والا ہے۔

واقعہ دوم۔ کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد حرام میں سوتے تھے کہ آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے ایک نے کہا کہ وہ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان حاضرین میں سے کون سے ہیں دوسرا بولا

وہ جو سب سے اچھے ہیں تیسرا بولا تو پھر جو سب سے اچھا ہے اُسی کو لے لو آیندہ شب کو پھر وہی تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں اور آپ کو اٹھالے گئے (بخاری)

یہ حالت کہ کچھ سوتے تھے کچھ جاگے تھے ابتدا میں تھی اور اُسی کو سونا کہدیا پھر آپ جاگ اُٹھے اور تمام واقعہ میں بیدار رہے۔ اور بعض روایت میں جو معراج کے آخر میں آیا ہے کہ پھر میں جاگ اُٹھا مراد یہ ہے کہ اس حالت سے افاقہ ہوگیا اور بعض نے اس زیادتی کو غیر محفوظ کہا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ ان حاضرین میں سے کون سے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش خانہ کعبہ کے آس پاس سویا کرتے تھے۔ (طبرانی) اور طبرانی میں یہ بھی ہے کہ اول جبریل و میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے پھر تین آئے اور مسلم میں ارشاد نبوی ہے کہ میں نے ایک کہنے والے کو سُنا کہ کہتا ہے کہ ان تین میں ایک شخص ہیں جو دو شخص کے بیچ میں ہیں اور مواہب میں ہے کہ مراد ان دو شخصوں سے حضرت حمزہ و حضرت جعفر ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان سو رہے تھے۔

تیسرا واقعہ اول آپ کا سینہ دا سوے اسفل بطن تک چاک کیا گیا اور آپ کا قلب نکالا گیا اور ایک زرین طشت میں زمزم شریف کا پانی تھا اُس سے آپ کا قلب دھویا گیا پھر ایک اور طشت آیا جس میں ایمان اور حکمت تھا وہ قلب میں بھر دیا گیا اور اس کے اصلی مقام پر اُس کو رکھ کر درست کر دیا گیا۔ ملائکہ کا زمزم شریف سے آپ کے قلب کو دھونا حالانکہ کوثر سے بھی پانی آسکتا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک اس کی دلیل ہے کہ آب زمزم اس سے افضل ہے۔ اور سونے کے طشت کا استعمال باوجود اس کے ممنوع ہونے کے کئی توجیہ کو متحمل ہے۔ اول یہ کہ تحریم سونے کی مدینہ میں ہوئی تو اس وقت تحریم نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ معراج از قبیل امور آخرت تھی اور آخرت میں استعمال سونے کا جائز ہوگا۔ تیسرے یہ کہ آپ نے استعمال نہیں کیا اور ملائکہ اس حکم کے مکلف نہیں اور ایمان و حکمت کا طشت میں ہونا اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسی چیز جواہر غیبیہ سے تھی جس سے ایمان اور

حکمت میں ترقی ہو جیسے دنیا کے بعض جواہر کا تلبس و استعمال قلب اور دماغ میں قوت اور فرحت بڑھاتا ہے چونکہ وہ سبب تھا حکمت و ایمان کا اسی لئے اُس کا یہی نام رکھدیا گیا۔

چوتھا واقعہ پھر آپ کے پاس ایک دابہ سفید رنگ حاضر کیا گیا جو براق کہلاتا ہے جو دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا جو اس قدر برق رفتار ہے کہ اپنی منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے (مسلم) اور اس پر زین ولگام لگا ہوا تھا جب آپ سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تجھ کو کیا ہوا آپ سے زیادہ مکرم عند اللہ کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ بس وہ عرق عرق ہو گیا (ترمذی) اور آپ اس پر سوار ہوئے اور جبریل علیہ السلام نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔ یہ شوخی براق کی غضبانہ تھی بلکہ طرباً تھی پھر آپ کے مرتبہ کی تجدید استحضار و تنبیہ سے خجل ہو کر ساکن ہو گیا جیسا ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے اور اس کو حرکت ہوئی اور آپ کے اس ارشاد سے ساکن ہو گیا کہ اثبت اُحد فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان۔ اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ جبریل نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا پر پہنچے اور بعض میں آیا ہے کہ آپ کو جبریل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ سو ان کو روایت بالا سے تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اوّل اوّل جبریل علیہ السلام خود بھی اس مصلحت سے سوار ہو لئے ہوں کہ آپ کو طبعاً خوف معلوم نہ ہو پھر اتر کر رکاب تھام لی ہو اور دونوں حالتوں میں گاہ گاہ ضرورت کے موقع پر آپ کو تھامنے کیلئے ہاتھ پکڑ لیتے ہوں۔

پانچواں واقعہ جب آپ منزل مقصود کو روانہ ہوئے آپ کا گذر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ اتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھئے آپ نے نماز پڑھی جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے یثرب[1] (مدینہ) میں نماز پڑھی پھر ایک سفید زمین پر آپ کا گذر ہوا جبریل علیہ السلام نے کہا اتر کر نماز پڑھئے آپ نے نماز پڑھی جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی پھر بیت اللحم پر گذر ہوا وہاں بھی نماز

١؎ اس وقت تک اسکا نام یہی تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کے بعد سے مدینہ مقرر ہوا اور بعض روایات میں اب یثرب کہنے کی کراہت آگئی ہے ١٢۔

پڑھوائی اور کہا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور ایک روایت میں بجائے مَدْیَنْ کے طور سینا ہے کہ آپ نے طور سینا پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ہے (نسائی)

چھٹا واقعہ۔ احوال برزخ یہ ہے کہ آپ کا گذر ایک بڑھیا پر ہوا جو سر راہ کھڑی تھی آپ نے دریافت فرمایا کہ اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ چلئے چلئے آپ چلتے رہے ایک بڈھا رستہ سے بچا ہوا ملا کہ آپ کو بلاتا ہے کہ اے محمد ادھر آیئے جبریل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے اور آپ کا ایک جماعت پر گذر ہوا کہ انہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا۔ السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ان کو جواب دیجئے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہ بڑھیا جو آپ نے دیکھی وہ دنیا تھی سو دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جیسی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے اور جس نے آپ کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا اور اگر آپ ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دیتے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے (طبرانی)

ایک حدیث میں روایت ابوہریرہ رضؓ سے یہ ہے کہ آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے ہیں اور کاٹ بھی لیتے ہیں اور جب کاٹتے ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے کے قبل تھا۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گونہ تک بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسکا نعم البدل عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے پھر ایک قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں اور جب وہ کچلے جا چکتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے روگردانی کرتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر آپ کا گذر ہوا کہ ان کی شرمگاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ مواشی کی طرح چر رہے تھے اور زخموں کا پیپ لہو پی رہے تھے اور جہنم کے

پتھر کھا رہے تھے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ پھر آپ کا گذر ایک قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے وہ لوگ اُس سڑے ہوئے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی اُمت میں سے وہ مرد ہے جس کے پاس حلال طیب بی بی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس آوے اور شب باش ہو یہاں تک کہ صبح ہو جاوے۔ اسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال طیب شوہر کے پاس سے اُٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آوے اور رات کو اس کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاوے۔ پھر ایک شخص پر گذر ہوا جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا اور وہ اس میں اور لا لاکر رکھتا ہے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی امت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق و امانت ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لدتا چلا جاتا ہے پھر آپ کا ایسی قوم پر گذر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کٹ چکتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔ پھر آپ کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اُس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ اُس شخص کا حال ہے جو ایک بری بات منہ سے نکالے پھر نادم ہو مگر اس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک وادی پر گذر ہوا اور وہاں ایک خوش خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جنت کی آواز ہے کہ کہتی ہے کہ اے رب جو مجھ سے عہد کیا ہے مجھ کو دیجئے کیونکہ میرے بالاخانہ اور استبرق اور حریر اور سندس اور عبقری اور موتی اور مونگے اور چاندی اور ان گلاس اور کشتریاں اور

دستہ دار کوزے اور مرکب اور شہد اور پانی اور دودھ اور شراب بہت کثرت کو پہونچ گئے تو اب میرے وعدہ کی چیز (یعنی جنت کے رہنے والے جنتی) مجھ کو دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں)، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مسلم اور مسلمہ اور مومن اور مومنہ اور جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لاوے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور میرے سوا کسی کو شریک نہ ٹھیراوے اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ مامون رہے گا اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا۔ اور جو مجھ کو قرض دیگا میں اسکو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریگا میں اس کو کفایت کروں گا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بیشک مومنوں کو فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بابرکت ہے جنت نے کہا کہ میں راضی ہوگئی۔ پھر ایک وادی پر گذر ہوا اور ایک وحشتناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے کہتی ہے کہ اے رب مجھ سے جو وعدہ کیا ہے (یعنی دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ کو عطا فرما کیونکہ میری زنجیریں اور طوق اور شعلے اور گرم پانی اور پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے اور میرا قعر بہت دراز اور گرمی بہت تیز ہوگئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر معاند جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا دوزخ نے کہا کہ میں راضی ہوگئی۔ اور ابو سعیدؓ کی روایت میں بیہقی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں میں نے اُس کی بات کا جواب نہیں دیا پھر ایک اور نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے اور اس پر ہر قسم کی آرائش ہے جو خدا تعالیٰ نے کرائی ہے اس نے بھی کہا اے محمد میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ دریافت کروں گی میں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا اور اسی حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا اگر آپ اُس کو جواب دیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا

پکارنے والا انصاری کا داعی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپکی امت نصرانی ہوجاتی اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اس کے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جیسا اوپر آچکا ہے) اور (بظاہر یہ واقعات قبل عروج الی السمٰوات دیکھے گئے اور بعضے واقعات میں بعد عروج دیکھنے کی تصریح ہے چنانچہ) اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے کہ جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ یہ سود کھانے والے ہیں اور آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے لب اونٹ کے سے ہیں وہ چنگاریاں نگلتی ہیں اور وہ ان کے اسفل سے نکل رہی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے اور آپکا گذر ایسی عورتوں پر ہوا کہ پستانوں سے (بندھی ہوئی) لٹک رہی تھیں اور وہ زنا کرنے والیاں تھیں اور آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا۔ اور وہ لوگ چغلخور عیب جیں تھے۔ عالم برزخ باعتبار مکان کے خواہ کہیں ہو مگر انکشاف اس کا مشروط نہیں صاحب کشف کے اس مکان میں ہونے کے ساتھ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احوال ان صور نوانی نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے یسار میں تھیں جن کا ذکر دسویں واقعہ میں آویگا۔ اور بعض مکشوفات کی نسبت تصریح نہیں کہ قبل عروج مشاہدہ فرمایا یا بعد عروج جیسے حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گذر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گذر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گذر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا میں نے

پوچھا یہ کون صاحب ہیں کہا گیا کہ موسیٰ اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اوپر اٹھائیے اور دیکھئے سو دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے اور کہا گیا کہ یہ آپکی امت ہے اور ان کے علاوہ آپ کی امت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہونگے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے۔ اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (ترمذی)

ساتواں واقعہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے جب آپ بیت المقدس پہونچے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے براق کو اُس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریو کو باندھتے تھے اور بریدہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے پتھر میں جو کہ بیت المقدس میں ہے انگلی سے سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھ دیا۔ دونوں روایتیں اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ پرانے زمانے کا ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو جبریل علیہ السلام نے انگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ باندھنے کی ضرورت کیا تھی کہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں کچھ آثار ہیجان کے پیدا ہو گئے ہوں اگر بھاگنے کا اندیشہ نہ ہو تاہم اس کی شوخی وغیرہ سے آپ کے قلب کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔

آٹھواں واقعہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ بیت المقدس پہونچے اور اس مقام پر پہونچے جس کا نام باب محمدؐ ہے تو براق کو باندھ کر دونوں صاحب مسجد کے صحن میں پہونچے تو جبریل علیہ السلام نے کہا اے محمدؐ کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپکو حور عین دکھلا دے آپ نے فرمایا ہاں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ان عورتوں کے پاس جائیے اور ان کو سلام کیجئے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا کہ تم کس کے لئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیبیاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں اور میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہونگے

اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اور کبھی نہ مریں گے سو وہاں سے ہٹ کر تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے پھر ایک مؤذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی ہم سب صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے سو میرا ہاتھ جبریل علیہ السلام نے پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں فارغ ہوا جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے کہا کہ نہیں انہوں نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اور جبریل بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی اور ابن مسعودؓ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں مسجد میں گیا تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا کوئی صاحب کھڑے ہیں کوئی رکوع میں ہیں کوئی سجدہ میں پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کرتے ہیں سو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی (بیہقی)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نماز کا وقت آگیا اور میں ان کا امام بنا اور ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ جب آپ مسجد اقصیٰ میں پہونچے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو تمام انبیاء آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ (مسلم) ابو سعید سے اس طرح روایت ہے کہ آپ نے داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ یعنی اس جماعت کے آپ امام[لہ] ہوئے جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں انہوں نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں ملائکہ نے کہا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے بھیجا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تحیت نازل فرماوے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں پھر ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سبھوں نے اپنے رب پر ثنا کی سو ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح تقریر کی کہ

لہ کیونکہ جب آپ امام الانبیاء ہیں اور انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں تو امام الملائکہ بدرجہ اولیٰ ہوں گے ۱۲ منہ

تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھ کو مقتدا صاحب قنوت بنایا کہ میرا اقتدا کیا جاتا ہے اور مجھ کو آتش نمرودی سے نجات دی اور اس کو میرے حق میں خنک اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب پر ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ سے کلام خاص فرمایا اور مجھ کو برگزیدہ فرمایا اور مجھ پر توریت نازل فرمائی اور فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری امت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق عدل کرتے ہیں۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھ کو زبور کا علم دیا اور میرے لئے لوہے کو نرم کیا اور میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی تسبیح کے لئے مسخر فرمایا اور مجھ کو حکمت اور صاف تقریر عنایت فرمائی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ربّ کی ثنا کے بعد یہ تقریر کی کہ جمیع محامد ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر فرمایا اور شیاطین کو بھی مسخر کیا کہ جو چیز میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عمارات عالیشان اور مجسّم تصاویر (کہ اس وقت درست تھیں) اور مجھ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیز دی اور میرے لئے شیاطین اور انسان اور جن اور طیر کے لشکروں کو مسخر کیا اور مجھ کو ایسی سلطنت بخشی کہ میرے بعد کسی کے لئے شایاں نہ ہو گی اور میرے لئے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب ہی نہ ہو گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب پر ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجھ کو مشابہ آدم علیہ السلام کے بنایا کہ ان کو مٹی سے بنا کر کہدیا کہ تو ذی روح ہو جا اور وہ ذی روح ہو گیا اور مجھ کو لکھنا اور حکمت اور توراۃ و انجیل کا علم دیا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل کا قالب بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تھا تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بنجاتا تھا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا اور مردوں کو زندہ

کر دیتا تھا اور مجھ کو پاک کیا اور مجھ کو اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی سو ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی ثنا کی اور فرمایا کہ تم نے سب نے اپنے رب کی ثنا کی اور میں بھی اپنے رب کی ثنا کرتا ہوں جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر دینی ضروری امر کا بیان ہے خواہ صراحۃً خواہ اشارۃً اور میری امت کو بہترین اُمت بنایا کہ لوگوں کے نفع دین کے لئے پیدا کی گئی ہے اور میری اُمت کو اُمت عادلہ بنایا اور میری اُمت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں یعنی رتبہ میں اور آخر بھی ہیں یعنی زمانہ میں اور میرے سینہ کو فراخ فرمایا اور میرا بار مجھ سے ہلکا کیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا (یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے خطاب کر کے فرمایا کہ بس ان کمالات کے سبب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے فائق ہو گئے۔ پھر آپ کے عروج الی السمٰوات کا ذکر کیا اور ایک روایت میں آپ نے بالخصوص تین پیغمبروں کا ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا اور اُس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے محمدؐ یہ مالک داروغہ دوزخ کے ہیں اُن کو سلام کیجئے میں ان کی طرف دیکھا تو انہوں ہی نے پہلے مجھ کو سلام کیا۔ (مسلم)

نواں واقعہ اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے ایک گلاس شراب کا اور ایک دودھ کا لائے آپ فرماتے ہیں میں نے دودھ کا گلاس اختیار کیا جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت یعنی طریق دین کو اختیار فرمایا پھر آسمان کی طرف عروج کیا۔ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے ایک گلاس دودھ کا ایک شہد کا آیا ہے بعض روایت میں تین ظرف آئے ہیں دودھ اور شراب، اور پانی اور شداد بن اوس کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ بعد نماز کے مجھ کو پیاس لگی اس وقت یہ برتن حاضر کئے گئے اور

جبکہ میں نے دودھ کو اختیار کیا تو ایک بزرگ نے جو میرے سامنے تھے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ تمہارے دوست نے فطرت کو اختیار کیا۔ براق کے باندھنے کے بعد جو واقعات مذکور ہیں ان میں ترتیب اس طرح سے ہے۔ (۱) فناء مسجد میں پہنچکر حوروں سے ملنا بات کرنا۔ (۲) آپ کا اور جبریل علیہ السلام کا دو دو رکعت پڑھنا غالبًا یہ تحیۃ المسجد ہے اس وقت غالبًا دوسرے انبیاء علیہم السلام پہلے سے جمع تھے جن کو آپ نے مختلف حالتوں میں دیکھا کسی کو راکع کسی کو ساجد غالبًا یہ سب تحیۃ المسجد پڑھتے تھے اور ان میں سے بعض کو پہچانا بھی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی حضرات تمام ہم اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر اسی تحیۃ المسجد میں بھی آپ کے مقتدی ہو گئے ہوں گے۔ (۳) پھر بقیہ انبیاء علیہم السلام کا جمع ہو جانا۔ (۴) پھر اذان و تکبیر کا ہونا اور جماعت ہونا جس میں آپ امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور بعض ملائکہ آپ کے مقتدی تھے ان میں سے بعض کو آپ نہ پہچانتے تھے اسی واسطے جبریل علیہ السلام نے بتلایا کہ جمیع انبیاء مبعوثین نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور اس کی تحقیق کہ یہ نماز کونسی تھی تیسویں واقعہ کے ذیل میں آویگی اور اذان واقامت یا تو ایسی ہی ہو گو عام حکم اس کا مدینہ میں پہونچنے کے بعد ہوا اور یا اور طرح کی ہو۔ (۵) پھر ملائکہ سے تعارف ہونا شاید خازن نار سے ملاقات بھی اسی ضمن میں ہوئی ہو جس میں انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور نام سنکر فرشتوں کا پوچھنا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا دلیل اس کی ہے کہ ان فرشتوں کو آپ کے متعلق یہ علم تھا کہ آپ کے لئے ایسا ہونے والا ہے آگے اس میں دو احتمال ہیں یا تو ہنوز اعطاء نبوت ہی کا علم نہ ہوا ہو کیونکہ ملائکہ کے مشاغل مختلف ہیں دوسرے معاملات کا ہر وقت علم نہیں ہوتا اور یا نبوت کا علم پہلے سے ہو اور مقصود پوچھنے سے یہ ہو کہ معراج کے لئے ان کے پاس حکم پہونچ چکا اور اسی طرح آگے جو سمٰوات میں سوال ہوا ہے وہاں بھی یہی تقریر ہے۔ (۶) پھر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا۔ (۷) پھر سب حضرات کا خطبہ پڑھنا۔ (۸) پھر پیالوں کا پیش ہونا جن کی روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چار تھے۔ دودھ اور شہد۔ اور شراب اور پانی کسی نے

دو کے ذکر پر اکتفا کیا کسی نے تین کے ذکر پر یا یہ کہ تین ہوں ایک پیالے میں پانی ہو کہ شیرینی میں شہد جیسا ہو کبھی اس کو شہد کہد یا ہو کبھی پانی اور ہر چند کہ شراب اس وقت حرام نہ تھی کیونکہ یہ مدینہ میں حرام ہوئی ہے مگر سامان نشاط ضرور ہے اس لئے مشابہ دنیا کے ہے شہد بھی اکثر تلذذ کے لئے پیا جاتا ہے غذا کے لئے نہیں۔ تو یہ بھی امر زائد اور اشارہ لذات دنیا کی طرف ہوا اور پانی بھی معین غذا ہے غذا نہیں جس طرح دنیا معین دین ہے مقصود نہیں اور دین سے خود غذائے روحانی مقصود ہے جیسا دودھ سے غذائے جسمانی مقصود ہے اور گو غذائیں اور بھی ہیں مگر دودھ کو اوروں پر ترجیح ہے کہ یہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے اور ایسے ہی ظروف کا بعد سدرۃ المنتہی کے پیش ہونا آیا ہے جیسا آگے آویگا تو یہ پیشی مکرر ہوئی ہے۔ (۹) پھر آسمان کا سفر۔ اور اس تقریر سے جس طرح ترتیب واقعات کی معلوم ہوئی اسی طرح روایات مذکورہ کے اشکالات از قبیل تعارض بھی رفع ہو گئے اور روایات جمع ہو گئیں۔ اور شاید یہاں پر انبیاء اور ملائکہ کا جمع ہونا بطور استقبال نبوی کے ہو۔ واللہ اعلم۔

دسواں واقعہ اس کے بعد آپ کا آسمانوں پر صعود ہوا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے۔ بخاری میں آپ کا ارشاد ہے کہ بعد قلب دھونے اور اس میں ایمان وحکمت بھرنے کے مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس کے منتہائے نگاہ پر پڑتا ہے اور مجھ کو جبریل لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہونچے اس سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی کی سواری پر تشریف لے گئے گو درمیان میں بیت المقدس میں بھی اُترے۔ اور بیہقی میں ابو سعیدؓ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر یعنی بعد فراغ اعمال بیت المقدس کے میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر بنی آدم کی ارواح بعد موت کے چڑھتی ہیں سو اس زینہ سے زیادہ خوبصورت خلائق کی نظر سے نہیں گذرا تم نے بعض میت کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا سو وہ اس

زینہ کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اور شرف مصطفےٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے داہنے بائیں ملائکہ اوپر تلے گھیرے ہوئے تھے اور کعب کی روایت میں ہے آپ کیلئے ایک زینہ چاندی کا رکھا گیا اور ایک سونے کا یہاں تک کہ آپ اور جبریل اس پر چڑھے۔ اور ابن اسحٰق کی روایت میں آپ کا ارشاد ہے کہ جب میں بیت المقدس کے قصہ سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا اور میرے رفیق راہ جبریل نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہانتک کہ دروازہ آسمان تک پہونچے۔ براق اور زینہ کی روایات میں اس طرح جمع ممکن ہے کہ کچھ دور ایک پر سفر کیا ہو کچھ دور دوسرے پر جس طرح مکرم مہمان کے روبرو کئی سواریاں حاضر کی جاتی ہیں اس کو اختیار ہوتا ہے خواہ تھوڑی تھوڑی مسافت سب پر قطع کرے۔ اور براق ہر چند کہ نہایت تیز رفتار ہے مگر اس کی سرعت اور بطور راکب کے قبضہ میں ہو گا کیونکہ براق پر سوار ہونے کے بعد مختلف مواقع و مقامات پر نزول اور مختلف مناظر پر مفصل اطلاع و مرور ظاہر اعتدال فی السیر کا قرینہ ہے۔

گیارہواں واقعہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اول آسمان دنیا تک پہونچے جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا ملائکہ بوابین کی طرف سے پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں (بخاری و بیہقی)

ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہونچے اس کا نام باب الحفظہ ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے اس کا نام اسماعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں اور شریکؓ کی روایت میں حدیث بخاری میں یہ بھی ہے کہ اہل سموات کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک کہ ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دے۔ جیسے یہاں جبریل علیہ السلام کی زبانی معلوم ہوا اس سے فرشتوں کے اس پوچھنے کی وجہ معلوم ہو گئی کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی پہونچا ہے اور اس پوچھنے میں جو دو احتمال

ذکر کئے گئے تفصیل اس کی پانچویں واقعہ (۵) میں مذکور ہوئی ہے اور وہاں خود پوچھنے کی وجہ عقلی بھی لکھی گئی ہے اس دلیل نقلی سے اُس توجیہ عقلی کی تائید ہو گئی۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سنکر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا آپ فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہونچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے اُن کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جن کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں اور کچھ صورتیں بائیں طرف ہیں جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں روتے ہیں میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے کہا آدم علیہ السلام ہیں اور یہ صورتیں داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں سو داہنی طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں اس لئے داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ اور بزار کی حدیث میں ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ان کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں مغموم ہوتے ہیں۔ اور شریکؒ کی روایت بالا میں یہ بھی ہے کہ آپ نے سماء دنیا میں نیل اور فرات کو دیکھا اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی سماء دنیا میں ایک اور نہر بھی دیکھی کہ اس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہیں اور وہ کوثر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض

بقدرت و مشیت حق اور ظاہر ا یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لئے باوجود لقا بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا جیسا ساتویں واقعہ میں مذکور ہے وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال ہے کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آ گئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں کہ اول آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے واللہ اعلم اور آدم علیہ السلام کے داہنے بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ بھی ارواح کی صورتیں مثالیہ تھیں اور بزار کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارواح اس وقت آسمان پر موجود اور مستقر نہ تھیں بلکہ اپنے اپنے ٹھکانے پر تھیں اور اس ٹھکانے اور مقام آدم علیہ السلام کے درمیان دروازہ تھا اس دروازہ سے ان صورتوں کا عکس اس مقام پر پڑتا ہوگا یا وہ ہوا جو آتی تھی آخر وہ بھی جسم ہے اس میں خاصیت انطباع وانعکاس کی ہوگی جیسے ہوا شعاعوں سے متکیف ہو کر قابل روایت کے ہو جاتی ہے کیونکہ اس روایت میں دروازہ کا ہونا آیا ہے یہ ظاہر اقرینہ ہے اس کا کہ وہ دروازہ واسطہ تھا یہاں تک ان صورتوں کے اثر پہونچنے کا واللہ اعلم۔ پس اس میں یہ اشکال نہ رہا کہ نص قرآنی اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح آسمان پر نہیں جا سکتیں پھر آسمان دنیا پر یہ روحیں کافروں کی جو بائیں طرف تھیں کیسے پائی گئیں۔ اور نیل و فرات کا دوسری روایات میں ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں سے دیکھنا ثابت ہوتا ہے سو اس سوال کا جواب کہ یہ نہریں تو دنیا میں ہیں۔ وہاں ہونے کے کیا معنے آگے سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر کے موقع پر دیا جاویگا یہاں صرف روایات کو جمع کرنے کی توجیہ سمجھ لی جاوے وہ یہ ہے کہ اصل سرچشمہ ان کا سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ

---

[1] بے شک جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

ہو اور پھر نکل کر پانی آسمان دنیا پر جمع ہوتا ہو اور پھر وہاں سے زمین میں آتا ہو جیسے آگے مذکور ہوگا۔ اور ایسی ہی تقریر سے یہ اشکال رفع کر لیا جاوے کہ دوسری احادیث سے حوض کوثر کا جنت میں ہونا منصوص ہے یعنی اصل وہاں ہو اور یہاں اس کی ایک شاخ ہو جیسا ایک شاخ اس کی میدان قیامت میں ہوگی۔

بارہواں واقعہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجکو جبریل آگے لیکر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہونچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھولدیا گیا جب میں وہاں پہنچا تو حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام موجود ہیں اور وہ دونوں باہم خلیرے ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا پھر کہا کہ مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ کے نواسے ہیں چونکہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اسی لئے عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو بمنزلہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قرار دیا گیا اور اگر وہ واقع میں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوتیں تو یحییٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام خلیرے ہوتے اس لئے مجازاً ان کو خلیرا فرما دیا گیا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ کی اولاد میں ہیں اگرچہ بیٹے نہیں مگر نواسے ہیں۔ اور ان دونوں کو بھائی اس لئے کہا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے نہیں ہیں۔

تیرہواں واقعہ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سنکر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھولدیا گیا جب

میں (وہاں) پہونچا تو حضرت یوسف علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک (بڑا) حصہ عطا کیا گیا ہے۔ (بیہقی وطبرانی) ایک حدیث میں یوسف علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے کہ ایک ایسے شخص کو دیکھا جو خلق اللہ سے زیادہ حسین ہے اور لوگوں پر حسن میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں شب کا چاند۔

چودھواں واقعہ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لیکر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہونچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سنکر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ ادریس ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ باوجودیکہ ادریس علیہ السلام آپ کے اجداد میں ہیں پھر ان کا برادر کہنا اخوۃ نبوۃ کی بناء پر ہے اور ابن پر اس کو ترجیح دینا بوجہ ادب کے ہے برابر کے بیٹے کو یا اپنے سے بھی بڑے درجہ کے بیٹے کو بھائی کے لقب سے پکارنے لگتے ہیں۔ اور ابن المنیر نے کہا ہے کہ ایک طریق شاذ میں مرحبا بالابن الصالح بھی آیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ادریس حضرت الیاس علیہ السلام کا لقب ہے اور یہی ملے ہیں اور یہ اجداد نبویہ میں سے نہیں واللہ اعلم۔

پندرھواں واقعہ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لیکر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہونچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں وہاں سے کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہونچا تو ہارون علیہ السلام موجود تھے۔

جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

سولہواں واقعہ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لیکر چڑھے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہونچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہونچا تو موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے انہوں نے فرمایا کہ میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے (تو مجھ کو اپنی امت پر حسرت ہے کہ انہوں نے میرا اس طرح اتباع نہ کیا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کی اطاعت کرے گی۔ اور اسی لئے میری امت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا آتا ہے[1]۔

سترھواں واقعہ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لیکر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے جد امجد ابراہیم ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور فرمایا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نوجوان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کے اتباع تھوڑی ہی مدت میں کہ اس وقت تک آپ سن شیخوخت تک بھی نہ پہونچے تھے اتنے اتباع ہو گئے کہ حضرت موسیٰؑ کی ساری زندگی میں بھی نہیں ہوئے و نیز آپکی کل عمر تریسٹھ سال کی ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال کی ہوئی۔

کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جن کی باری پھر نہیں آتی (یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں۔ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ جب مجھ کو ساتویں آسمان پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں بہت حسین ہیں اور ان کی ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں اور میری امت بھی موجود ہے دو قسم کے ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں، اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دئے گئے سو میں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی۔

اٹھارھواں واقعہ بخاری میں ہے کہ پھر مجھکو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا سو اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان جبریل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں ہیں دو اندر جاری ہیں اور دو باہر آرہی ہیں میں نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ جو اندر کو جاتی ہیں یہ جنت میں دو نہریں ہیں اور باہر جو آرہی ہیں یہ نیل اور فرات ہے۔ پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا اور دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا لایا گیا میں نے دودھ کو اختیار کیا جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ فطرت (یعنی دین) ہے جس پر آپ اور آپ کی امت قائم رہے گی اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں یہ چار نہریں ہیں اور مسلم میں یہ ہے کہ اس کی جڑ سے یہ چار نہریں نکلتی ہیں اور ابن ابی حاتم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے بالائی سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ ایک نہر پر پہونچے جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو دی ہے اس کے اندر برتن سونے اور چاندی کے پڑے ہیں اور وہ یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار

تھا اور بیہقی کی حدیث میں ابو سعیدؓ کی روایت ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو نہریں نکلتی تھیں ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ اس تک پہونچتے ہیں اور وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں اور جو احکام اوپر سے آتے ہیں وہ اول اسی پر نزول کرتے ہیں اور وہاں سے نیچے (عالم دنیا میں) لائے جاتے ہیں (اور اسی واسطے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے) اور مسلم میں ہے کہ وہ پروانے تھے سونے کے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ٹڈیاں تھیں سونے کی اور ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھپا لیا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب خدا کے حکم سے اس کو ایک عجیب چیز نے چھپا لیا تو اس کی ہیئت بدل گئی سو کوئی شخص خلائق میں سے اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا اور ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کئے جانے کے درمیان میں یہ ہے کہ پھر میرے روبرو بیت المعمور بلند کیا گیا۔ اور ایک روایت میں بعد سدرۃ المنتہیٰ دیکھنے کے یہ ہے کہ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور مٹی اس کی مشک ہے۔ ظاہراً احادیث سے سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر ہونا معلوم ہوتا ہے اور چھٹے میں ہونے کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس کی جڑ ممکن ہے چھٹے میں ہو اور اس پر یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چار نہریں چھٹے میں ہوں جیسا کہ روایات میں ہے کہ یہ نہریں اس کی جڑ سے نکلتی ہیں اصل یہ ہو کہ جب چھٹے آسمان سے گذر کر ساتویں کے اندر کو نفوذ کرتا ہوا آگے پہونچا تو یہ موقع نفوذ اس کے لئے بمنزلہ جڑ کے ہے جو ساتویں میں ہے تو وہ نہریں اس دوسری جڑ سے نکلتی ہیں اور یہ جو اندر کو جاری تھیں یہ کوثر اور نہر رحمت معلوم ہوتی ہے کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں ممکن ہے کہ یہ سلسبیل اور اس کا وہ موقع جہاں سے کوثر و نہر رحمت کا اس سے انشعاب ہوا ہے یہ سب سدرہ کی دوسری جڑ میں ہوں اور ابن ابی حاتم کی روایت بالا سے ظاہراً کوثر کا خارج جنت ہونا معلوم ہوتا ہے سو ممکن ہے خارج وہ حصہ ہے جو سدرہ کی جڑ میں ہے باقی زیادہ حصہ اس کا جنت کے اندر ہے جیسا اور حدیثوں میں اس کا جنت کے اندر ہونا وارد ہے

اور نیل وفرات کا آسمان پر ہونا اس طرح ممکن ہے کہ دنیا میں جو نیل وفرات ہیں ظاہر ہے کہ بارش کا پانی جذب ہو کر پتھر سے جاری ہوتا ہے اور بارش آسمان سے ہے سو جو حصہ بارش کا نیل وفرات کا مادہ ہے ممکن ہے کہ وہ حصہ آسمان سے آتا ہو بس اس طور پر نیل وفرات کی اصل آسمان پر ہوئی اور سدرۃ المنتہیٰ کے الوان کی نسبت فراش وجراد کہنا تشبیہاً ہے ورنہ وہ فرشتے تھے۔ اور یہ فرمانا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھے۔ اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ اولاً معلوم نہ ہوا ہو یا یہ فرمانا تعجباً ہے کہ اس کے حسن کی تعبیر کا طریقہ نہیں معلوم کس طرح بیان کیا جاوے۔ اور مسلم کی روایت سے جو کہ بیت المعمور کے متعلق ہے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر ہے جیسا اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے بلند کیا گیا۔ جو ترجمہ ہے ثم رفع الی البیت المعمور کا اور یہ رفع مؤخر ہے سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے سے جیسے کلمہ ثم سے معلوم ہوتا ہے اور خود سدرۃ المنتہیٰ کا مقام ابراہیم علیہ السلام سے بالاتر ہونا بھی معلوم ہوتا ہے جیسا اس لفظ کا مدلول ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا جو ترجمہ ہے ثم رفعت الی سدرۃ المنتہیٰ کا اور یہ مؤخر ہے ابراہیم علیہ السلام کے ملنے سے جیسا کلمہ ثم سے معلوم ہوتا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ ابراہیم اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے تھے۔

سترھواں واقعہ میں ہے سو اس کی توجیہ قریب یہ ہے کہ بنیاد اس کی ساتویں آسمان پر ہو اور ابراہیم علیہ السلام نیچے کی دیوار سے کمر لگائے ہوں مگر ارتفاع اس کا رفیع سے بھی سدرۃ المنتہیٰ سے جو کہ ساتویں آسمان سے بلند ہے نیز بلند تر ہو اور سترھواں واقعہ میں جو آپ کا نماز پڑھنا بھراہی ابراہیم علیہ السلام کے پاس والوں کے مذکور ہے اس میں بھی اشکال نہیں کیونکہ نماز نیچے کے درجہ میں ہوگی جیسا اکثر مساجد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور طبری نے قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت معمور ایک مسجد ہے آسمان میں مقابل خانہ کعبہ کے اس طرح پر کہ اگر بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے اوپر گرے۔ اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکل آتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ نہیں آتی اور یہ جنت میں داخل ہونا جو اوپر مذکور ہوا ہے ممکن ہے کہ بیت المعمور دیکھنے سے پہلے ہو اور ممکن

ہے کہ بعد میں ہو لیکن اتنا قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہے اور اس میں دونوں احتمال ہیں کہ جنت کا ارتفاع بیت المعمور سے ارفع ہو یا نہ ہو اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گو یہ جنت قریب سدرۃ المنتہیٰ کے ہے مگر اس سے ارفع بھی ہے چنانچہ بیہقی نے ابو سعید خدریؓ سے بعد سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کے یہ روایت کیا ہے کہ ثم رفعت الی الجنۃ یعنی پھر مجھ کو جنت کی طرف بلند کیا گیا واللہ اعلم اور بیہقی کی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ بعد سیر جنت کے پھر دوزخ میرے روبرو کیا گیا اس میں اللہ کا غضب اور عذاب اور انتقام تھا اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈالدیا جاوے تو اس کو بھی کھاوے پھر وہ بند کر دیا گیا اھ اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ اپنی جگہ رہے درمیان سے حجاب اٹھا کر آپ کو دکھلا دیا گیا۔

انیسواں واقعہ بخاری میں بعد ذکر بیت المعمور اور دودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کئے جانے کے روایت ہے کہ پھر مجھ پر پچاس نمازیں ہر یوم میں فرض کی گئیں اور ایک روایت میں بعد القاء ابراہیم علیہ السلام کے ہے کہ مجھ کو عروج کرایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی سو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے یہ پچاس نمازیں فرض کیں۔ پہلی روایت سے فرضیت صلوٰۃ کا سیر بیت المعمور سے متراخی بمہلت ہونا جیسا لفظ پھر کا مقتضا ہے جو مدلول ہے کلمہ ثم کا اور دوسری روایت سے فرضیت صلوٰۃ کا اس میدان میں پہونچنے سے متصل یعنی غیر متراخی بمہلت ہونا جیسا لفظ سو کا ہونا مقتضا ہے جو ترجمہ ہے فار کا ثابت ہوتا ہے جس سے دونوں میں غور کرنے سے یہ ترتیب سمجھ میں آتی ہے کہ بعد عرض بیت المعمور کے اس میدان میں پہونچا ہوا اور اس میدان میں پہونچنے کے بعد نمازیں فرض ہو گئیں واللہ اعلم نیز ایک اور قرینہ سے بھی اس محل صریف اقلام کا سدرہ اور بیت المعمور سے ارفع ہونا معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ اقلام تقدیر کے ہیں جو روز بروز کے ہونے والے احکام کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں اور سدرہ کی نسبت اٹھارھویں واقعہ میں گذر چکا ہے کہ اوپر سے جو

احکام نازل ہوتے ہیں وہ اول وہاں آتے ہیں تو سدرہ اس کے تحت میں ہوا اسی طرح بیت المعمور کی اصل ساتویں آسمان میں ہے اور وہاں فرشتے عبادت میں مشغول ہیں اور سمٰوات اس عموم میں داخل ہیں یتنزل الامر بینھن تو بیت المعمور بھی اس کے تحت میں ہوا۔

بیسواں واقعہ بزار نے حضرت علی رضؓ سے معراج کے باب میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اس میں جبریل علیہ السلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ حجاب تک پہونچے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دیکر مبعوث فرمایا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا اور حالانکہ میں خلائق میں رتبہ کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں اور دوسری حدیث میں ہے کہ مجھ سے جبریل علیہ السلام نے مفارقت اختیار کی اور تمام آوازیں مجھ سے منقطع ہو گئیں۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں میرے ہم سفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہونچے پھر ٹھیر گئے میں نے کہا اے جبریل کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر میں اس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں اھ

حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کرائے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہو گئی اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی تو اس وقت مجھ کو ایک پکارنے والے نے ابوبکر رضؓ کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھیر جایئے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو ان دو امر سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر رضؓ مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ آیت پڑھو هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا سو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت

ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے اور ابوبکرؓ کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکرؓ کی صورت کا پیدا کیا جو آپ کو ان کے لہجہ میں پکارے تاکہ آپ کی وحشت دور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو آپ کو فہم مقصود سے مانع ہو۔ اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ بعد قطع حجابات کے ایک رفرف یعنی مسند سبز میرے لئے اتاری گئی اور میں اس پر رکھا گیا پھر مجھ کو اوپر اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہونچا تو میں نے ایسا امر عظیم دیکھا کہ زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی۔

اکیسواں واقعہ

حق تعالیٰ کی رؤیت اور کلام

ترمذی نے حضرات بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور عبدالرزاق نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے حلف کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور ابن خزیمہ نے اس روایت کو ثابت کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب اس کے قائل ہیں اور کعب احبار اور زہری اور معمر سب اس کا جزم کرتے ہیں اور نسائی نے باسناد صحیح بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی اس کی تصحیح کی ہے انہوں نے فرمایا کیا تم تعجب کرتے ہو کہ خلت[1] حضرت ابراہیم کے لئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور روایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ بصر سے اور ایک مرتبہ قلب سے۔ اور خلال نے مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص زعم کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ پر بڑا افترا کیا سو کون سی دلیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا جواب دیا جاوے انہوں نے فرمایا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے رأیت ربی[2] اور کلام کرنا صحاح میں ان امور کے ساتھ وارد ہے۔ پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور خواتیم سورہ بقرہ[3] عنایت ہوئیں اور جو شخص آپ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراوے اس کے گناہ معاف کئے گئے (مسلم) اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو کرنے نہ پاوے تو ایک نیکی لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کر لیا

---

[1] خلیل اللہ ہونا۔ یا اللہ کا دوست ہونا۔ [2] یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

[3] سورہ بقر کی آخری آیتیں۔

تو از کم دس حصے کر کے لکھی جاوے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے پھر اس کو نہ کرے تو وہ بالکل نہ لکھی جاوے اور اگر اس کو کرے تو ایک ہی بدی لکھی جاوے گی۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ آپ نے جناب باری تعالیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت اور ملک عظیم اور موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلامی اور داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم اور لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا اور سلیمان علیہ السلام کا ملک عظیم اور انس و جن و شیاطین وہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دینا اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل و توراۃ اور ابراء اکمہ وابرص واحیاء موتی[1] کا عطا ہونا اور ان کا اور ان کی والدہ کا شیطان سے پناہ دینا عرض کیا۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو حبیب بنایا اور سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور شرح صدر و وضع وزر و رفع ذکر مرحمت فرمایا سو میرا جب ذکر ہوتا ہے تمہارا بھی ہوتا ہے اور تمہاری امت کو خیر امت اور امت عادلہ بنایا اور اول بھی اور آخر بھی بنایا اور ان کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک کہ وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور تمہاری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینہ میں ان کی کتاب رکھی اور تم کو پیدائش عالم نور میں سب سے اول اور بعث میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا اور میں نے تم کو سبع مثانی اور خواتیم سورہ بقرہ بلا شرکت دوسرے انبیاء کے اور کوثر اور اسلام اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر عطا فرمائے اور تم کو فاتح اور خاتم بنایا۔

(بائیسواں واقعہ)

آسمانوں کے اوپر سے آسمانوں کی طرف واپسی

بخاری میں بیت المعمور اور شراب، دودھ اور شہد کے برتنوں کے پیش کئے جانے کے بعد (جس کا ذکر اٹھارہویں واقعہ میں گذر چکا) بخاری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ پر ہر رات دن میں پچاس نمازیں فرض

[1] پیدائشی اندھے کو اور ابرص کو اچھا کرنا اور مردہ کو زندہ کرنا بحکم خداوندی۔

ہوئیں پھر میں واپس ہوا آپ فرماتے ہیں کہ میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر گذرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا میں نے کہا کہ پچاس نمازوں کا رات دن میں حکم ہوا انہوں نے فرمایا کہ آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہر گز رات دن میں نہ پڑھی جاویں گی واللہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں اپنے رب کے پاس یعنی اس مقام پر جہاں یہ حکم ہوا تھا واپس جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے میں واپس گیا سو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰؑ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز دس نمازوں کا حکم ہوا میں پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت یعنی سب امت ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گی اور میں آپ کے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور اپنے لئے اور تخفیف مانگئے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا گو پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا لیکن اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں جب وہاں سے آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے حق تعالیٰ کی جانب سے پکارا میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ اور مسلم کی روایت میں پانچ پانچ کا کم ہونا آیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ اے محمد یہ پانچ نمازیں ہیں دن رات میں اور ہر نماز دس کی برابر ہے تو پچاس ہی ہوگئیں اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان و زمین پیدا کیا تھا آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں تھیں سو آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں اور اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض ہوئیں تھیں مگر ان سے نہ ہو سکیں اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ یہ پانچ ہیں

برابر پچاس کے سو آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں آپ فرماتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ بات ہے جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے کہا پھر جایئے اور تخفیف کرائیے مگر میں پھر نہیں گیا۔ اور شیخین کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا اس لئے اس میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔

(تیئسواں واقعہ)

آسمانوں سے زمین کی طرف واپسی

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معراج نبوی کے متعلق یہ خبر پہونچی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ آپ کو معراج ہوئی آپ میرے گھر میں سوتے تھے آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی فرمایا اے ام ہانی میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا تم نے دیکھا تھا پھر میں بیت المقدس پہونچا اور اس میں نماز پڑھی پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی جیسا تم دیکھ رہی ہو پھر آپ باہر جانے کے لئے اٹھے میں نے آپکی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی اللہ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہئے آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذا دیں گے آپ نے فرمایا واللہ میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ آپ کے پیچھے پیچھے جائے تاکہ جو آپ لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ سے کہیں اس کو سنے جب آپ باہر تشریف لے گئے ان کو خبر دی انہوں نے تعجب کیا اور کہا اے محمد اس کی کوئی نشانی ہے (جس سے ہم کو یقین آوے) کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی آپ نے فرمایا نشانی اس کی یہ ہے کہ فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گذر تھا

اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور میں نے ان کو بتلایا تھا اس وقت تو میں شام کو جا رہا تھا پھر میں واپس آیا یہاں تک کہ جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہونچا میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا اور ان کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا میں نے ڈھکنا اتار کر اس میں کا پانی پیا پھر اسی طرح بدستور ڈھانک دیا اور اس کی یہ بھی نشانی ہے کہ ان کا وہ قافلہ اب بیضار سے ثنیۃ التنعیم کو آرہا ہے سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہیں ایک کالا دوسرا دھاری دار لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے سو اس اونٹ سے پہلے کوئی اور اونٹ نہیں ملا جیسا آپ نے فرمایا تھا اور ان سے برتن کا قصہ پوچھا انہوں نے خبر دی کہ ہم نے پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا سو ڈھکا ہوا تو ملا مگر اس میں پانی نہ تھا اور ان دوسروں سے بھی پوچھا (جن کا اونٹ بھاگنا بیان فرمایا) اور یہ لوگ مکہ آچکے تھے انہوں نے کہا کہ واقعی صحیح فرمایا اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا ہے یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ (سیرۃ ابن ہشام) اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ نے ان کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کے آفتاب غروب کے قریب پہونچ گیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ نے بیان فرمایا تھا آگئے۔ ان روایات سے چند امور ثابت ہوئے اول عشا اور فجر کے درمیان جانا اور آنا دونوں پورے ہو گئے۔ اور عشاء کی نماز گو اس وقت فرض نہ تھی مگر آپ پڑھا کرتے ہوں گے اور دوسرے مؤمنین بھی آپ کے ساتھ پڑھ لیتے ہوں گے۔ اور فجر کی یہ نماز گو بعد معراج کے تھی مگر احادیث سے اول امامت جبریل علیہ السلام کی ظہر کے وقت ثابت ہوتی ہے تو غالباً اس فرضیت کی ابتداء موقت بہ ظہر ہوگی اور بیت المقدس میں جو نماز پڑھی اس کی نسبت بعض روایات میں آیا ہے حانت الصلوٰۃ سو عشا کی نماز مراد لینا مشکل ہے کیونکہ عشا آپ پڑھ چکے تھے تو غالباً یہ تہجد کی نماز ہوگی کہ آپ پر وہ ایک زمانہ تک مثل فرائض کے موکد رہی اور اذان

اسی تہجد کے لئے ہوئی ہو گی جیسا رمضان المبارک میں حضرت بلالؓ کی اذان اس وقت میں وارد ہے۔ دوسرا امر یہ ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی ورنہ لوگوں کی تکذیب کی کیا وجہ اور اس تکذیب میں آپ کے اس جواب نہ دینے کی کیا وجہ کہ وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی اور خوابی ہے جس میں مشکل سے مشکل۔ ناممکن سے ناممکن بات کا دعویٰ بھی مقبولیت کی گنجائش رکھتا ہے۔ تیسرا امر سیرۃ ابن ہشام میں جن قافلوں کا ذکر ہے ظاہراً وہ دونوں الگ الگ ہیں اور بیہقی کی روایت میں جن کا ذکر ہے کہ وہ آئے نہ تھے یہ الگ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُن دونوں میں سے ایک تو مکہ آپہونچا تھا اور دوسرا تنعیم کو آتا ہوا ملا اور اس تیسری کی نسبت شام تک نہ آنا اور حبس شمس آفتاب کا رُک جانا مذکور ہے جس سے ظاہراً اس کا متغائر ہونا معلوم ہوتا ہے اور مواہب میں بلا سند دونوں قصے یعنی اونٹ کے بھاگنے اور خاکستری اونٹ کے پیشرو ہونے کے ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کئے ہیں تو غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں قافلے ایک ہی قافلے کے ٹکڑے ہیں یہ دو قصے دو جماعتوں میں ہوئے اور تیسرا قصہ وقت پر نہ آنے کا اور حبس شمس کا تیسری جماعت سے ہوا اور چونکہ یہ سب ایک ہی مجموعے کی مختلف حدیثیں ہیں اس لئے دو قصوں کو ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ اور حبس شمس میں کوئی اشکال عقلی نہیں ہے اس لئے یہ وجہ انکار کی نہیں ہو سکتی ہے اور عام چرچا اس کا اس لئے نہ ہوا ہو کہ تھوڑی دیر کے لئے ایسا ہوا ہو اور کسی نے التفات نہ کیا ہو اور یہ امر باوجود تلاش کے مجھ کو نہ ملا کہ واپسی آپ کی براق پر ہوئی تھی یا کس طرح اگر کسی کو پتہ لگ جاوے اس مقام پر حاشیہ کا نشان بنا کر اس میں ملحق کر دے۔[1]

---

[1] اگر کہا جائے کہ حضرت کو براق اوپر لیکر تو چڑھا لیکن اس نے آپ کو نیچے نہیں اتارا اس کی کیا وجہ ہے؟ بعض علماء نے تو اس کا یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار مقصود ہے۔ اور بعض نے کہا کہ براق کا ... لیکر چڑھنا ہی خود بخود اس کے لیکر اترنے پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسے باری تعالیٰ کا قول سرابیل تقیکم الحر یعنی والبرد (یہ پاجامے تم کو گرمی سے محفوظ رکھتے ہیں) اس سے خود بخود سمجھا گیا کہ گرمی کی ضد یعنی سردی سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔) اور جیسے باری تعالیٰ کا قول بیدک الخیر یعنی والشر (اے اللہ بھلائیوں کے آپ ہی مالک ہیں یعنی اور برائیوں کے بھی۔) اور حضرت حذیفہؓ نے تو تصریح فرمایا ہے کہ جب تک حضرتؐ واپس نہیں پہونچے ہمیشہ براق کی پیٹھ ہی پر تشریف فرما رہے۔

چوبیسواں واقعہ

سننے والوں کا حال

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد اقصیٰ کی طرف لیجایا گیا (اس میں آ گئے کی نفی نہیں) تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا بعضے لوگ جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے اور بعضے مشرکین حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے یوں کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات بیت المقدس میں لے جایا گیا حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کیا وہ ایسا کہتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں لوگ کہنے لگے کیا تم اس امر میں ان کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے چلے آئے (حالانکہ وہ کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا ہاں میں تو اس سے زیادہ بعید ناممکن۔ اور مشکل بات امر میں ان کی تصدیق کرتا ہوں یعنی آسمان کی خبر کے بارہ میں میں جو ان کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) ان کی تصدیق کر لیتا ہوں اسی لئے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ منام کا دعویٰ فرماتے تو وہ ایسا امر مستبعد نہ تھا کہ بعضے لوگ مرتد ہو جاتے۔

(پچیسواں واقعہ ۲۵)

کفار کی طرف سے معراج کی دلیل طلب کرنا۔ اور حضرت کا جواب دینا

از سید الابرار علیہ صلوٰۃ اللہ العزیز الغفار حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے۔ سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے) ضبط نہ کیا تھا سو مجھ کو اس قدر گھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا تھا اور وہ جو جو مجھ سے

پوچھتے تھے میں ان کو بتلاتا جاتا تھا (مسلم۔ احمد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ مسجد لائی گئی اور میں اس کو دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ عقیل کے گھر کے پاس لاکر رکھی گئی اور آپ نے سب بیان فرمایا اور میں اس کو دیکھ رہا تھا اور ام ہانی رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ بیت المقدس میرے لئے متخیل (و متمثل) کیا گیا اور میں ان لوگوں کو ان کے نشان بتلاتا رہا۔ اور ام ہانی کی اسی حدیث میں ہے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو بوجہ غیر ضروری ہونے کے گنا نہ تھا آپ فرماتے ہیں کہ بس میں اس کو دیکھتا جاتا تھا اور ایک ایک دروازہ شمار کرتا جاتا تھا اور ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم ابن عدی والد جبیر بن مطعم کا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر بیداری میں مع الجسم ہوا ہے ورنہ یہ اعتراض متوجہ ہی نہ ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آپ سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا کہ آپ بیان فرمائیے کیونکہ میں نے اس کو دیکھا ہے آپ بیان فرماتے تھے اور ابو بکرؓ تصدیق کرتے جاتے تھے آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ تم صدیق ہو۔ کیونکہ آپ کا پوچھنا شک و امتحان کے لئے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ کفار سن لیں اور کفار کو حضرت ابو بکرؓ پر اس امر میں اعتماد تھا کہ بیت المقدس کو دیکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی اطمینان تھا کہ یہ محسوسات میں خلاف واقع کی تصدیق نہ کرینگے اور کفار کا دریافت کرنا یا تو اسی مجلس میں ہو پھر بادی خواہ وہ ہوں یا حضرت ابو بکرؓ ہوں اور دوسرا موید سوال کا ہو اور قصد ہر ایک کا مختلف ہو اور یا دو مجلس میں ہو اور بیت المقدس کا اپنی جگہ پر رہ کر ظاہر ہونا یا دار عقیل کے پاس آکر رکھا جانا یا اس کی مثال کا منکشف ہونا ان میں جمع کی صورت سہل یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی مثال منکشف ہوئی اور وہ دار عقیل کے پاس نمایاں ہوتی جیسے نسائی کی حدیث ہے آپ کے سامنے دوزخ جنت کا متمثل ہونا آیا ہے اور غایۃ تشابہ کی وجہ سے اس کو بیت المقدس کا منکشف ہونا فرمایا گیا اب یہ اشکال بھی نہ رہا کہ اگر بیت المقدس یہاں آتا تو اپنی جگہ سے اتنی دیر غائب رہتا اور ایسا امر عجیب تاریخ میں منقول ہوتا

وہذا آخر ما اردت ایرادہ فی ہذا الخبر۔ ومضی اللیل وبدا السحر۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ ہذا النبی خیر الخلائق والبشر وعلیٰ آلہ واصحابہ مصابیح الغرر۔

فوائد متعلقہ واقعہ معراج چونکہ یہ واقعہ نہایت اہم ہے اس لئے برخلاف دوسرے فصول کے۔ اس کے بعض فوائد کو بھی اس کے بعد متن ہی میں لکھنا مستحسن معلوم ہوا مگر اختصار کے ساتھ۔ اور یہ دو قسم کے ہیں ایک فوائد علمیہ بضم الحاء جس کا لقب مقدمہ میں باب الانوار تجویز کیا گیا تھا۔ دوسرے فوائد حلمیہ بکسر الحاء جس کا لقب مقدمہ میں باب الاسرار تجویز ہوا تھا۔ قسم اول علمیات ہیں قسم ثانی عملیات ہیں۔

قسم اول فوائد حلمیہ بالضم

(۱) احادیث اسراء میں مذکور ہے کہ آپ کا سینہ مبارک شق کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو مرد کے سینہ کی طرف دیکھنا درست ہے اور گو فرشتے مذکر اور مؤنث ہونے سے منزہ اور پاک ہیں مگر اطلاقات شرعیہ میں ان کا ذکر مذکر الفاظ سے کیا گیا ہے اس لئے یہ استنباط چسپاں ہو گیا۔ (۲) اور اس میں یہ ہے کہ بیت المقدس پہونچکر براق کو حلقہ سے باندھ دیا گیا اس سے معاملات میں احتیاط اور ظاہری اسباب سے کام لینا توکل کے خلاف نہیں ہے ثابت ہوتا ہے جبکہ اعتماد حق تعالیٰ پر ہو۔ (۳) اور اس میں یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام سے جب آسمان کے دروازہ پر پوچھا گیا کہ کون ہے۔ جبریل علیہ السلام نے جواب میں اپنا نام بتلایا کہ جبریل یوں نہیں کہا کہ میں اس سے معلوم ہوا کہ ایسے پوچھنے والے کے جواب میں ادب یہی ہے کہ نام لے کیونکہ صرف میں کہنا اکثر اوقات پہچان کے لئے کافی نہیں ہوتا ایک حدیث میں اس پر انکار بھی آیا ہے۔ (۴) اور اسی سے استیذان یعنی اجازت داخل کرنے کا مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں گو وہ مردانہ ہی ہو بلا اذن داخل نہ ہونا چاہیئے۔ (۵) اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ سے کمر لگانا اور قبلہ کی طرف پشت پھیر کر

بیٹھنا جائز ہے اگرچہ ہمارے لئے ادب یہی ہے کہ بلاضرورت ایسا نہ کریں۔ (۶) اور اس میں یہ ہے کہ آدم علیہ السلام داہنی طرف دیکھ کر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے تھے اس سے شفقت والد کی اولاد پر ثابت ہوتی ہے کہ اس کی خوش حالی پر مسرور ہو اور بدحالی پر مغموم ہو۔ (۷) اور ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر روئے کہ ان کی امت کے لوگ جنت میں میری امت کے لوگوں سے زیادہ جاویں گے چونکہ یہ رونا اپنی امت پر غم و حسرت اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تابعین پر غبطہ کے طور تھا اس سے یہ ثابت ہوا کہ امر خیر میں غبطہ محمود ہے اور غبطہ اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہوتی اور دوسرے کے پاس سے زوال نعمت کی تمنا نہ کرے ورنہ یہ حسد ہے اور حرام ہے یہ فوائد نووی شارح مسلم نے لکھے ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی جو خیال میں آئے لکھے جاتے ہیں۔ (۸) ان میں یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی اس سے یہ ثابت ہوا کہ راکب اگر کسی مصلحت سے اپنے خدام سے ایسا کام لے یا کوئی محب محض اکرام و محبت سے ایسا کرے تو اس کو گوارا کر لینا جائز ہے۔ البتہ برائے کبر نہ ہو۔ (۹) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے راہ میں بعض مقامات متبرکہ میں نماز پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ مقامات شریفہ میں نماز پڑھنا موجب برکت ہے۔ بشرطیکہ اس مقام سے کسی مخلوق کی بندگی یا اس سے حاجت روائی مقصود نہ ہو تو سمجھ لو نازک بات ہے۔ (۱۰) اور ان میں یہ بھی ہے کہ راہ میں آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا جیسا کہ چھٹے واقعہ میں مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر راکب اور عابر کسی جالس ور اجل کو نہ دیکھنے کی وجہ سے سلام نہ کر سکے تو اس کے لئے افضل ہے کہ راکب و عابر کو سلام کرے۔ (۱۱) اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بعض اعمال پر لوگوں کو جزا ملتے ہوئے دیکھا اس سے ان اعمال خیر و شر کا قابل ارتکاب و اجتناب ہونا ثابت ہوا جیسا کہ ظاہر ہے۔ (۱۲) ان میں یہ ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھی اس سے تحیۃ المسجد کا مسنون ہونا

ثابت ہوا۔ (۱۳) ان میں یہ بھی ہے کہ بیت المقدس میں آپ امام بنائے گئے اس سے ثابت ہوا کہ امامت افضل القوم کی افضل ہے۔ (۱۴) اور ان میں یہ بھی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں اپنے فضائل کا خطبہ پڑھا اس سے ثابت ہوا کہ اگر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو بطور شکر و تحدث بالنعمۃ کے ظاہر کرے تو محمود ہے۔ (۱۵) اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ کو پیاس لگی تو کئی قسم کے مشروبات آپ کے سامنے حاضر کئے گئے اس سے ثابت ہوا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں فراخی کرنی خصوصاً مہمان کے لئے جائز ہے۔ (۱۶) اور اگر اس پیشی کی غرض پر نظر کی جاوے کہ امتحان تھا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں امتحان لینا جائز ہے۔ (۱۷) اور ان میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آپ کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے تھے جیسا دسویں میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکرام کے لئے خادم دونوں طرف گھیرے ہوں تو برا نہیں۔ (۱۸) اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ جب آسمانوں پر پہونچے تو فرشتوں نے اور انبیاء علیہم السلام نے آپ کو مرحبا کہا اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کا اکرام اور اظہار فرحت اس کے آنے پر مطلوب ہے۔ (۱۹) اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے آسمانوں میں خود انبیاء علیہم السلام کو سلام کیا اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اگرچہ آنے والا افضل ہو۔ (۲۰) اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے فضائل ذکر کرکے اپنے لئے دعا فرمائی اس سے مقام قرب میں پہونچکر بھی دعا کی فضیلت معلوم ہوئی۔ (۲۱) ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو مشورہ دیا کہ نماز کی تعداد میں کمی کی درخواست کیجئے اس سے معلوم ہوا کہ نیک مشورہ دینا اور خیر خواہی کرنا اچھی بات ہے گو جس کو مشورہ دیا جاوے وہ اپنے سے رتبہ میں بڑا ہی ہو۔ (۲۲) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے تخفیف صلوٰۃ کی درخواست کی اس سے معلوم ہوا کہ مفید مشورہ کو قبول کر لینا پسندیدہ اور اچھا ہے۔ (۲۳) ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام ہانی نے آپ سے عرض کیا کہ اس قصہ کو لوگوں سے نہ فرمایئے جیسا کہ واقعہ ۲۲ میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے اظہار سے فتنہ ہوتا ہو اس کو ظاہر نہ کیا جاوے کیونکہ ان کے مشورہ کا یہی حاصل ہے۔

(۲۴) پھر آپ کے جواب سے معلوم ہوا کہ اس اصل میں تفصیل ہے یعنی جو امر دین میں ضروری نہ ہو اس کو ظاہر نہ کیا جاوے اور ضروری میں فتنہ کی کچھ پرواہ نہ کی جاوے۔ (۲۵) ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے حالات پوچھے جس سے غرض یہ تھی کہ میری تصدیق کرنے سے کفار وثوق کریں گے جیسا کہ واقعہ ۲۵ میں مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ مکالمت اہل حق و اہل باطل کے وقت تائید حق کے لئے گفتگو میں ظاہراً مخالف کا طرفدار بنجانا بھی جائز ہے یہ کل پچیس ہوئے مطابق عدد واقعات کے واللہ اعلم۔

قسم ثانی فوائد حکمیہ بالکسر۔ اور یہ بھی پچیس ہیں پندرہ تنبیہ کے عنوان سے پانچ تحقیق کے عنوان سے اور پانچ دفع اشکال کے عنوان سے چنانچہ آگے آتا ہے اور یہ قسم ثانی بصورت تفسیر آیت اسرا۱۶ لکھی جاتی ہے جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن سے نقل کر دیا ہے وہو ہذا۔

تفسیر آیۃ الاسراء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبحٰنَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلًا مِّنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَا الَّذِی بٰرَکنَا حَولَہٗ لِنُرِیَہٗ مِن اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ ۞

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصے (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد (کہ ملک شام ہے) ہم نے (دینی و دنیوی) برکتیں کر رکھی ہیں دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں دنیوی برکت یہ کہ وہاں اشجار و انہار و پیداوار کی کثرت ہے غرض اس مسجد اقصے تک عجیب طور پر اس واسطے لے گیا تاکہ ہم اُن (بندہ) کو اپنی کچھ عجائبات قدرت دکھلاویں۔ (جن میں بعض تو خود وہاں کے متعلق ہیں۔ مثلاً اتنی بڑی مسافت مدت قصیرہ میں طے کرنا سب انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا ان کی باتیں سننا وغیر ذلک اور بعض آگے کے متعلق ہیں مثلاً آسمانوں پر جانا اور عجائبات کثیرہ دیکھنا) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں (چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو سنتے احوال کو دیکھتے تھے اس لئے ان کو اس طرح مکرم و مقرب بنایا) اس مقام پر چند تنبیہات اور چند تحقیقات اور چند دفع اشکالات ہیں۔

پہلی تنبیہ سبحان تنزیہ و تعجب کے لئے مستعمل ہے چونکہ یہ لیجانا عجیب تھا اور عجیب ہونے کی وجہ سے قدرت عظیمہ پر دلالت کرتی ہے اس لئے اس سے شروع کرنا مناسب ہوا اور اسی لئے احقر نے ترجمہ میں لفظ عجیب طور پر کو ظاہر کر دیا اور یہ جانا براق پر تھا جیسا صحاح میں ہے جس کی برق رفتاری بھی عجیب تھی۔

لہ اور وہ خدا جملہ عیوب سے منزہ ہے جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرد دگرد ہم نے ہر قسم کی برکتیں رکھی ہیں اس بندے کو لیجانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم اس کو اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک خدا بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے۔

دوسری تنبیہ اس مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لیجانے کو اسراء کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں اور دونوں لفظ مجموعہ پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔

تیسری تنبیہ یہاں بعبدہ کہنے سے دو فائدے ہیں ایک تو اظہار آپ کے قرب و قبول کا دوسرے اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ پر الوہیت کا شبہ نہ کر سکے۔

چوتھی تنبیہ ہر چند کہ اسراء رات ہی کے لئے چلنے کو کہتے ہیں لیکن لیلاً کی تصریح اس لئے ہے تاکہ باعتبار عرف و محاورات کے تبعیض پر دال ہو اور زیادہ دلالت کرے قدرت پر کہ تھوڑی ہی رات میں اتنا دراز کام کر لیا گیا۔

پانچویں تنبیہ مسجد حرام کا اطلاق گاہے کبھی مطلق حرم پر بھی آتا ہے اور یہاں دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ اس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ ام ہانی کی گھر میں تھے پس آیت کو دونوں پر محمول کر سکتے ہیں اور وجہ تطبیق دونوں حدیثوں میں بہت سہل ہے کیونکہ ام ہانی کے گھر سے حطیم میں آجانا اور وہاں سے آگے جانا کوئی بعید از عقل بات نہیں۔

چھٹی تنبیہ مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اقصیٰ کے معنی عربی میں ہیں بہت دور چونکہ وہ مسجد مکہ سے بہت دور ہے اسی لئے اقصیٰ کہا گیا۔

ساتویں تنبیہ۔ ہر چند کہ عجائبات کا مشاہدہ بدون آپ کے لیجائے ہوئے بھی ممکن تھا لیکن اس میں اور اسی طرح رکوب میں اور زیادہ اکرام و اظہار شان ہے اس لئے آپ کو اس طرح لے گئے۔

آٹھویں تنبیہ۔ رات کی تخصیص میں یہ حکمت لکھی ہے کہ عادۃً وہ وقت خلوت کا ہے اس میں بلانا تکریم و توقیر میں خصوصی امتیاز کی دلیل ہے۔

نویں تنبیہ۔ یہاں مسجد اقصیٰ سے مراد صرف اس مسجد کی زمین ہے کہ حقیقت میں مسجد اصالۃً زمین ہی ہوتی ہے اور عمارت تو تبعاً مسجد ہوتی ہے وجہ اس مراد لینے کی یہ ہے کہ یہ بات

تاریخ سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے درمیان میں اس کی عمارت منہدم کردی گئی تھی چنانچہ عنقریب تفسیر آیات قضینا الیٰ بنی اسرائیل میں مذکور ہوگا اس لئے ظاہراً اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کا جب اس وقت وجود ہی نہ تھا پھر وہاں تک لیجانے کے کیا معنی پس اس مراد کے تعیین سے وہ شبہ جاتا رہا اور اگر اس حدیث پر شبہ ہو کہ کفار معترضین نے آپ سے بیت المقدس کے ہیئت وکیفیت دریافت کی تھی اس کے کیا معنی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو منہدم عمارت کی ہیئت دریافت کرنا بھی ممکن ہے علاوہ اس کے اُس زمین کے قرب میں لوگوں نے کچھ عمارتیں بنام نہاد بیت المقدس کے بنائی تھیں اس سے بھی سوال ممکن ہے۔

دسویں تنبیہ۔ الذی بارکنا بطور مدح کے بڑھایا ہے اور اس سے خود اس مسجد کا مبارک ہونا بدرجہ اولی سمجھ میں آگیا کیونکہ جب اس کے آس پاس باوجود مسجد نہ ہونے کے برکت ہے تو خود اس میں تو ضرور برکت ہوگی کیونکہ آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں ایک دنیوی سو اس سے تو دینی برکت ضرور زیادہ ہے اور دوسری دینی کہ مدفن انبیاء ہے سو دفن ہونا صرف تعلق جسم کا ہے اور قبلہ ہونا جیسا کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا وہ قبلہ رہا ہے تعلق روح کا ہے اور یہ زیادہ موجب برکت ہوگا خصوصاً جبکہ وہاں ہی رہ کر عبادت کریں کہ جسم کا تعلق بھی ہوجاویگا کیونکہ وہ قبلہ ہونے کے ساتھ اکثر انبیاء کا خلوت گاہ اور محل عبادت بھی رہا ہے پس اس طرح خود اس مسجد کے مبارک تر ہونے پر دلالت ہوگئی پس بعض کتب میں جو لکھا ہے کہ موضع جسد شریف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے بھی افضل ہے اس قول کو فضیلت جزئی پر محمول کرنا مناسب ہے واللہ اعلم۔

گیارھویں تنبیہ۔ لنریہ من ایتنا میں آیات کا اطلاق جو کہ عرفاً عظیم اور کمال پر دلالت کرتا ہے اور آیات سماویہ خصوصاً جبکہ آسمانوں پر انبیاء بھی تھے جیسا احادیث معراج میں ہے آیات ارضیہ سے اعظم اور اکمل ہیں اس طرح یہ اطلاق اشارہ کرتا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے آگے بھی آپ کو لے گئے اسی لئے روح المعانی میں یوں تفسیر کی ہے لنریہ من ایتنا ای لنرفعہ الی السماء حتی یری

ما یری من العجائب مگر تصریح نہ کرنے میں شاید یہ نکتہ ہو کہ وہ اور زیادہ عجیب ہے اور انکار اس کا قریب ہے اور نص قطعی کا انکار کفر ہے پس تصریح نہ کرنا رحمت ہے ضعفاء کے ساتھ۔

بارہویں تنبیہ۔ من کا تبعیضیہ لینا اس وجہ سے ہے کہ واقع میں ایسا ہی ہوا تھا چنانچہ صحاح میں ہے کہ قلم کے چلنے کی آواز آتی تھی اور ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم نہیں دیکھے۔

تیرہویں تنبیہ۔ اسریٰ میں ضمیر غائب کی ہے اس سے شروع کیا گیا اور انہ ہو السمیع پر کہ اس میں بھی ضمیر غائب کی ہے ختم کیا گیا اور درمیان میں ضمیر متکلم کہ جو تعظیم پر بھی دلالت کرتی ہے لائی گئی اس میں یہ نکات ہیں اول کلام میں تجدید اور سننے والے کو سرور دلانا ــــ دوم برکات اور آیات اور ارادات کا اعظم ہونا سوم اسراء کے بعد قرب کے زیادہ ہونے کی طرف اشارہ اور قرب کے وقت حقیقتاً ہم کلامی کی طرف۔

چودہویں تنبیہ۔ انّہ ھو السَّمِیعُ البَصِیرُ کے بڑھانے کا فائدہ ایک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکذبین کو وعید ہے کہ ہم تمہاری تکذیب و مخالفت کو دیکھتے سنتے ہیں خوب سزا دیں گے۔

پندرہویں تنبیہ۔ لنریہ من اٰیٰتنا کے بعد اس کا بڑھانا مشیر اس طرف ہے کہ گو رویت عجائبات کی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی مگر علم میں ہمارے برابر نہیں ہو گئے کیونکہ ان کو تو ہم نے دکھلایا اور ہم بالذات سمیع بصیر ہیں دوسرے انہوں نے بعض آیات کو دیکھا اور ہم علی الاطلاق سمیع بصیر ہیں۔

تحقیقات

پہلی تحقیق۔ یہاں مسجد اقصیٰ تک جانا مذکور ہے اندر جانا احادیث میں مصرح ہے کہ آپ اندر تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام سے ملے اور آپ نماز میں ان کے امام بنے۔

دوسری تحقیق۔ آگے آسمانوں کی طرف جانا اس آیت میں مصرح نہیں ہے گو اس کی طرف اشارہ ہے اور اس سے زیادہ صراحت کے قریب اشارہ سورہ والنجم میں ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی[1] یعنی آپ نے جبریل علیہ السلام کو دوسری بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے اور پہلی بار کا دیکھنا اس کے قبل وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی میں مذکور ہوا ہے سو اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے تھے کیونکہ لفظ عندہ متعلق لفظ "رای" کے ہے پس رویت عند السدرہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ رائی[2] اور مرئی دونوں سدرہ کے پاس ہوں گے پھر حدیثوں میں تو اس کی اس قدر تصریح ہے کہ مجال انکار ہی نہیں۔

تیسری تحقیق۔ جمہور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی اور دلیل اس کی اجماع ہے اور مستند اس اجماع کا یہ امور ہو سکتے ہیں۔

پہلی حق تعالیٰ نے جس اہتمام سے قصہ اسرار کو بیان فرمایا ہے اس سے اس کا غایت عجیب ہونا معلوم ہوتا ہے اگر یہ نوم میں یا روحانی طور پر ہوتی تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہوتی۔

دوسری لفظ "بعبدہٖ" سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حقیقی اور متبادر معنی جاء عبد فلان کے یہی ہیں کہ وہ بیداری میں دھڑ اور جان سمیت آیا پس عبد کا مصداق مجموعہ روح وجسد اور روح وجسد کے مجموعہ سے فعل کا صدور عادتاً حالت بیداری میں ہوتا ہے۔

تیسری اگر یہ خواب کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتی تو جس وقت کفار نے تکذیب کی تھی یا بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات پوچھے تھے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ تو آپ اس وقت بہت سہولیت سے جواب دیدیتے کہ میں بیداری میں اس کے ہونے کا کب مدعی ہوں جو تم ایسی باتیں کرتے ہو اور بیت المقدس کے ہیئت و کیفیت بیان کرنے کے متعلق فکر میں نہ پڑتے جیسا حدیثوں میں ہے کہ آپ کو فکر ہوئی حق تعالیٰ نے منکشف کر دیا اور آپ نے

---

[1] اور اس نے اس کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

[2] دیکھنے والا اور جس کو دیکھا گیا۔

تبلا دیا۔ اور بعض کو آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا[1] الخ سے شبہ ہوا ہے سو اول تو وہاں احتمال ہے کہ واقعہ بدر یا عمرہ مکہ کا خواب مراد ہو جیسا بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں جن کا ذکر اجمالاً اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ[2] اور لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا[3] میں آیا ہے اور اگر واقعہ معراج ہی مراد ہو تو رویا بمعنی رویت ہے کیونکہ رائی کے دونوں مصدر ہیں مثل قربی اور قرابت کے یا بقول بعض شب کے رویت کو رویا کہتے ہیں گو بیداری میں ہو یا تشبیہاً رویا کہہ دیا ہو اور وجہ تشبیہ کی یا عجائب کا دیکھنا ہے اور یا شب کے وقت واقع ہونا اور بعض کو شریک کی حدیث سے جس کے آخر میں ثم استیقظت ہے شبہ پڑ گیا ہے سو چونکہ شریک محدثین کے نزدیک حافظ حدیث نہیں اور دوسرے حفاظ کے خلاف کیا اس لئے وہ زیادتی غیر مقبول ہے کذا فی روح المعانی یا محمول ہے تعدد واقعہ پر کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ عروج روحانی آپ کو کئی بار ہوا ہے یعنی اس معراج سے پہلے خواب میں عروج ہوا ہے جس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ تدریجاً اس معراج اعظم کی استعداد اور برداشت ہو سکے اور بعض کو حضرت معاویہؓ و حضرت عائشہ رضؓ کے اقوال[4] سے شبہ ہو گیا ہے

[1] اور وہ خواب جو ہم نے تمہیں دکھایا۔ [2] جبکہ اللہ نے وہ کافر تجھے تیرے خواب میں تھوڑے کر کے دکھلائے۔ [3] بیشک اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا [4] حضرت عائشہ رضؓ کا قول یہ ہے کہ واللہ ما فقد جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج او نحوہ یعنی شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک مفقود یعنی غائب نہیں ہوا اس کا ایک جواب تو متن میں مذکور ہے۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں اس کا جو جواب آیا ہے وہ بہت لطیف ہے وہ یہ کہ فقدان کے دو معنی ہیں ایک تو چیز کا اپنی جگہ سے گم ہو جانا یا ہٹ جانا دوسرے تلاش کرنا چنانچہ دوسرے معنی میں فقدان کا استعمال نص میں بھی آیا ہے قالوا واقبلوا علیہم ماذا تفقدون یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے متوجہ ہو کر ڈھونڈنے والوں سے کہا کہ تم لوگ کس چیز کو تلاش کرتے ہو یہاں فقدان کے معنی طلب ہی کے زیادہ ظاہر ہیں پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک گھر سے غائب نہیں رہے کہ آپ کی تلاش کی جاتی یہ مطلب نہیں کہ ساری رات میں اپنے گھر سے جدا نہیں ہوئے وہیں رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ گھر سے جدا تو ہوئے مگر زیادہ دیر نہیں لگی جس میں

(بقیہ صفحہ آئندہ)

سو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو اس وقت تک آپ کے نکاح میں بھی نہ آئی تھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت تک اسلام بھی نہ لائے تھے خدا جانے

(بقیہ صفحہ ۷۱) گھر والوں کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو ۱۲ منہ۔

حاشیہ الحاشیہ ۲؎ قلت نص البغوی فی تفسیر ماذا تفقدون ما الذی ضل عنکم والفقدان ضد الوجدان آہ وکذا نص فی الخازن بان الفقدان ضد الوجود آہ (ص ۲۴۶ ج ۳) وکذا نص فی القاموس فقد یفقدہ فقداناً وفقوداً عدمہ فہو فقید ومفقود اھ (ص ۱۷۰۱) ولم اجد الفقود بمعنی التفقد بعد ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔ اور اگر فقدان کے وہی معنی لئے جاویں جو متبادر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شب معراج میں گم نہیں ہوا تب بھی اس سے معراج روحانی یا مناجی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور اپنے گھر سے اس رات جدا ہی نہیں ہوئے کیونکہ فقدان فعل متعدی ہے نہ کہ لازم اس کے معنی غیبت وانفصال کے نہیں بلکہ گم کرنے کے ہیں جس کے لئے ایک فاقد اور دوسرے مفقود کا ہونا ضرور ہے پس مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کسی نے گھر سے غائب اور گم نہیں پایا اور یہ درست ہے کیونکہ آپ سب گھر والوں کی ساتھ گھر میں سوئے تھے اور معراج ایسے وقت ہوئی جو کہ عادۃً لوگوں کے گہری نیند سونیکا وقت تھا پھر جاگنے کیوقت سے پہلے آپ واپس تشریف لے آئے بلکہ خود آکر گھر والوں کو نماز صبح کے لئے جگایا ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے رات کو جاگ کر حضور کو گھر میں نہ دیکھا ہو اور اتنی بات مفقود ہونے کے لئے ضروری ہے قلت ولعل ہذا مراد الشیخ فیرہ بالتفتیش والا فالفقدان غیر التفقد نعم ہو یستدعی فاقداً کما لا یخفی ۱۲ جامع

حاشیۃ الحاشیہ ۲؎ احقر اشرف علی کے ذہن میں حاشیہ بالا دیکھ کر ہی یہ تاویل آگئی تھی مگر اب اس تاویل کی اس دوسرے عنوان سے ذرا واضح تقریر کرتا ہوں وہ یہ کہ فقدان کے معنی تو گم ہی کرنے کے ہیں مگر اس کے دو درجے ہیں ایک مطلق گم کرنا اور ایک ایسا گم کرنا جس کے بعد اس کے تلاش میں لگ جاوے پس پہلا درجہ فقد مطلق ہوا دوسرا درجہ فقد مقید پس اس حدیث میں دوسرا درجہ مراد ہے یعنی آپ کا جسم ایسا مفقود

بقیہ صفحہ ۷۶ پر

کسی سے سنکر کہا ہے یا اجتہاداً کہا ہے یا کسی دوسرے واقعہ کی نسبت کہا ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

(بقیہ صفحہ ۷۵) نہیں ہوا جس سے تلاش کی نوبت آئی ہو کیونکہ زمانہ فقد کا اتنا قلیل تھا کہ کسی کو اس فقد کی اطلاع بھی نہیں ہوئی پس متن میں میری عبارت میں ہٹ جانے کو پہلے درجہ پر اور تلاش کرنے کو دوسرے درجہ پر محمول کیا جاوے تو اب معنی لغوی کے خلاف نہیں ہوا اور بنا بر قواعد تصوف یہ بھی ممکن ہے کہ جسم عنصری ملکوت میں پہونچا ہو اور جسم مثالی ناسوت میں رہا ہو اس کے دیکھنے والے نے اس کو جسم عنصری سمجھ کر فقد کا حکم کر دیا ہو جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام کو آپ نے بیت المقدس و سموات میں باجساد ہم دیکھا اور ان کے اجساد قبور میں بھی تھے یہاں اس کا عکس ہوا اور موٹی بات ہے کہ معراج جسد عنصری سے نہ ہوتی تو اتنا انکار اس پر نہ ہوتا اور اگر غلط فہمی سے ہوتا تو آپ یہی جواب دیدیتے کہ میں جسد عنصری سے دعویٰ نہیں کرتا کہ اس پر اس قدر استبعاد کیا جاوے اور اسی سے یہ احتمال بھی دفع ہو گیا کہ شاید جسم عنصری یہاں رہا ہو اور جسد مثالی سے معراج ہوئی ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ استبعاد کو اس طرح دفع فرما دیتے نیز جسد مثالی کو براق پر سوار ہونے کی حاجت نہ ہوتی اس پر خود روحانیت غالب ہے نیز بعد قطع حجب تنہائی میں آپ کو وحشت نہ ہوتی جو حضرت ابوبکرؓ کی آواز کے مشابہ آواز سے رفع کی گئی۔ (کما فی نشر الطیب عن شفاء الصدور) ایسی وحشت خاصہ جسد عنصری کا ہے۔ نیز ذالبیی میں ضجنان آپ کا پیاس میں پانی پینا (کذا فی نشر الطیب عن متن محمد بن اسحٰق) یہ بھی دلیل ہے اسی کی کیونکہ جسم مثالی پیاس سے مبرا ہے اور اگر احتمال مدفوع کو مساوی یا راجح بھی مان لیا جاوے تب بھی ہم تو مستدل کے مقابلہ میں مانع نہیں کیونکہ احتمال ضعیف بھی نافع ہے اور مستدل کو مفر اور احقر جامع عرض کرتا ہے کہ بعد میں تفسیر تنویر المقباس میں جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ ماذا تفقدون اور نفقد کی تفسیر ماذا تطلبون اور نطلب کے ساتھ میری نظر سے گذری اور یہ تفسیر بالکل اس معنی کے مطابق ہے جو حضرت حکیم الامۃ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمائے ہیں کیونکہ طلب کے معنے تلاش کرنے اور ڈھونڈنے ہی کے ہیں اور بظاہر ابن عباس کی یہ تفسیر باللازم ہے اور فقدان اکثر طلب کو مستلزم ہوتا ہے لہذا ملزوم کی تفسیر لازم سے فرما دی لیکن اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ گاہے فقدان سے طلب و تفتیش بھی مراد ہوا کرتی ہے پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں بھی اس معنی کا احتمال ہے جیسا کہ حضرت مولانا نے فرمایا ہے

(بقیہ صفحہ ۷۷ پر)

چوتھی تحقیق۔ بیت المقدس تک جانے کا منکر کافر ہے اور ماؤل مبتدع ہے اور آگے جانیکا منکر اور ماؤل مبتدع ہے اور ہر چند کہ سورۂ نجم میں تقریباً تصریح ہے لیکن لفظ "عند" میں احتمال ہے کہ وہ "راٰہ" کے مفعول کا حال ہو اس لئے آپ کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچنے میں نص نہیں ہے۔

پانچویں تحقیق۔ اس میں اختلاف ہے کہ حق تعالیٰ کو اس شب میں آپ نے دیکھا یا نہیں اس میں سلف اور خلف سب کا اختلاف ہے اور روایات محتمل تاویل کو ہیں کیونکہ رویت کی اثباتی روایات میں احتمال ہے کہ رویت بالقلب مراد ہو اور نفی کی روایتوں میں کسی خاص رویت کی نفی مراد ہو مثلاً قیامت کے روز جنت میں جو انکشاف ہوگا یہ انکشاف اس سے کم ہو گو رویت صادق آوے جیسے بے عینک دیکھنا بھی دیکھنا ہے اور عینک سے اور زیادہ انکشاف ہوتا ہے غرض اس مسئلہ میں توقف بہتر ہے۔

دفع اشکالات

دفع اشکال اول۔ بعض کو وسوسہ ہوا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باب میں فرمایا ہے [۱] نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آپ کے لئے مِنْ تبعیضیہ کیوں فرمایا جواب یہ ہے کہ ملکوت السموٰت والارض کل آیات تو نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بعض جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا اس بعض سے اعظم ہو۔

دفع اشکال دوم بعض ظاہر پرست شبہ کرتے ہیں کہ خرق والتیام یعنی پھٹنا اور ملنا افلاک کا

(بقیہ صفحہ ۷۶ پر) واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور ہر چند کہ تفسیر تنویر المقیاس اکثر محدثین کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ اس کے راوی کلبی اور ان کے شاگرد محمد بن مروان سدی صغیر مجروح ہیں مگر سیوطی نے اتقان میں ابن عدی کا یہ قول نقل کیا ہے قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحۃ وخاصۃ عن ابی صالح وھو معروف بالتفسیر ولیس لاحد تفسیر اطول منہ ولا اشبع آہ (ص ۱۹۲ ج ۲) جس سے فی الجملہ اس کی تقویت ہوتی ہے دوسرے یہ مسئلہ کوئی احکام کے قبیل سے نہیں جس میں راوی کا مجروح ہونا مضر ہو بلکہ از قبیل نقل لغت ہے جس میں بہت وسعت ہے فافہم واللہ اعلم۔ [۱] اور ہم نے اسی طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھائے۔

محال ہے جواب یہ ہے کہ اس دلیل کے سب مقدمات باطل ہیں جیسا کہ اپنے محل میں مذکور ہے۔

دفع اشکال سوم بعض کہتے ہیں کہ اس قدر تیز رفتاری کیونکر ممکن ہے جواب یہ ہے کہ بعض کواکب باوجود اس قدر عظیم ہونے کے نہایت تیز رفتار ہیں اور سرعت کی عقلاً کوئی حد نہیں ہے۔

دفع اشکال چہارم بعض کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے ہوا نہیں اور حرارت شدید ہے جسم عنصری سلامت نہیں رہ سکتا جواب یہ ہے کہ ایک امر محال تو ممکن نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک بعید از عقل چیز کے واقع ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہو سکتا۔

دفع اشکال پنجم بعض کہتے ہیں کہ آسمان ہی موجود نہیں جواب یہ ہے کہ ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔ (یعنی اس کو دلیل سے ثابت کر کے دکھاؤ) قصیدہ کا ترجمہ یہ ہے

آپ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک (یا وجودیکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے) ایسے (ظاہر و باہر و تیز رو کمال نورانیت و ارتفاع کدورت کے ساتھ) تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے ۱۲۔ اور آپ نے بحالت ترقی رات گذاری اور یہاں تک ترقی فرمائی کہ ایسا قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربانِ درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہونچا یا گیا تھا بلکہ اس مرتبہ کا بسبب غایۃ رفعت کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا۔ اور آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیاء و رسل نے اپنا امام و پیشوا بنایا جیسا کہ مخدوم خادموں کا امام و پیشوا ہوتا ہے اور منجملہ آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ) آپ سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہے ایسے لشکر ملائکہ میں (جو بلحاظ آپکی عظمت و شان و تالیف قلب مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور) جس کے سردار اور صاحب علم آپ ہی تھے (آپ رتبۂ عالی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے اور آسمانوں کو برابر طے کرتے رہے) یہاں تک کہ جب آگے بڑھنے والے کی قرب و منزلت کی نہایت تم ہی اور کسی طالب رفعت کے واسطے کوئی موقع ترقی کا نہ رہا تو جس وقت آپکی

ترقیات نہایت درجہ کو پہونچ گئیں تو آپ نے ہر مقام انبیاء کو (یا ہر صاحب مقام کو) بہ نسبت اپنے مرتبہ کے جو خداوند تعالیٰ سے عنایت ہوا پست کر دیا جبکہ آپ یا محمد اُدنُ کہہ کر واسطے ترقی مرتبہ کے مثل یکتا اور نامور شخص کے پکارے گئے (یہ ندا یا محمد کی اس لئے تھی) تاکہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو نہایت درجہ آنکھوں سے پوشیدہ تھا (اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی) اور تاکہ آپ کامیاب ہوں اس اچھے بھید سے جو غایۃ مرتبہ پوشیدہ ہے۔

(تیرھویں فصل)

ہجرت حبشہ

یہ نبوت کے پانچویں سال میں ہوئی جس کا سبب یہ ہوا کہ کفار مسلمانوں کو بہت تکلیف دیتے تھے اس وقت آپ کی اجازت سے چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا اس نے مسلمانوں کو اچھی طرح جگہ دی کفار قریش کو اس بات سے بہت غصہ آیا۔ انہوں نے کئی شخصوں کو تحف و ہدایا دیکر نجاشی کے پاس بھیجا کہ مسلمانوں کو اپنے پاس جگہ نہ دے جب انہوں نے جاکر اپنا مطلب عرض کیا نجاشی نے اپنے دربار میں مسلمانوں کو اور ان لوگوں کو بلاکر گفتگو کی حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہم لوگ گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اپنا کلام ان پر نازل فرمایا تو ہم راہ راست پر آئے وہ بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں نجاشی نے کہا جو کلام اُن پر اترا ہے اس میں سے کچھ پڑھو انہوں نے سورۂ مریم شروع کی نجاشی بہت متاثر ہوا اور مسلمانوں کو تسلی دی اور فرستادگان قریش کو واپس کر دیا۔ حدیثوں میں تصریح ہے کہ نجاشی مسلمان ہو گئے تھے اور زاد المعاد میں ہے کہ پھر جب آپ کے مدینہ کو ہجرت فرمانے کی خبر ان لوگوں کو پہنچی تو ۳۳ آدمی حبشہ[1] سے لوٹ آئے سات تو مکہ میں روک لئے گئے اور باقی مدینہ پہونچ گئے اور بقیہ نے کشتی کے رستہ سال غزوۂ خیبر میں مدینہ کو ہجرت کی ان صاحبوں کو دو ہجرتوں کی وجہ سے اصحاب الہجرتین کہتے ہیں۔

[1] یعنی مکہ کو تاکہ وہاں سے پھر مدینہ چلے جاویں گے۔

(چودھویں فصل)

نبوت ملنے کے بعد مکّہ کے حالات

پہلا واقعہ۔ جب آپ پر وحی اول نازل ہوئی اور آپ نے حضرت خدیجہؓ سے بیان فرمایا وہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئیں انہوں نے آپ کے صاحب وحی ہونے کی تصدیق کی اور حضرت خدیجہ دولت ایمان سے مشرف ہوئیں۔ اور عورتوں میں سب سے اول حضرت خدیجہؓ اور آزاد جوانوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور لڑکوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ اور بعد ازیں حضرت عثمانؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ ایمان لائے اور روز بروز لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

دوسرا واقعہ جب آپ پر آیت وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ[1] نازل ہوئی آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا اور سب کو جمع کر کے شرک پر رہنے کی حالت میں عذاب سے ڈرایا ابولہب نے آپ کی شان میں سخت الفاظ کہے تو سورہ تبت نازل ہوئی جس میں اُس کی اور اُس کی جورو کی مذمت ہے وہ بھی آپ کے ساتھ بہت دشمنی رکھتی تھی اس ابولہب کے دو بیٹے تھے عتبہ اور عتیبہ آپ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم ان دونوں کے نکاح میں تھیں (اس وقت اختلاف دین سے نکاح درست تھا) ابولہب نے بیٹوں کو کہا کہ اگر تم ان بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو تم سے علاقہ نہ رکھوں گا ان دونوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور عتبہ نے تو ایسی بے حیائی کی کہ آپ کے سامنے جا کر یہ کلمات کہدیئے اس گستاخی پر آپ نے بددعا کی اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ[2] ایک بار تجارت کے لئے شام جاتا تھا رستہ میں

---

[1] اے پیغمبر اپنے قریب کے رشتے داروں کو ڈرا۔

[2] یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دیجے۔

ایک منزل پر جہاں شیر لگتا تھا ٹھہرنا ہوا ابولہب نے بیٹے کی حفاظت کے واسطے تمام اسباب کا ایک ٹیلہ بنا کر عتبہ کو اس پر بٹھلایا اور سب کو اس کے گردا گرد سلایا رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا مگر شقاوت کی حالت یہ تھی کہ اس پر بھی ایمان نہیں لاتے تھے یہ سب قصے قریب زمانہ نبوت کے ہیں۔

تیسرا واقعہ جب ہجرت حبشہ کی ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے بھی ارادہ ہجرت حبشہ کا کیا مکہ سے نکل کر برک الغماد تک کہ چار منزل مکہ سے ہے پہونچے تھے کہ مالک بن غنہ کہ سردار قوم قارہ کا تھا ملا اور ان کو اپنی پناہ میں مکہ لے آیا اور سب کفار قریش سے کہدیا کفار نے کہا بایں شرط ہم کو منظور ہے کہ یہ قرآن گھر سے باہر اور بآواز بلند نہ پڑھا کریں حضرت صدیق رضؓ نے چندے ایسا ہی کیا پھر ضبط نہ ہو سکا اور بآواز بلند پڑھنا شروع کیا محلہ کی عورتیں جمع ہو کر سننے لگیں کفار نے اس رئیس پناہ دہندہ سے کہا اس نے حضرت صدیق رضؓ سے کہا کہ خلاف عہد کرتے ہو تو میری پناہ نہ رہے گی انہوں نے فرمایا مجھ کو سوائے خدا کے کسی کی پناہ میں رہنا منظور نہیں وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا اور آپ بامان الٰہی محفوظ رہے۔

چوتھا واقعہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانان ہمراہی آپ کے اکثر چھپے رہتے اور انتالیس تک شمار اہل اسلام پہونچی تھی آپ ارقم کے گھر میں تھے اس زمانہ میں عمر بن الخطاب اور ابوجہل بن ہشام دو بڑے سردار تھے آپ نے دعا فرمائی یا اللہ دین اسلام کو عزت دے اسلام عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام سے سو حضرت عمر رضؓ کے حق میں وہ دعا قبول ہوئی اور دوسرے دن حضرت عمر رضؓ مشرف باسلام ہوئے یہ ۶ سنہ نبوت میں ہوا۔

پانچواں واقعہ۔ آپ جب طائف سے واپس تشریف لائے کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امن طلب کیا۔ مطعم نے امن دیا اور ہمراہ آپ کے مسجد میں آیا آپ ابھر مطعم کا شکریہ[1] فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] بخاری میں حدیث ہے کہ جب آپکی خدمت میں بدر کے کفار قیدی لائے گئے تو آپنے فرمایا کہ اگر مطعم ابن عدی اسوقت زندہ ہوتا اور مجھ سے ان مرداروں کے باب میں سفارش کی گفتگو کرتا تو اسکی خاطر سے

قصیدہ کا ترجمہ یہ ہے۔ اگر کوئی حاسد ان آیات (نبوۃ) کا براہ تجاہل انکار کرے حالانکہ وہ امور میں پورا ہوشیار اور فہیم ہے تو اس کا تو ہرگز تعجب مت کرو ۱۲ اس لئے کہ کبھی آنکھ بسبب درد کے آفتاب کی روشنی کو برا سمجھتی ہے اور کبھی دہن بسبب بیماری کے ذائقہ آب شیریں کو ناپسند کرتا ہے ۱۲ عطر الوردہ۔

(پندرھویں فصل)

ہجرت مدینہ طیبہ میں

جب تیرھویں سال نبوت بیعت عقبہ ثانیہ واقع ہو چکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اجازت ہجرت مدینہ طیبہ کی فرمائی اور اصحاب نے خفیہ روانہ ہونا شروع کیا۔ ایک دن سرداران کفار قریش مثل ابوجہل وغیرہ دار الندوہ میں کہ قریب خانہ کعبہ کے ایک مکان مشورت کا تھا جمع ہوئے اور بعد گفتگوئے بسیار کے سب کی رائے آپ کے باب میں یہ قرار پائی کہ ہر قبیلہ قریش میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو اور سب مجتمع ہو کر رات کو محمدؐ کے مکان پر جا کر محمدؐ کو قتل کر دیں بنی ہاشم (کہ حامی آپ کے ہیں) سارے قبائل قریش سے طاقت مقاومت کی نہیں رکھ سکتے بالضرور خونبہا پر راضی ہو جاویں گے اور ہم لوگ بے تکلف دیت ادا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس راز پر مطلع فرمایا اور حکم ہوا کہ آپ مدینہ کو ہجرت کر جاویں آپ شب کو گھر میں سے کہ کفار نے دروازہ مبارک گھیر لیا آپ امانتیں حضرت علیؓ کو سپرد کر کے گھر سے نکل گئے اور بقدرت خداوندی کسی کو نظر نہ آئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے جا کر ان کو ہمراہ لیکر نہایت احتیاط سے غار ثور میں جا چھپے۔ یہاں کفار نے گھر میں جا کر آپ کو نہ دیکھا تو تلاش میں مشغول ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے غار تک پہونچے بعد آپ کے غار میں داخل ہونے کے مکڑی نے جالا غار کے مونھ پر پور دیا اور ایک کبوتر کے جوڑے نے آ کے غار میں انڈے دے کر سینے شروع کئے کفار نے جب یہ دیکھا کہنے لگے کہ اگر اس میں کوئی آدمی جاتا یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ

گیا ہوتا اور کبوتر جنگلی وحشی جانور ہے اس غار میں نہ ٹھہرتا یہ کہہ کر کفار پھر گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محافظت کے لئے تارِ عنکبوت اور بیضۂ کبوتر سے ایسا کام لیا کہ صدہا زرہ آہنی اور جوانان جنگی اور قلعہ محکم سے نہ نکلتا۔ قصیدہ بردہ کے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جنکا ترجمہ یہ ہے۔

اور میں قسم کھاتا ہوں اس خیرہ کرم کی جس کو غار ثور نے جمع کر رکھا تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابو بکر صدیق رضؓ) ایسے حال میں کہ ہر چشم کفار کی آپ کے دیکھنے سے اندھی تھی ۱۲ ۱ہ بس آپ کہ سراپا صدق تھے۔ اور حضرت صدیق غار سے ہٹے نہیں اور کفار کہتے تھے۔ کہ غار میں کوئی بھی نہیں ۱۲ ۱ہ انہوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات کے گرد نہیں پھرے اور انہوں نے انڈے نہیں دئے اور مکڑی نے آپ پر جالا نہیں بنا ۱ہ خداوند تعالیٰ کی حمایت و حفاظت نے آپ کو دوہری بنی ہوئی زرہ یا اوپر تلے دو زرہوں کے پہننے سے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پرواہ کر دیا تھا ۱۲ عطر الوردہ۔

تین دن تک آپ غار میں رہے عامر بن فہیرہ کہ حضرت ابو بکر رضؓ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے متصل غار کے بکریاں چراتے تھے وہ دودھ بکریوں کا آپ کو اور حضرت ابو بکر کو پلا جاتے اور عبد اللہ بیٹے ابو بکر صدیق کے کہ جوان تھے مکہ میں قریش کی مجالس میں جا کر خبریں دریافت کر کے رات کو آپ کے حضور میں آ کر بیان کر دیتے تھے، پہلے سے عبد اللہ بن اُرَیقِط دُئلی کو کہ مشرک تھا رہبری کے لئے نوکر رکھ لیا تھا اور اونٹنیاں اسی کے سپرد کر دی تھیں بعد تین دن کے حسب الحکم وہ اونٹنیاں درِ غار پر حاضر لایا اور آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عامر بن فہیرہ سوار ہو کر براہ ساحل مدینہ کو روانہ ہوئے راہ میں عجائب غرائب معاملات واقع ہوئے مدینہ کے لوگ بخیال آپ کی تشریف آوری کے ہر روز استقبال کے لئے مکہ کی راہ پر آتے اور دوپہر کے قریب لوٹ جاتے جس روز آپ پہونچے اس روز بھی انتظار کر کے لوٹ چلے تھے کہ ایک بارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلہ پر سے آپ کی سواری دیکھی اور چلا کر اُن پھرنے والوں سے کہا۔

یا معاشر العرب ھذا جدکم وہ لوگ پھرے اور آپ کے ساتھ ہو کے مدینہ میں داخل ہوئے اہل مدینہ کی اس روز کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

یعنی ہم پر بدر نے طلوع کیا ثنیات الوداع سے ہم پر شکر کرنا فرض ہے جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرنیوالا رہے اے نبی جو ہم میں مبعوث ہوئے ہیں آپ ایسا حکم لیکر آئے ہیں کہ اسکی اطاعت ضروری ہے ۱۲ منہ ؎ اس کے معنی ہیں گھاٹیاں رخصت کی اہل مدینہ رخصت کرنے کیلئے مسافر کو جو بجانب مکہ جاتا تھا ان گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ثنیات الوداع مدینہ سے شام کیجانب ہے اور شعر مذکور بوقت معاودت آپ کے غزوہ تبوک سے پڑھا گیا تھا میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں جانب ایسا موقع ہو اور یہی نام ہو اور دونوں وقت یہ اشعار پڑھے گئے ہوں تو کیا استبعاد ہے ۱۲ منہ

آپ مکہ سے دوشنبہ کے روز ربیع الاول کے مہینے میں اور بقول بعض صفر کے ترپن سال کی عمر میں چلے تھے اور دوشنبہ ہی کے دن بارہویں ربیع الاول کو مدینہ پہونچے اور پہونچکر محلہ قبا میں کہ کنارہ شہر پر ذرا فاصلہ سے ہے منازل بنی عمرو بن عوف میں چودہ دن ٹھہرے اور تیسرے دن حضرت علی رضی بھی امانتیں ادا کر کے آپ سے آملے پھر آپ نے شہر مدینہ کے اندر تشریف رکھنے کا ارادہ کیا ہر ایک کی آرزو تھی کہ ہمارے محلہ میں ٹھہریں جب آپ سوار ہوئے ہر قبیلہ کے لوگ ساتھ تھے اور وہی آرزو بزبان تھی آپ نے فرمایا میری اونٹنی مامور ہے جہاں بیٹھ جاوے گی وہاں ہی مقیم ہونگا اونٹنی چلتے چلتے وہاں آبیٹھی جہاں اب ممبر مسجد شریف ہے متصل اس

؎ یعنی اے گروہ عرب یہ تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آپہونچا۔

جگہ کے حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کا گھر تھا وہاں اسباب آپ کا اتار اگیا اور آپ ان کے گھر ٹھیرے پھر آپ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی خریدی اور مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی۔

(قصیدہ کا ترجمہ یہ ہے) لہ اور آپ کو غار میں دونوں صاحبوں کے ہونے کے وقت کی۔

ایسی منقبت شریفہ مبارک ہو کہ آپ کے قبل کسی بشر نے اس کو حاصل نہیں کیا ۱۲ منہ

لہ اور دونوں صاحبوں نے اس غار سے نکلکر ہجرت کی جبکہ مدینہ کے سفر کا عزم کیا اور مدینہ پہونچکر سفر ختم ہو گیا ۱۲ منہ لہ اور اگر کچھ خبر معلوم کرنا ہو تو سراقہ اور ام معبد سے آپ کا حال پوچھو ان دونوں سے خبر ظاہر ہو گی ۱۲ منہ لہ آپ سے مدینہ پاکیزہ ہو گیا جب آپ وہاں مقیم ہوئے اور آپ جس وقت اس میں پہونچے تو اس کی خوشبوئے معطر پھیل گئی ۱۲ منہ

(سولھویں فصل)

مدینہ طیبہ میں تشریف آوری

پہلا واقعہ۔ بعد تشریف آوری اور آپ کے مدینہ میں عبد اللہ بن سلام کہ ایک بڑے عالم یہود میں تھے آپ کی ملاقات کے لئے آئے اور آپ سے تین لہ سوال کئے اور جواب صحیح پاکر ایمان لے آئے۔

دوسرا واقعہ حضرت سلمان فارسی رضؓ کہ اصل میں مجوسیان فارس سے تھے اور ان کی عمر بہت ہوئی اور دین مجوسی کو چھوڑ کر دین نصاریٰ انہوں نے اختیار کیا تھا اور زبانی علماء یہود اور نصاریٰ کے خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ بات کہ آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آویں گے سنکر مدینہ میں تھے کئی جگہ بکے تھے ان دنوں ایک یہودی کے غلام تھے حضور میں حاضر ہوئے اور علامات نبوت

لہ جہلاء عوام الناس میں ایک کتاب ہزار مسئلہ کے نام سے مشہور ہے جس میں عبد اللہ بن سلام کا آپ سے ہزار مسائل پوچھنا لکھا ہے اس روایت سے اس کا دروغ محض ہونا ثابت ہوا۔

دیکھ کر مسلمان ہو گئے آپ نے فرمایا کہ اپنی آزادی کی فکر کرو انہوں نے اپنے مالک سے کہا اس نے
چالیس اوقیہ[1] سونے پر (کہ یہاں کے قول سے سوا سیر سے زیادہ ہوتا ہے) مکاتب کر دیا اور
یہ بھی شرط کی کہ تین سو درخت چھوارے کے لگاویں اور جب وہ بار آور ہوں تب آزاد ہوں
آپ نے دست مبارک سے چھوارے کے درخت لگا دئے وہ سب اسی سال میں بار آور ہوئے
اور بقدر ایک بیضہ کے سونا غنیمت میں آیا تھا آپ نے سلمانؓ کو دیا کہ اس کو دیکر آزاد ہو جاؤ
انہوں نے عرض کیا کہ چالیس اوقیہ سونا چاہیئے یہ کیا کفایت کریگا آپ نے زبان مبارک اس پر
پھیر دی اور دعائے برکت کی سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے جو تولا چالیس اوقیہ تھا نہ کم نہ زیادہ اور ادا
کر کے آزاد ہو گئے اور حضور اقدس کی خدمت میں رہے۔

تیسرا واقعہ۔ مدینہ طیبہ میں بیر رومہ کا (کہ ایک کنواں ہے) پانی شیریں تھا اور دوسرے
کنوؤں کا پانی کھاری تھا اور اس کا مالک ایک یہودی تھا وہ پانی بیچا کرتا تھا اس سبب سے مسلمانوں
کو پانی کی تکلیف تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں
کے ڈول اس میں جاری کر دے اس کے لئے جنت ہے حضرت عثمان رضؓ نے اس کنوے کو خالص اپنے
مال سے خرید لیا اور وقف کر دیا۔

(ستر ھویں فصل)

آپ کے غزوات

آپ کی مدت اقامت مدینہ طیبہ میں وفات تک دس سال دو ماہ ہیں جب جہاد فرض ہوا
آپ نے کفار سے قتال شروع کر دیا اور سپاہ بھیجنے لگے جس جہاد میں آپ بہ نفس نفیس تشریف لیگئے
اس کو اہل سیر غزوہ کہتے ہیں اور جو لشکر آپ نے بھیجدیا اور خود تشریف فرما نہیں ہوئے اس کو سریہ
کہتے ہیں بتفصیل ہر غزوہ وسریہ کا حال لکھنا دشوار ہے اسی لئے بعض کا بہت مختصر حال لکھا

[1] ایک اوقیہ وزن میں سات مثقال کا ہوتا ہے۔

جاتا ہے اور اس دوران میں ہونے والے بعض دوسرے واقعات بھی ضمناً لکھے جاتے ہیں۔

سنہ اول[1] ہجرت ۔ جہاد فرض ہوا۔ حضرت حمزہ رضؓ کو تیس مہاجرین کے ساتھ بھیجا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں یہ ماجرا رمضان میں ہوا اور حضرت عبیدہ بن الحارث کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ کی طرف شوال میں روانہ کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو بیس مہاجرین کے ساتھ خرار کی طرف کہ ایک موضع[2] ہے قریب جحفہ کے ذیقعدہ میں روانہ کیا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں یہ سب سریے تھے پھر صفر میں غزوہ ابوا واقع ہوا اس میں خود تشریف فرما ہوئے ابوا ایک گاؤں تھا درمیان مکہ اور مدینہ کے اس کو غزوہ ودان بھی کہتے ہیں اور اسی سال آغاز اذان کا ہوا اور اسی سال حضرت عائشہ رضؓ رخصت ہو کر آئیں اور اسی سال مہاجرین والانصار کے درمیان عقد اخوت مقرر ہوا۔

سنہ ۲ ہجرت ربیع الاول میں غزوہ بواط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا پھر غزوہ عشیرہ (بضم عین) واقع ہوا۔ کہ ایک زمین ہے بنی مدلج کی ناحیہ ینبع میں جمادی الاولیٰ والاخریٰ میں اور اس میں قافلہ قریش سے تعرض کا ارادہ تھا جو مکہ سے شام کو جاتا تھا مگر ملا نہیں اور یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی کے وقت آپ پھر تشریف لے گئے تھے اور وہ نہیں ملا اور غزوہ بدر کا سبب ہو گیا اسی لئے اس غزوہ عشیرہ کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں پھر رجب میں عبداللہ بن جحش اسدی کو بطن نخلہ کی طرف بھیجا

[1] ان تمام واقعات میں جو اس فصل میں مذکور ہیں سال ربیع الاول سے شروع اور صفر پر ختم ہوا کیونکہ ہجرت ربیع الاول کے شروع میں واقع ہوئی ہے زاد المعاد میں بعض علماء کی یہ اصطلاح بھی لکھی ہے اور بعض واقعات کی تقدیم و تاخیر میں اہل سیر کے اقوال مختلف بھی ہیں نقل کے وقت احقر کے خیال میں جس کو کسی وجہ سے ترجیح معلوم ہوئی اس کو اختیار کر لیا اور ان ہی کتابوں میں اور دوسری کتب میں اور بھی سرایا و بعوث ذکر کئے ہیں میں نے اختصار کے لئے ترک کر دیا ۱۲ منہ

[2] کذا فی القاموس ۱۲ منہ

اور اسی واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ اور سب سے عظیم الشان غزوہ بدر ہوا جس کا لقب بدر کبریٰ ہے رمضان میں آپ نے خبر سنی کہ قافلہ قریش شام سے مکہ کو جارہا ہے آپ صحابہ کو لیکر کہ تین سو تیرہ تھے اس کے تعرض کے لئے چلے یہ خبر مکہ پہنچی کفار قریش ایک ہزار مسلح آدمی لے کر روانہ ہوئے اور گو قافلہ دوسری راہ سے نکلکر مکہ جا پہنچا مگر یہ قریش کے لوگ پھر بھی اس غرض سے چلے کہ مقام بدر میں جاکر ڈیرہ ڈالیں گے اور خوب جشن کریں گے تاکہ تمام عرب میں ہماری ہیبت چھا جاوے اور یہ احتمال بھی نہ تھا کہ تین سو آدمی اور وہ بھی بے سروسامان ہم سے مقابل ہوں گے۔ مفت میں نیک نامی ہاتھ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام کا اعزاز اور کفر کا اذلال مقصود تھا باہم مقابلہ ہوا اور اہل اسلام مظفر و منصور اور کفار مقتول و اسیر و مخذول ہوئے سورہ انفال میں یہی قصہ ہے اس تمام قصہ سے شوال میں فراغ ہوگیا۔ پھر سات روز بعد بنی سلیم کے غزوہ کے لئے تشریف لے چلے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر بدر کے دو مہینے بعد غزوہ سویق ہوا وہ اس طرح ہوا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہونچے پھر ابو سفیان دو سو سوار لیکر بارادہ جنگ مدینہ کو چلے مدینہ کے قریب پہونچے تھے کہ مسلمانوں کو خبر ہوگئی آپ خود مسلمانوں کو لیکر چلے کفار بھاگ گئے اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو جو کہ زادراہ تھا پھینک گئے اسی لئے اس کا لقب غزوہ سویق ہوا یہ واقعہ ذی الحجہ میں ہوا پھر بقیہ ذی الحجہ مدینہ میں قیام فرمایا اس کے بعد نجد کو غطفان سے غزوہ کرنے کے لئے چلے اور ختم صفر تک وہاں قیام کیا مگر لڑائی نہیں ہوئی اور اسی سال نصف شعبان میں تحویل قبلہ ہوئی اور زکوٰۃ فرض ہوئی قبل فرض ہونے روزہ کے اور آخر شعبان میں روزہ فرض ہوا اور آخر رمضان میں صدقہ فطر واجب ہوا اور عیدین کی نماز اور قربانی اسی سال مقرر ہوئیں اور جمعہ اس سے پہلے سال میں فرض ہوگیا تھا اور اسی سال مراجعت بدر کے ایک روز قبل آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی رقیہؓ کی وفات ہوئی آپ نے اس کے بعد حضرت ام کلثوم رضؓ دوسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان رضؓ سے کردیا۔ حضرت عثمان رضؓ اسی سبب سے ذی النورین کہلاتے ہیں اور بدر ہی کے بعد حضرت فاطمہ رضؓ کا نکاح ہوا۔

۳ سنہ ہجرت بعد ربیع الاول کے پھر قریش کے تعاقب میں تشریف لے چلے اور بحران تک پہونچے اور ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے پھر بنی قینقاع کا کہ یہود مدینہ سے تھے بوجہ نقض عہد کے پندرہ روز محاصرہ فرمایا پھر عبد اللہ بن ابی کی سفارش پر چھوڑ دیا یہ عبد اللہ بن سلام کی برادری ہے اور اسی نقض عہد کے سبب کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم دیا چنانچہ قتل کیا گیا اور اسی سال شوال کی ابتدا میں غزوہ احد واقع ہوا جس کا قصہ چوتھے پارہ کے پاؤ سے شروع ہو کر نصف کے کچھ بعد تک پہونچا ہے پھر غزوہ حمراء الاسد کہ ایک منزل ہے واقع ہوا اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب احد سے کفار چلے گئے تو پھر راہ سے مدینہ لوٹنے کا ارادہ کیا آپ یہ خبر سنکر خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے جب کفار نے یہ سنا ڈر کر پھر لوٹ گئے چونکہ آپ حمراء الاسد تک پہونچے تھے اس کے نام پر اس کا نام مقرر ہوا پھر بقیہ شوال و ذیقعدہ و ذی الحجہ تک کوئی واقعہ نہیں ہوا جب محرم کا چاند نظر آیا تو طلحہ بن خویلد و سلمہ بن خویلد کے بغرض مقابلہ آنے کی خبر سن کر حضرت ابو سلمہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین و انصار کی ہمراہی میں مقابلہ کے لئے بھیجا لڑائی نہیں ہوئی اور غنیم کے مواشی ہاتھ آئے وہ لیکر مدینہ آ پہونچے پھر پانچویں محرم کو خالد بن سفیان کے لشکر جمع کرنے کی خبر سنکر حضرت عبد اللہ بن انیس کو مقابلہ کے لئے بھیجا وہ اس کو قتل کر کے اس کا سر لائے اور واپسی ان کی بعد اٹھارہ روز کے تئیس محرم کو ہوئی تھی پھر صفر کے مہینہ میں سریہ رجیع واقع ہوا کفار مکہ کے بہکانے پر کچھ لوگ قبیلہ عضل و قارہ کے براہ فریب آپ کی خدمت میں آ کر بظاہر مسلمان ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ کر دیجئے کہ ہم کو احکام سکھلا دیں آپ نے دس آدمی ساتھ کر دیئے جب یہ لوگ رجیع پر کہ ایک تالاب ہے قبیلہ ہذیل کا پہونچے تو ہذیل کو مدد کے لئے بلا لیا اور بد عہدی کی بعضے اس وقت شہید ہوئے جیسے عاصمؓ اور بعضے پکڑ لئے گئے جیسے خبیبؓ اور بعد میں شہید کر دئے گئے اور اسی صفر کے مہینہ میں واقعہ بیر معونہ کا ہوا یہ ایک جگہ ہے بلاد ہذیل میں درمیان مکہ اور عسفان کے وہ اس طرح ہوا کہ ایک شخص عامر بن مالک رہنے والا نجد کا قوم بنی عامر سے حضور اقدس میں حاضر

ہوا اور کہا میں مسلمان ہو جاتا مگر مجھ کو قوم کا خیال ہے آپ کچھ لوگ میرے ساتھ کر دیں کہ وہ میری قوم کو دعوت اسلام کریں پھر مجھ کو بھی کچھ تامل نہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اہل نجد کا ڈر ہے اس نے کہا کہ کچھ ڈر نہیں میں اپنی پناہ میں لے لوں گا آپ نے ستر آدمی اصحاب میں سے کہ قراء کہلاتے تھے ساتھ کر دیئے جب یہ حضرات بیر معونہ میں پہونچے کفار نے کہ ان میں رعل و ذکوان و عصیہ بھی حسب روایت بخاری تھے تقریباً سب کو شہید کر ڈالا ان میں حسب روایت بخاری حرام بن ملحان بھی تھے اور بانی اس غدر کا عامر بن طفیل تھا جو بھتیجا تھا عامر بن مالک مذکور کا عامر بن مالک کو اس کا بڑا رنج ہوا کہ اس کی امان میں اس کے بھتیجے نے فتور ڈالا۔ اور انہیں دنوں میں وہ مر گیا۔ اسی عامر بن طفیل نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ یا تو مجھ کو ملک بانٹ دیجئے یا اپنے بعد مجھ کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے ورنہ بڑا لشکر لاکر آپ سے لڑونگا آپ نے بد دعا کی اللھم اکفنی عامراً وہ طاعون سے مر گیا آپ نے ایک مہینے تک ان قراء کے قاتلوں پر قنوت میں بد دعا فرمائی پھر وہ مسلمان ہو کر آگئے تو بد دعا ترک فرما دی اور اسی واقعہ بیر معونہ کے ایام میں غزوہ بنی نضیر ہوا یہ لوگ یہود مدینہ سے تھے قصہ اس کا یوں ہوا کہ واقعہ بیر معونہ میں عمرو بن امیہ ضمری بھی اسیر ہوئے تھے مگر عامر بن طفیل مذکور نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا۔ اس کی ماں کے ذمہ ایک غلام کا آزاد کرنا تھا اس میں چھوڑنا عمرو بن امیہ کا محسوب کیا یہ وہاں سے پھرے راہ میں دو شخص مشرک بنی عامر کے انہیں ملے انہوں نے ان دونوں کو قتل کیا دل میں سمجھے کہ یہ بھی ایک طرح کا انتقام ہے عامر بن طفیل سے جس نے سب اصحاب بیر معونہ کو قتل کرایا تھا اور وہ دونوں مشرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں تھے اس بات کی عمرو بن امیہ کو خبر نہ تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل کی نسبت کہ خطاء واقع ہوا تھا دیت تجویز کی اور بنی عامر اور یہود بنی نضیر ہم عہد تھے لہذا آپ کو منظور ہوا کہ ان کے مشورہ سے اس معاملہ دیت کو طے کریں اور یہ امر سبب غزوہ بنی نضیر کا ہوا اُس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف فرما ہوئے تو یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر نے کہ دونوں مدینہ کے باہر ایک ایک محلہ میں رہتے تھے آپ سے عہد کیا کہ ہم

آپ کے موافق رہیں گے کچھ بدخواہی نہ کریں گے اور آپ کے دشمن کی مدد نہ کریں گے جب آپ اس معاملہ دیت میں محلہ بنی نضیر میں تشریف لائے اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی وہ لوگ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا کر باہم مشورہ کرنے لگے کہ دیوار پر سے ایک پتھر لڑھکا کر آپ کو قتل کریں آپ کو وحی سے اطلاع ہوگئی آپ اٹھ کر واپس آئے اور آپ نے کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا یا تو دس دن کے اندر نکل جاؤ ورنہ لڑائی ہوگی وہ لوگ لڑائی کے لئے تیار ہوگئے آپ نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے قلعہ کو محصور کر لیا آخر وہ تنگ ہو کر نکل جانے پر راضی ہوگئے آپ نے فرمایا کہ سب ہتھیار چھوڑ جاؤ اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جا سکو لے جاؤ بعضے خیبر میں جا بسے بعضے شام میں بعضے اور جگہ سورہ حشر میں یہی قصہ ہے اور اسی سال یا اگلے سال شراب حرام ہوئی اور حضرت امام حسن رضؓ پیدا ہوئے۔

سنہ ۴ ہجرت ابو سفیان احد سے پھرتے وقت کہہ گئے تھے کہ سال آئندہ پھر بدر پر لڑائی ہوگی جب وہ زمانہ قریب ہوا اور ابو سفیان کی بدر تک جانے کی ہمت نہ ہوئی اس نے یہ چاہا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ آپ بھی بدر نہ جاویں تو ہم کو بھی خجالت نہ ہو ایک شخص کو جس کا نعیم بن مسعود نام تھا مدینہ بھیجا کہ مسلمانوں کو ابو سفیان کے بہت لشکر جمع کرنے کی خبر پہونچا کر مرعوب کر دے مسلمانوں نے سن کر کہا حسبنا اللہ و نعم الوکیل[1] اور آپ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو لے کر بدر تشریف لے گئے اور چند روز مقام کیا کوئی مقابل نہ آیا اور وہاں اصحاب نے تجارت میں خوب نفع حاصل کیا اور خوش و خرم بے جنگ و رنج پھر آئے۔ اس غزوہ کو بدر ثانی و بدر صغریٰ اور بدر موعد بھی کہتے ہیں اور یہ واقعہ شعبان میں اور بقول بعض ذیقعدہ میں ہوا اور اسی سال امام حسین رضؓ پیدا ہوئے۔

سنہ ۵ ہجرت اس میں غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول میں ہوا یہ مقام دمشق سے پانچ منزل ہے آپ نے سنا تھا کہ وہاں کچھ کفار جمع ہوئے ہیں اور مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہتے

---

[1] ہمیں اللہ کافی ہے وہ بہترین کارساز ہے۔

ہیں آپ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے وہ خبر سنکر متفرق ہو گئے آپ چند روز وہاں مقیم رہ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اسی سال شعبان میں غزوۂ مریسیع ہوا اس کو غزوۂ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں آپ کو یہ خبر پہونچی کہ بنی مصطلق لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں آپ خود صحابہ کو لیکر روانہ ہوئے اور وہ لوگ مقابل نہیں ہوئے ان کے اموال اور ذریہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے حضرت جویریہ رضا اسی غزوہ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں لگیں انہوں نے مکاتب بنا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمایا اور اسی غزوہ میں قصہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے تہمت لگانے کا دردناک واقعہ ہوا اور اسی سال شوال میں غزوۂ خندق جس کا نام غزوۂ احزاب بھی ہے واقع ہوا قصہ اُس کا یہ ہے کہ جب بنی نضیر جلاوطن کئے گئے حیی بن اخطب بنی نضیر میں بڑا مفسد تھا یہ خیبر میں جا رہا تھا چند مفسدوں کو لیکر مکہ پہونچا اور قریش کو آپ کی لڑائی کے واسطے آمادہ کیا اور تدبیر اور آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا مختلف قبائل ملکر دس ہزار ہو گئے اور مدینے کو چلے آپ نے یہ سنکر بمشورہ حضرت سلمان رض مدینہ کے پاس بجانب کوہ سلع[1] کے خندق کھودنے کا حکم دیا دوسری جانب شہر پناہ اور عمارات سے محکم تھیں اور بعد مرتب ہونے خندق کے وہاں اپنا لشکر قائم کیا اور لڑائی کا اہتمام کیا اور جب لشکر کفار کا آپہونچا خندق دیکھ کر بہت متحیر ہوا۔ اس لئے کہ عرب نے تو یہ صورت کبھی دیکھی نہ تھی متصل خندق کے خیمہ زن ہو کر تیر و سنگ سے لڑتے رہے ادہر سے بھی تیر و سنگ سے اُن کو جواب دیا جاتا تھا اور حیی بن اخطب نے بنی قریظہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا آپ نے احزاب میں تفرقہ ڈالنے کے لئے مشورہ کیا ایک شخص نعیم بن مسعود نے کہ قبیلۂ غطفان سے تھے اور تازہ مسلمان ہوئے تھے اور ہنوز ان کے اسلام کی کفار کو اطلاع نہ ہوئی تھی عرض کیا کہ میں ایک تدبیر خلاف ڈالنے کی قریش اور بنی قریظہ میں کر سکتا ہوں کیونکہ میرے اسلام کی ان کو خبر نہیں وہ میرا اعتبار کریں گے آپ نے حسب قاعدہ | الحرب خدعۃ اجازت دی وہ بنی قریظہ میں

[1] پہاڑ ہے مدینہ میں کذا فی القاموس ۱۲ منہ

گئے۔ اور کہا کہ تم نے جو قریش اور غطفان سے موافقت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عہد شکنی کی
بیجا کیا اگر یہ لوگ بے محمدؐ کے کام تمام کئے ہوئے پھر گئے تو محمدؐ تم پر فوج کشی کریں گے اور تم کو
تنہا ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں یہود نے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر ہے نعیم نے کہا کہ تم ان لوگوں کو
کہلا بھیجو کہ چند سردار یا اولاد سرداروں کی تم کو بطور رہن یعنی اول کے دیدیں کہ تمہارے پاس
رہیں اگر محمدؐ تمہارا قصد کریں گے تو ان سرداروں کی حفاظت کی ضرورت سے یہ لوگ تمہاری مدد کو
ضرور آویں گے اگر وہ لوگ اس کو منظور کرلیں تو سمجھ لو کہ دل سے ان کو تمہارا خیال ہے اور اگر نہ مانیں
تو وہ دل سے تمہارے دوست نہیں انہوں نے کہا کہ ہم ابھی پیغام دیتے ہیں پھر نعیم وہاں سے
قریش کے پاس آئے اور اپنا خیر خواہ ہونا ظاہر کرکے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ قریظہ محمدؐ سے درپردہ
مل گئے ہیں اور محمدؐ نے ان کو کہلا بھیجا ہے کہ ہمارا دل تب صاف ہوگا جب تم قریش میں سے
کچھ سردار ہمارے ہاتھ گرفتار کرا دو۔ سو انہوں نے اس کا وعدہ کرلیا ہے سو اگر وہ تم سے آدمی
طلب کریں ہرگز نہ دیجو اور وہاں سے اٹھ کر غطفان کے لوگوں سے بھی اس طرح کہدیا قریظہ
کی طرف سے یہاں وہی پیغام آیا قریش نے انکار کردیا اور پورے طور سے ہر ایک کو دوسرے
سے بدگمانی ہوکر باہم اچھا خاصا بگاڑ ہوگیا۔ جب احزاب کو زیادہ دن گذر گئے ادھر بنی قریظہ
کی ناموافقت سے ان کے دل افسردہ ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ایک پُروا ہوا نہایت تند بھیجی
کہ خیمے اکھڑ گئے گھوڑے بھاگنے لگے ابوسفیان نے کہا کہ اب ٹھہرنا صلاح نہیں اور اسی رات
لشکر کفار کا چلا گیا سورۂ احزاب میں اسی غزوہ کا ذکر ہے اور غزوۂ خندق کے متصل ہی غزوہ
بنی قریظہ ہوا وہ اس طرح ہوا کہ جب آپ بعد فتح غزوۂ احزاب دولت خانہ میں تشریف
لائے آپ نہا رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً
بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے آپ نے اسی وقت لشکر روانہ کیا اور مع لشکر بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا
انہوں نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم اس شرط کے ساتھ ہتھیار ڈالتے ہیں کہ سعد بن معاذ جو
ہمارے لئے حکم دیں ہم کو منظور ہے حضرت سعد بن معاذ رضی قبیلہ اوس میں سے تھے جو بنی قریظہ

کے حلیف تھے بنی قریظہ کو خیال تھا کہ حلیف ہونے کے سبب وہ ہماری رعایت کریں گے لیکن انہوں نے ان کے زعم باطل کے خلاف یہ حکم دیا کہ مرد اُن کے قتل کئے جاویں اور عورتیں لڑکے لونڈی غلام بنالئے جاویں اور مال وجائداد ان کا سب ضبط کر لیا جائے چنانچہ اسی طرح کیا گیا اور اسی زمانہ میں ابو رافع یہودی قتل کیا گیا یہ بڑا مالدار سوداگر تھا اور خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہا کرتا تھا احزاب کو لڑائی کی ترغیب دینے میں یہ بھی شریک تھا آپ نے عبداللہ بن عتیک کو چند انصاریوں پر سردار کر کے اس کے قتل کو بھیجا انہوں نے پہنچکر رات میں اس کو قتل کیا حدیثوں میں اس کا قصہ مفصل مذکور ہے اور خندق اور قریظہ کے بعد مگر پورے طور سے تاریخ معین نہیں پہلے غزوہ عسفان ہوا جس میں حسب روایت ترمذی صلوٰۃ الخوف نازل ہوئی اور اس کے بعد سریہ خبط ہوا خبط کہتے ہیں جھڑے ہوئے پتوں کو صحابہ نے بھوک کی شدت میں پتے جھاڑ جھاڑ کر کھائے تھے اس لئے یہ نام ہوا اس میں مدینہ سے پانچ روز کی راہ پر ساحل بحر کے متصل ایک قبیلہ جہینہ کے مقابلہ کے لئے حضرت ابو عبیدہ کو تین سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا تھا اور عنبر مچھلی اسی سفر میں دریا سے موج کے ساتھ کنارہ پر آگئی تھی جو بہت بڑی تھی اور اس غزوہ کا نام غزوہ سیف[۱] البحر بھی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ قافلہ قریش کے تعرض کیلئے یہ لشکر گیا تھا اور اسی سال میں اور بقول بعض اس سے پہلے سال میں پردہ کے متعلق آیت نازل ہوئی۔

سنہ ۶ ہجرت بنی قریظہ کے چھ مہینے بعد آپ بنی لحیان کی طرف غزوہ کے ارادہ سے چلے وہ خبر سنکر پہاڑوں میں بھاگ گئے آپ نے وہاں دو روز مقیم رہ کر فوج کے دستے مختلف جوانب بھیجے مگر وہ لوگ ہاتھ نہیں آئے آپ چودہ دن کے بعد واپس مدینہ تشریف لے آئے پھر سریہ نجد واقع ہوا۔ یعنی آپ نے ایک لشکر نجد کی جانب بھیجا وہ بنی حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور وہ بعد گفتگو کے مسلمان ہو گئے اسی سال ذیقعدہ میں قصہ حدیبیہ کا واقع ہوا۔ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا آپ نے اصحاب سے یہ خواب بیان کیا اصحاب تو شوق و تمنائے مکہ میں بیقرار تھے خواب سنکر تیاری سفر کی کر دی اور آپ بھی مدینہ طیبہ سے روانہ

[۱] سیف ساحل بحر قاموس ۱۲ اور اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ سے پہلے ہوا ہے کیونکہ حدیبیہ کے بعد زمانہ صلح

ہوئے یہاں تک کہ متصل مکہ کے پہونچ گئے اور قریش نے سنکر کہا کہ ہم مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے آپ نے وہاں سے پھر کر حدیبیہ پر مقام کیا یہ ایک کنواں ہے اُس کے پاس میدان ہے آپ وہاں ٹھہرے پھر ایک دراز قصہ کے بعد جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے اس پر صلح ہوئی کہ اگلے سال آکر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور دس برس مدت صلح کی ٹھہری اس دس سال کے عرصہ میں نہ ہمارے درمیان آپس میں لڑائی ہو اور نہ آپ کے حلیفوں سے قریش لڑیں اور نہ قریش کے حلیفوں سے آپ لڑیں حلیف کہتے ہیں عہد موافقت باندھنے والے کو اور وہاں بنی بکر اور بنی خزاعہ دو قبیلے تھے خزاعہ آپ کے ساتھ ہم عہد تھے اور بنی بکر قریش کے ساتھ۔ اس کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے اور اسی سنہ میں حدیبیہ کے قبل واقدی نے چند سرایا اور بھی ذکر کئے ہیں مثلاً ربیع الاول یا آخر میں عکاشہ بن محصن کو چالیس ہمراہیوں کے ساتھ غمر[لہ] کی طرف بھیجا وہ لوگ خبر سنکر بھاگ گئے اور ان کے دوسو اونٹ ہاتھ آئے جن کو لیکر مدینہ آگئے اور ابو عبیدہ بن الجراح کو ذی القصہ کی طرف بھیجا وہ لوگ بھی بھاگ گئے ایک شخص ہاتھ آیا وہ مسلمان ہو گیا اور محمد بن مسلمہ کو دس آدمی لے کر بھیجا غنیم چھپکر بیٹھ گئے جب مسلمان سو گئے دفعۃً اُن پر آگرے اور سب کو قتل کر دیا۔ صرف محمد بن مسلمہ زخمی ہو کر لوٹے اور اسی سال زید بن حارثہ کا سریہ جموم کی طرف روانہ ہوا کچھ قیدی اور مواشی ہاتھ آئے اور جمادی الاولیٰ میں یہی زید بن حارثہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ طرف کی طرف روانہ کئے گئے اور بیس اونٹ ہاتھ آئے اور اسی مہینہ میں یہی زید عیص کی جانب بھیجے گئے اور ابو العاص بن ربیع آپ کے داماد یعنی حضرت زینب کے شوہر قریش کا مال تجارت لئے ہوئے شام سے آتے تھے وہ سب لے لیا گیا اور ابو العاص نے مدینہ میں آکر حضرت زینب کی پناہ لی اور درخواست کی کہ تمام مال مجھ کو واپس کرادو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں سے اجازت لے کر واپس کر دیا۔ انہوں نے مکہ میں آکر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔ مگر زاد المعاد میں راجح اس قصہ کا بعد حدیبیہ کے ہونا بیان کیا ہے اور اس کو ابو بصیر کی طرف منسوب کیا ہے اور انہوں نے ہی آپ کے ارشاد کی خبر

[لہ] ایک موضع ہے کذا فی القاموس ۱۲

سنکر بال واپس کیا تھا اور اسی میں سریہ عبدالرحمٰن بن عوف کا شعبان میں دومۃ الجندل کی طرف بھیجا گیا تھا وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اسی سال شوال میں عرنیین کے مقابلہ کے لئے سریہ کرز بن خالد فہری کا ہوا بیس آدمی بھیجے تھے وہ لوگ پکڑے گئے اور قتل کئے گئے جیسا کہ حدیثوں میں ہے ان سب کے بعد حدیبیہ[۱] ہوا پھر بعد حدیبیہ کے غزوہ غابہ واقع ہوا جس کا نام غزوہ ذی قرد بھی ہے یہ ایک تالاب ہے اور غابہ ایک مقام مدینہ طیبہ کے قریب ہے یہاں آپ کے کچھ اونٹ چر رہے تھے کہ عبدالرحمٰن فزاری چرانے والوں کو قتل کر کے اونٹ ہانک لے گیا آپ کچھ آدمی لیکر تشریف لے چلے سلمہ بن اکوع نے اس روز بہت کام کیا اور ان کو ذی قرد تک بھگاتے چلے گئے اور سب اونٹ چھڑا لئے۔ صحیح مسلم میں یہ قصہ بسط سے مذکور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ واپس آکر بیس روز تقریباً ٹھہرے تھے کہ غزوہ خیبر واقع ہوا آپ وہاں صبح کو پہونچے وہ لوگ آلات زراعت لیکر صبح کو نکلے تھے کہ آپ کو دیکھ کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا آپ نے محاصرہ کیا سات قلعے خیبر میں تھے سب قلعے بتدریج فتح ہو گئے بعد فتح ہونے کے آپ نے یہود خیبر کے جلاوطن ہونے کا حکم دیا اور ان کے اموال اور باغ اور زمین سب ضبط کر لئے یہود نے عرض کیا کہ آپ کو یہاں کے سبز و شادابی اور کھیتی باڑی کے لئے مزدوروں کی حاجت ہوگی اگر آپ ہم کو جلاوطن نہ کریں تو یہ کام ہم کریں گے آپ نے یہ بات ان کی قبول فرمائی اور ارشاد کیا کہ جب تک ہم چاہیں تمہیں رکھیں گے جب چاہیں نکال دیں گے اور بٹائی پر خدمت کے لئے ان کو رکھا پیداوار میں سے نصف حصہ ان کا مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کہ جزیرۂ عرب کو کفار سے خالی کرانا منظور ہوا تو یہود خیبر کو بھی نکال دیا وہ سب شام کو چلے گئے۔

خیبر سے ملحق ایک موضع فدک تھا وہاں کے لوگوں نے آپ سے اس طرح صلح چاہی کہ آدھی زمین فدک کی آپ کو دیں اور آدھی اپنے پاس رکھیں آپ نے قبول فرمایا منجملہ غنائم

---

[۱] حدیبیہ سے ناکام واپس آنے سے آپ کی خواب کا غلط ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ خواب میں کوئی زمانہ معین نہ دیکھا تھا سو اگلے سال وہ خواب واقع ہوا ۱۲ منہ

خیبر کے حضرت صفیہؓ حضرت وحیہؓ کے حصہ میں آئی تھیں آپ نے اُن سے لیکر آزاد کرکے ان سے نکاح کر لیا آپ خیبر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ مع اور مہاجرین حبشہ کے وہیں تشریف لائے اور ان ہی کے ساتھ کشتی پر حضرت ابو موسیٰ اشعری مع اشعریین کے آئے اور خیبر ہی میں ایک یہودیہ نے دست کے گوشت میں زہر ملاکر آپ کو دیا آپ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست نے مجھ سے کہدیا کہ مجھ میں زہر ملا ہے اور اسی غزوہ میں گدھے کے گوشت کی حرمت بیان فرمائی اور اسی غزوہ میں متعہ کی ممانعت فرمائی لیکن غزوہ اوطاس میں وقتی طور پر اس کی اجازت دیدی گئی اور پھر ہمیشہ کیلئے حرام ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ متعہ حرام ہے قیامت تک یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے پھر آپ خیبر سے فارغ ہوکر وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہوئے وہاں کچھ یہود اور کچھ عرب تھے بعد جنگ کے وہ بھی فتح ہوا اور وادی القریٰ میں چار روز رہے جب یہود تیمار کو یہ خبریں پہونچی انہوں نے آپ سے صلح کرلی اور اپنے اموال پر قابض رکھے گئے۔ حضرت عمرؓ نے خیبر اور فدک والوں کو نکالا تھا اور تیمار اور وادی القریٰ والوں کو اس لئے نہیں نکالا کہ یہ مواضع شام میں سے ہیں پھر خیبر سے واپس تشریف لاکر شوال سنہ ہجرت تک آپ کہیں نہیں تشریف لے گئے اور اس مدت میں مختلف سرایا روانہ فرمائے۔ ۱۔ سریہ ابی بکرؓ بجانب نجد بنی فزارہ کے مقابلہ میں۔ ۲۔ سریہ عمرؓ بجانب ہوازن۔ ۳۔ سریہ عبداللہ بن رواحہ بجانب بشیر بن دارام یہودی۔ ۴۔ سریہ بشیر بن سعد بجانب بنی مرہ۔ ۵۔ ایک سریہ بجانب حرقات از قبیلہ جہینہ[۱]۔ ۶۔ سریہ غالب بن عبداللہ کلبی بجانب بنی الملوح بمقام کدید۔ ۔ سریہ بشیر بن سعد بجانب جماعت عینیہ از یمن وغطفان وحیان ۸۔ سریہ ابی حدرد اسلمی۔ ۹۔ سریہ بجانب اضم۔ ۱۰۔ سریہ[۲] عبداللہ بن حذافہ سہمی اور خیبر کے

---

[۱] اور حضرت اسامہ سے وہ غلطی کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کی نیت کو تقیہ پر محمول کیا اسی واقعہ میں ہوئی۔

[۲] اور وہ قصہ اسی میں ہوا تھا کہ انہوں نے ایک دن غصہ ہوکر آگ جلوائی اور سب کو کہا اس میں گھس جاؤ بعضے آمادہ ہوگئے اور بعض نے ان کو روکا اور آپ نے فرمایا کہ طاعت امر غیر مشروع میں جائز نہیں۔

کے بعد ایک غزوہ ذات الرقاع ہوا اس میں غطفان سے مقابلہ ہوا اور اس کو غزوہ نجد اور غزوہ بنی انمار بھی کہتے ہیں اور اسی سال قحط پڑا آپ کی دعا سے پانی برسا رمضان میں۔

سنہ ہجرت اوپر کے بعضے سرایا اسی سنہ میں ہوئے مگر تاریخ متمیز نہ ہونے سے میں نے سب کو تبعاً خیبر کے ذیل میں ذکر کر دیا اسی سنہ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں عمرۃ القضا واقع ہوا صلح حدیبیہ میں جو شرط ٹھہری تھی اس کے موافق حدیبیہ کے ایک سال بعد ذیقعدہ میں آپ واسطے عمرۃ القضا کے مکہ کو مع اصحاب تشریف لے گئے اور آپ نے حکم فرمایا کہ سفر حدیبیہ میں جو ساتھ تھے وہ ضرور چلیں مکہ پہونچکر عمرہ کیا اور وہاں حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا اور تیسرے دن حسب شرط مدینہ کو روانہ ہوئے اور اسی روانگی کے وقت حضرت حمزہ کی بچی آپ کے پیچھے آپ کو پکارتی ہوئی ساتھ ہو گئی۔ آپ نے اس بچی کو اس کی خالہ کے حوالہ کر دیا جو حضرت جعفر کے نکاح میں تھیں جیسا حدیثوں میں ہے۔

۸ سنہ ہجرت غزوہ[1] موتہ جمادی الاولیٰ میں ہوا سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ کا ایک قاصد حارث بن عمیر آپ کا نامہ مبارک حاکم بصریٰ کے پاس لئے ہوئے جاتا تھا راہ میں حاکم شہر موتہ نے کہ ارض شام سے ہے جس کا نام شرجیل بن عمرو غسانی تھا اس کو قتل کر ڈالا آپ نے اس قاتل پر تین ہزار لشکر بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جاویں تو جعفر بن ابی طالب کو امیر بناویں اور اگر وہ بھی شہید ہو جاویں تو عبداللہ بن رواحہ کو اور اگر وہ بھی شہید ہو جاویں تو ایک مسلمان کو مسلمانوں میں سے چنانچہ سب اسی ترتیب سے شہید ہوئے تب مسلمانوں نے حضرت خالدؓ بن الولید کو امیر کیا اور لڑائی فتح ہوئی اور اسی سال جمادی الاخریٰ میں غزوہ ذات السلاسل ہوا یہ وادی القریٰ کے آگے ہے اور یہاں سے مدینہ منورہ دس دن کی راہ ہے آپ نے سنا تھا کہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف آنا چاہتی ہے آپ نے حضرت عمرو بن العاص کو تین سو آدمی کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا پھر آپ کو خبر ملی کہ دشمنوں کا مجمع زیادہ ہے تو دو سو آدمی

---

[1] کبھی غزوہ سے مراد معنی لغوی ہوتے ہیں قطع نظر اصطلاح مشہور سے کہ جس میں آپ بھی تشریف رکھتے ہوں۔

دیگر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا اور ان میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر بھی تھے یہ لوگ بڑھتے چلے جاتے تھے کچھ غنیم ملے مسلمانوں نے حملہ کیا تو سب بھاگ کر متفرق ہو گئے لشکر اسلام ایک پانی پر ٹھہرا تھا جس کا نام سلسل تھا اس لئے اس غزوہ کا نام ذات السلاسل ہوا اور بعض نے کہا کہ سلاسل سلسلہ وار ریگ کو کہتے ہیں وہ زمین ایسی ہی تھی اور بخاری میں غزوہ ذات السلاسل سے پہلے غزوہ ذی الخلصہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آپ نے جریر بن عبد اللہ کو احمس کے ڈیڑھ سو سوار کے ساتھ ایک مکان کے منہدم کرنے کو بھیجا تھا جو قبیلہ خثعم میں کہ اہل یمن میں سے تھے کعبہ کے نام سے مقرر کیا گیا تھا پھر اسی سال رمضان میں فتح مکہ ہوا اور یہ سب سے عظیم فتح ہوئی جس پر اسلام کی عزت کی بنیاد پڑی اور جس سے دین کی اشاعت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے کھل گیا۔ سامان اس کا یہ ہوا کہ خزاعہ کہ صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور اور بنی بکر کہ قریش کے عہد میں ہو گئے تھے آپس میں لڑے اور زیادتی بنی بکر کی تھی کہ خزاعہ پر شبخون مارا اور قریش نے ان کی خفیہ مدد کی آپ نے قریش کی اس عہد شکنی کی خبر پاکر تیاری لشکر کشی کی مکہ پر فرمائی اور معہ لشکر مہاجرین و انصار و دیگر قبائل کے عرب کو کوچ فرمایا بارہ ہزار آدمی لشکر ظفر پیکر میں تھے مرکب ہمایوں داخل مکہ ہوا۔ اور قتال ہوا بہت کفار مارے گئے اور بڑے بڑے سردار قریش شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو حاضر ہوئے ان کی جان بخشی فرمائی گئی اور اس روز تھوڑی دیر کے لئے حرم میں قتال کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو گئی تھی اور فتح کا قصہ نہایت مبسوط ہے یہاں اختصار مد نظر ہے اور آپ نے خانۂ کعبہ کے بتوں کو خود نیست و نابود کیا۔ اور بعضے بت نواح مکہ میں تھے ان کے توڑنے مٹانے کے لئے سرایا روانہ فرمائے چنانچہ حضرت خالدؓ کو عزیٰ کے مٹانے کو کہ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا اور حضرت عمرو بن العاص کو سواع کی طرف کہ ہذیل کا بت تھا اور سعد بن زید اشہلی کو مناۃ کی طرف کہ قدید کے قریب اوس اور خزرج و غسان وغیرہم کا بت تھا روانہ کیا اور یہ سب کار گذاری کر کے آگئے اور آپ نے اقامت مکہ ہی کے زمانہ میں حضرت خالد کو بنی جذیمہ کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا[1] پھر بعد فتح مکہ کے غزوہ حنین ہوا اس کو غزوہ اوطاس بھی کہتے ہیں یہ دونوں

[1] جب یہ وہاں پہونچے وہ لوگ مسلمانوں کو چونکہ صابی کہا کرتے تھے۔ اس لئے بجائے اسلمنا کے (بقیہ صفحہ ۱۰۰ پر دیکھو)

موضع ہیں مکہ اور طائف کے درمیان میں اور غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں کیونکہ یہی لوگ آپ کے قتال کو آئے تھے آپ وہاں کے ان کفار پر کہ بقصد جنگ ہو کر نکلے تھے بارہ ہزار آدمی کا لشکر لیکے اور قتال شروع ہوا درمیان میں کچھ پریشانی لشکر اسلام میں ہوگئی مگر انجام کار اللہ تعالیٰ نے فتح دی یہ قصہ مقام حنین میں ہوا پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہو گئے حملہ لشکر اسلام سے وہاں بھی شکست پائی اور اس کے بعد شوال کے مہینہ میں آپ نے طائف کا کہ وہاں بنی ثقیف تھے محاصرہ کیا یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف میں قلعہ کے اندر پناہ گزیں ہو گئے تھے مگر علم الٰہی میں اس کے فتح کا وقت نہ آتا تھا آپ وہاں سے اٹھ آئے اور بعد غزوہ تبوک کے کہ جس کا ذکر آویگا وہ لوگ بلا قتال خود حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اور لات بت ان کے ہاں تھا وہ بھی توڑا گیا پھر اسی سال کے محرم میں عیینہ بن حصن فزاری کو بنی تمیم کی طرف پچاس سوار کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا وہ لوگ مقابلہ سے بھاگے اور کچھ مرد و عورتیں گرفتار ہوئے اور مدینہ لائے گئے پھر انکے چند رؤسا اقرع بن حابس وغیرہ مدینہ میں آئے اور بعد مقابلہ نظم و نثر کے مسلمان ہو گئے آپ نے ان کو خوب عطیہ بھی دیا پھر صفر میں قطبہ بن عامر کو خثعم کی طرف بھیجا اور قتال بھی ہوا پھر کچھ غنیمت لیکر مدینہ آ گئے اور اسی سال ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے اور آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

۹ھ ہجرت ربیع الاول میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان کی ہمراہی میں ان کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے کفار کو ہزیمت ہوئی پھر ربیع الآخر میں علقمہ بن مجزز مدلجی کو حبشہ کی طرف بھیجا اور کفار بھاگ گئے پھر ایک لشکر عبید اللہ بن حذافہ سہمی کے ساتھ روانہ کیا اور اسی سال حضرت علیؓ کو ایک بت خانہ منہدم کرنے کے لئے جو کہ قبیلہ طے میں تھا بھیجا حاتم طائی اسی قبیلہ سے تھا چنانچہ وہ بت خانہ منہدم کیا گیا اور کچھ قیدی پکڑے گئے حاتم کے بیٹے عدی بھاگ گئے اور ان کی بہن

(بقیہ صفحہ ۹۹ پر دیکھو) صبانا صبانا کہنے لگے حضرت خالدؓ نے غلطی سے ان کو قتل کرنا شروع کیا آپ یہ خبر سنکر ناخوش ہوئے اور اسی قصہ میں حضرت علیؓ اور حضرت خالدؓ میں کچھ گفتگو ہو گئی تھی آپ نے حضرت خالد کو فہمائش فرما دی ۱۲ منہ

قید کی گئی آپ نے ان کی بہن کو اس کی درخواست پر رہا کر دیا اور سواری بھی دی اس نے عدی سے جاکر تعریف کی عدی آئے اور مسلمان ہو گئے۔ پھر رجب میں غزوہ تبوک واقع ہوا۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے اطراف شام میں اس کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں اس لئے کہ تکلیف کے دنوں میں اس کی تیاری ہوئی تھی سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ کو خبر پہونچی کہ ہرقل بادشاہ روم آپ پر لشکر لاتا ہے آپ کو مناسب معلوم ہوا کہ خود اس پر لشکر لے جاویں قبائل عرب کو کہلا بھیجا بہت آدمی جمع ہوئے تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں آپ کے ہمراہ تھے آپ مع لشکر موضع تبوک میں پہونچے اور وہیں اقامت گزیں ہو گئے اور ہرقل نے مارے ڈر کے کہ آپ کو پیغمبر برحق سمجھتا تھا ادہر رخ نہ کیا آپ نے اطراف و جوانب میں لشکر بھیجے چنانچہ حضرت خالد کو اکیدر حاکم دومۃ الجندل کی طرف بھیجا وہ اس کو گرفتار کرکے لائے بعض نے لکھا ہے کہ اس نے کچھ نذرانہ مقرر کر دیا اور چھوڑ دیا گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ مسلمان ہو گیا جب آپ کی اقامت کو دو ماہ ہو گئے آپ صحابہ سے مشورہ کرکے مدینہ کو لوٹ آئے اور اسی زمانہ میں مسجد ضرار کے ہدم کا قصہ ہوا وہ یوں ہوا کہ ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد قوم خزرج سے تھا اور کتابیں پڑھ کر نصرانی ہو گیا تھا پہلے تو آپ کی خبر نبوت کی بیان کیا کرتا تھا جب آپ مدینہ پہونچے مارے حسد کے مسلمان نہ ہوا اور عداوت میں سرگرم رہتا بعد غزوہ بدر کے مدینہ سے بھاگ کر قریش سے جا ملا احد میں آیا تھا پھر روم کو چلا گیا تاکہ بادشاہ روم کا لشکر آپ پر چڑھا لاوے جب یہ صورت بھی نہ بنی مدینہ میں منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بنا دیں وہ جگہ مشورہ کی ہو گی وہ سفر تبوک سے پہلے مسجد قبا کے متصل بنوا چکے تھے اور آپ سے مستدعی ہوئے کہ آپ اس میں چل کر نماز پڑھ لیں مطلب یہ تھا کہ اس سے اس کی رونق ہو جاوے گی آپ نے فرمایا اسوقت جہاد کو جاتا ہوں بعد واپسی دیکھا جاوے گا جب واپسی ہوئی تو پھر استدعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر پر مطلع فرمایا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا[۱] الآیۃ آپنے اس کو کھدوا ڈالا اور جلا دیا اور اسی سال حج فرض ہوا آپ خود بسبب شغل تعلیم و ہدایت وفود کے

---

[۱] اور جنہوں نے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لئے مسجد بنائی ہے۔

یعنی مختلف قبائل و مقامات کے ایلچیوں کے جن کا ذکر بعد میں آتا ہے۔ اور ۹ سنہ میں یہ لوگ زیادہ آئے تھے اور بسبب اہتمام غزوات کے (کہ ہر وقت احتمال اس کا رہتا تھا) خود تشریف نہ لیجا سکے حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحجاج مقرر کر کے مکہ کو روانہ کیا کہ لوگوں کو حج موافق شرائع اسلام کے کرا دیں اور سورۂ برات واسطے سنانے احکام نقض عہد کے ان کے ساتھ کر دی پھر پیچھے سے موافق عادت عرب کے کہ عہد کے متعلق قریبی رشتہ دار ہی کا پیغام قبول کرتے تھے حضرت علیؓ کو روانہ کیا ان احکام کی تفصیل سورۂ برات میں ہے اور اسی سال حضرت ام کلثوم آپ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔

سنہ ۱۰ ہجرت اس میں آپ خود حج کو تشریف لے گئے اور آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے کوئی وداع کرتا ہے لہذا حجۃ الوداع کہلاتا ہے آپ کے حج کی خبر سنکر مسلمان جمع ہونے شروع ہوئے ایک لاکھ آدمی سے زیادہ جمع ہو گئے تھے اور اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ[1] اور اسی حج سے واپس ہوتے ہوئے ایک منزل غدیر خم میں خطبہ تاکید محبت کا حضرت علیؓ کے ساتھ فرمایا کیونکہ بعض لوگوں نے جو یمن میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے ان کی بیجا شکایتیں آپ سے کی تھیں پھر آپ مدینہ پہنچکر ہدایت و ارشاد خلق و عبادت خالق میں مشغول ہوئے اور ربیع الاول میں سفر آخرت کو آپ نے اختیار فرمایا۔

فصل اٹھارھویں:۔ وفود کے بیان میں۔ عظمت خانہ کعبہ کی عرب کے دل میں بہت تھی اور تھوڑے ہی دن قصہ اصحاب فیل کو گذرے تھے لہذا عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ اہل باطل کعبہ پر غالب نہ آویں گے بعد فتح مکہ کے سب عرب کو اعتقاد حقیقت اسلام کا ہوا اور فوج در فوج اہل عرب اسلام میں داخل ہونے لگے اور قریات اور قبائل کے لوگ مسلمان ہو گئے[2] کچھ آدمی حضور اقدس میں واسطے سیکھنے شرائع اسلام کے بھیج دیتے وہ لوگ جو حضور میں حاضر ہوتے تھے وفد کہلاتے تھے وفود وفد کی جمع ہے جس سال میں وفد بکثرت آئے یعنی ۹ سنہ وہ عام الوفود کہلاتا

---

[1] آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا [2] اور بعض قبیلہ نے بجائے اسلام کے استسلام اختیار کیا جیسے وفد نصاری نجران ۱۲ منہ۔

سے ہے آپ وفود کی بہت خاطرداری اور توقیر کرتے اور انعام دیکر رخصت کرتے نیز عام اہل عرب اس کے بھی منتظر تھے کہ آپ کا معاملہ آپ کی قوم سے کیا ہوتا ہے۔ قریش کے اسلام قبول کرنے سے اور لوگ بھی نرم ہوئے اکثر وفود تبوک کے بعد حاضر ہوئے اب بعض وفود کا ذکر محض فہرست کے طور پر کیا جاتا ہے۔ قصے ان کے کتب سیر میں مذکور ہیں۔ ۱۔ وفد ثقیف جس کا ذکر غزوہ طائف کے ذیل میں آچکا ہے کہ وہ لوگ خود حاضر ہوکر مسلمان ہو گئے آپ غزوہ تبوک سے رمضان میں واپس ہوئے تھے اور اسی ماہ میں یہ لوگ حاضر ہوئے تھے۔ ۲۔ وفد بنی تمیم جس کا ذکر بعد غزوہ طائف کے گذرا ہے کہ اقرع بن حابس وغیرہ حاضر ہوئے تھے۔ ۳۔ وفد طے غزوہ تبوک سے پہلے ذکر ہوا ہے کہ عدی حاضر ہوکر مسلمان ہو گئے۔ ۴۔ وفد عبد القیس[۱]۔ ۵۔ وفد بنی حنیفہ ان میں مسیلمہ کذاب بھی آیا تھا اور ان میں بعضے لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تھے اور یہ لوگ ۱۰ھ کے اخیر میں آئے تھے۔ ۶۔ دوسرا وفد طے ان میں زید خیل آئے تھے۔ ۷۔ وفد کندہ ان میں اشعث بن قیس بھی تھے۔ ۸۔ وفد اشعریین و اہل یمن۔ ۹۔ وفد ازدان میں صرد بن عبد اللہ بھی آئے تھے۔ ۱۰۔ وفد بنی الحارث بن کعب ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ ۱۰ھ میں۔ ۱۱۔ وفد ہمدان۔ ۱۲۔ وفد مزینہ۔ ۱۳۔ وفد دوس۔ ۱۴۔ وفد نجران[۲]۔ ۱۵۔ وفد بنی سعد بن بکر یہ آنے والے ضمام بن ثعلبہ تھے۔ ۱۶۔ طارق بن عبد اللہ مع اپنی قوم کے۔ ۱۷۔ وفد تجیب۔ ۱۸۔ وفد بنی سعد ہذیم از قبیلۂ قضاعہ[۳]۔ ۱۹۔ وفد بنی فزارہ بعد تبوک۔ ۲۰۔ وفد بنی اسد۔ ۲۱۔ وفد بہراء۔ ۲۲۔ وفد عذرہ صفر ۹ھ میں۔ ۲۳۔ وفد بلی[۴] ربیع الاول ۹ھ میں۔ ۲۴۔ وفد ذی مرہ۔ ۲۵۔ وفد خولان شعبان ۱۰ھ میں۔ ۲۶۔ وفد محارب سال حجۃ الوداع میں۔ ۲۷۔ وفد صداء[۵] ۸ھ میں۔ ۲۸۔ وفد

---

[۱] شیخ عبد القیس جن کی مدح حدیثوں میں آتی ہے انہی میں آئے تھے [۲] مباہلہ کا قصہ انہی لوگوں سے ہوا تھا انہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر مطیع اور باجگذار ہو گئے۔ [۳] زاد المعاد میں اسی طرح ہے شاید محرم سے ابتداء کے اعتبار سے یہ سنہ لیا ہے۔ [۴] بروزن رضی قبیلۃ کذا فی القاموس۔ [۵] زیاد بن حارث صدائی جن کی اذان کا قصہ حدیث میں آتا ہے وہ اسی قبیلہ سے ہیں ۱۲ منہ

غسان رمضان سنہ ۱۰ھ میں۔ ۲۹۔ وفد سلامان شوال سنہ ۱۰ھ میں۔ ۳۰۔ وفد بنی عبس[۱]۔ ۳۱۔ دو ہرا[۱] وفد ازد ان میں سوید بن الحارث آئے تھے۔ ۳۲۔ وفد بنی منتفق۔ ۳۳۔ وفد نخع اور یہ آخر وفود ہے[۲]۔

(فصل انیسویں)

ملکی انتظامات اور احکامات

حکام اور اہلکاروں کے متعین فرمانے میں واسطے انتظام ملکی و تحصیل صدقات و جزیہ کے جن بلاد میں اسلام کا تسلط ہو گیا وہاں اس کام کے لئے ان صاحبوں کو مامور فرمایا۔ (۱) مہاجر بن ابی امیہ بن المغیرہ کو صنعاء پر (۲) زیاد بن لبید انصاری کو حضر موت پر (۳) عدی کو طے پر اور بنی اسد پر (۴) مالک بن نویرہ یربوعی کو بنی حنظلہ پر (۵) زبرقان بن بدر کو بنی سعد کے بعض علاقوں پر (۶) قیس بن عاصم کو بنی سعد کے دوسرے بعض علاقوں پر (۷) علاء بن الحضرمی کو بحرین پر تحصیل کے لئے (۸) حضرت علی رضؓ کو اہل نجران پر کذا فی سیرۃ ابن ہشام اور حدیثوں سے (۹) عتاب بن اسید کا مکہ پر اور (۱۰) معاذ بن جبل اور (۱۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری کا یمن پر حاکم مقرر ہونا ثابت ہے۔

(فصل بیسویں)

فرمانوں کی روانگی

میں ملوک و سلاطین کی طرف۔ (۱) ہرقل شاہ روم کو دحیہ بن خلیفہ کے ہاتھ نامہ مبارک روانہ فرمایا اور وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا (۲) کسرے شاہ فارس کو عبداللہ بن

---

[۱] آپ نے ان سے حضرت خالد بن سنان کی اولاد کو پوچھا انہوں نے کہا کہ ایک لڑکی تھی اسکی نسل منقطع ہو گئی آپنے فرمایا نبی تھے انکی قوم نے انکو ضائع کر دیا یعنی انکی قدر نہ پہچانی [۲] اور اگر نجران کو بوجہ اسلام نہ لانے کے نکال دیا جاوے اور ازد اور طے کے دونوں وفدوں کے مجموعہ کو ایک کے حکم میں رکھا جاوے تو تیس ہوتے ہیں۔

حذافہ سہمی کے ہاتھ۔ اس نے نامۂ مبارک کو پھاڑ ڈالا آپ نے سنکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۳) نجاشی شاہ حبشہ کو عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ۔ اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے جن کے زمانہ میں ہجرت حبشہ ہوئی تھی اور جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ یہ اس نجاشی کے بعد ہوا اور اس کے اسلام کا حال معلوم نہیں۔ (۴) مقوقس شاہ مصر کو حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ یہ ایمان نہیں لایا مگر ہدایا بھیجے (۵) منذر بن ساوی شاہ بحرین کو علاء بن الحضرمی کے ہاتھ یہ مسلمان ہو گئے اور بدستور برسر حکومت قائم رکھے گئے (۶) دو بادشاہ عمان جیفر بن جلندی و عبد بن جلندی کو عمرو بن العاص کے ہاتھ اور یہ دونوں مسلمان ہو گئے (۷) ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کو سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ وہ مسلمان نہیں ہوا (۸) حارث بن ابی شمر غسانی حاکم غوطہ دمشق کو شجاع بن وہب کے ہاتھ حدیبیہ سے واپس ہونے کے زمانہ میں۔ (۹) جبلہ بن ایہم غسانی کو شجاع بن وہب کے ہاتھ اور اسی کے ذیل میں ان عرائض کا بھی ذکر مناسب ہے جو سلاطین نے آپ کے حضور میں بھیجیں علاوہ ان سلاطین کے جنہوں نے آپ کے فرمانوں کے جواب عرض کئے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ جب آپ تبوک سے تشریف لے آئے تو شاہان حمیر نے ملک یمن سے عرائض جس میں انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا قاصدوں کے ہاتھ بھیجے ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) حارث بن عبد کلال (۲) نعیم بن عبد کلال (۳) نعمان حاکم ذورعین و معافر و ہمدان (۴) زرعہ ذویزن یہ سب ملوک یمن ہیں اور (۵) فروہ بن عمرو نے جو کہ سلطنت روم کی جانب سے عامل تھا اپنے اسلام کی خبر قاصد کے ہاتھ بھیجی اہل روم نے اول اس کو قید کیا اور پھر قتل کر دیا (۶) باذان صوبہ دار یمن از جانب کسرے مع اپنے دو بیٹوں اور ان لوگوں کے جو اہل فارس اور اہل یمن سے اس کے پاس تھے۔ اسلام لایا اور اپنے اسلام کی خبر آپ کے پاس بھیجدی یہ سب مکتوب الیہ اور کاتب ملکر پندرہ ہوئے اور سیرۃ ابن ہشام میں رفاعہ بن زید جذامی کے ہاتھ کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے ان کی قوم کی طرف ایک فرمان لکھدینا اور ان لوگوں کا مسلمان ہو جانا

مذکور ہے اور بخاری کی شرح کرمانی میں ملوک یمن میں سے ذوالکلاع الحمیری اور ذوعمرو کا مسلمان ہو کر حضور میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہونا مگر آپ کی حیات میں نہ پہونچ سکنا لکھا ہے۔

قصیدہ کا ترجمہ۔ ۱ آپ کے روشن احکام کسی پر مخفی نہیں رہے چنانچہ ان سلاطین پر ظاہر ہو گئے کہ قبول کیا یا مغلوب ہوئے) بدون ان احکام کے لوگوں میں عدل قائم نہیں ہوا ۲ وہ احکام (امور متنازع فیہا میں) حکم اور فیصل کنندہ قرار دیئے جاتے ہیں سو وہ شبہات کو باقی نہیں چھوڑتے کسی مخالف کے لئے اور نہ وہ احکام اپنے سوا کسی اور فیصلہ کنندہ کے طالب ہیں (کیونکہ وہ خود اس کے لئے کافی ہیں) ۳ ان حکام سے کبھی لڑائی یعنی مقابلہ نہیں کیا گیا مگر اس کا انجام یہی ہوا کہ دشمن سے دشمن بھی لڑائی سے باز آکر ان کی طرف صلح کی سپر ڈالتا ہوا نظر آیا (جیسا ان سلاطین نے عجز کا اقرار کیا) عطر الوردہ مع تغیر ما ۱۲

مِنَ الرَّوضِ

فَانظُر لِاَوصَافِ خَيرِ الخَلقِ فِي مِدَحِي ۔۔۔ كَاَنَّهَا الوَشيُ اِذ تَزهُو بِهِ الحِبَرُ

تم خیر الخلق کے اوصاف کو میرے مدائح میں دیکھو گویا وہ نقش و نگار ہیں جب کہ اس پر دھاری دار کپڑا فخر کرتا ہے (یعنی جس طرح اس کپڑے کی زینت نقش و نگار سے ہوتی ہے اسی طرح کلام مدحی کی زینت آپ کے اوصاف سے ہے)

بَرٌّ رَؤُفٌ رَحِيمٌ زَانَهُ خُلُقٌ ۔۔۔ مِثلُ النَّسِيمِ فَلَا فَظٌّ وَلَا ضَجِرُ

آپ محسن ہیں شفیق ہیں رحیم ہیں زینت دی ہے آپکو ایسے اخلاق نے جو کہ مثل باد بہاری کے (مفرح) ہیں نہ آپ سخت خو ہیں اور نہ تنگ اخلاق ہیں۔

يُلفٰى اَشَدَّ حَيَاءً مِن مُخَدَّرَةٍ ۔۔۔ عَذرَاءَ فِي خِدرِهَا قَد زَانَهَا الخَفَرُ

آپ حیا میں اس پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ پائے جاتے ہیں جو اپنے پردہ میں رہتی ہو اس کو حیا نے زینت دی ہو

فَاقَ النَّبِيِّينَ اَخلَاقًا وَمُعجِزَةً ۔۔۔ وَرُتبَةً فَلَهُ التَّقدِيمُ اِن حَضَرُوا

تمام انبیاء علیہم السلام سے اخلاق اور معجزہ اور رتبہ میں فائق ہو گئے ہیں تو اگر سب موجود ہوں تو حق تقدیم آپ ہی کیلئے ہو

مُكَمَّلُ الْخَلْقِ لَا خَلْقٌ يُشَابِهُهُ ۔ لَهُ اعْتِدَالٌ فَلَا طُولٌ وَلَا قِصَرُ

آپ صورت جسمانیہ میں بھی مکمل ہیں کہ کوئی خلق آپ کے مشابہ نہیں آپ میں اعتدال تھا نہ طول تھا نہ کوتاہ قامتی تھی

مُشْرَبٌ لَوْنُهُ الْمُبْيَضُّ مَنْظَرُهُ ۔ بِحُمْرَةٍ وَمُحَيَّاهُ هُوَ الْقَمَرُ

آپ کے سفید منظر رنگ میں سرخی دلکتی تھی اور آپ کا چہرہ (مثل) چاند کے تھا

صَلْتُ الْجَبِيْنِ اَزَجُّ الْحَاجِبَيْنِ كَحِيْلُ ۔ الْعَيْنِ مِنْ حُسْنِهٖ لَا يَشْبَعُ النَّظَرُ

آپ کشادہ پیشانی تھے اور باریک ابرو سرمگیں چشم کہ آپ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی

اَسِيْلُ خَدٍّ مَلِيْحُ الثَّغْرِ بَاسِمُهُ ۔ مُفَلَّجٌ اَبْيَضُ الْاَسْنَانِ مَا الدُّرَرُ

سبک رخسار تھے خوشنما اور خندان دندان تھے دانتوں کے درمیان رخنیں تھیں اور وہ دانت روشن تھے انکے روبرو موتی کی کیا حقیقت تھی

اَقْنٰى اَشَمُّ طَوِيْلُ الْجِيْدِ مُشْرِقُهُ ۔ مِثْلُ اللُّجَيْنِ الْمُصَفّٰى مَا بِهٖ عَكَرُ

بلند بینی اور باریک بینی دراز گردن اور روشن گردن اس چاندی کے مثل تھی جو صاف کی ہوئی ہو جس میں میل نہ رہا ہو

ذُوْ لِحْيَةٍ كَثَّةٍ زَانَتْ مَحَاسِنَهُ ۔ كَمَا يَزِيْنُ عُيُوْنَ الْغَادَةِ الْحَوَرُ

گنجان ڈاڑھی والے تھے جسنے آپ کے حسن کو اور زینت دیدی جیسا نازک اندام عورت کی آنکھوں کو آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی تیزی رونق دیتی ہے

وَلِمَّةٍ تَبْلُغُ الْاُذُنَيْنِ عَاطِرَةٍ ۔ كَالْمِسْكِ لَوْنًا وَعَرْفًا حِيْنَ يَنْتَشِرُ

سر پر بال رکھتے تھے جو کانوں تک پہنچتے تھے اور معطر تھے مثل مشک کے رنگ میں اور خوشبو میں جب وہ خوشبو پھیلتی تھی۔

ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ رَحْبُ الصَّدْرِ وَاسِعُهُ ۔ تُرٰى بِهٖ شَعَرَاتٌ خَطَّهَا الْقَدَرُ

آپ کے جوڑ بند بڑے تھے اور سینہ فراخ اور واسع تھا اس پر کچھ بال نظر آتے تھے جن کو قدرت الٰہیہ نے خط کے طور پر بنایا تھا۔

شَثْنُ الْاَكُفِّ خَمِيْصُ الْبَطْنِ ذُوْ عُكَنٍ ۔ مَطْوِيَّةٍ طَالَ مَا يُطْوٰى بِهَا الْحَجَرُ

آپکی ہتھیلیاں پر گوشت تھیں اور شکم پتلا اور خالی تھا اسمیں گرسنگی سے شکن پڑی رہتی تھی اور اکثر اوقات اس سے پتھر باندھا جاتا تھا۔

عَبْلُ الذِّرَاعَيْنِ وَالسَّاقَيْنِ مُمْتَلِئًا ۔ اِزَارُهٗ وَلِنِصْفِ السَّاقِ يَتَّزِرُ

دونوں دست اور ساقیں بڑے تھے اور بدن کے پر گوشت ہونے سے تہمد پر رہتا تھا اور آپ نصف ساق تک تہمد باندھتے تھے۔

سَجِیَّۃٌ عِنْدَ مَا یَمْشِیْ تَمَائُلُہٗ تَحَالُ عَنْ صَبَبٍ اِنْ سَارَ یَنْحَدِرُ

آپ کی عادت چلنے کے وقت جھکا ؤ کیساتھ چلنے کی تھی یہ خیال ہوتا تھا کہ گویا چلنے کیوقت کسی نشیب کیطرف اتر رہے ہیں

یَفُوْحُ مِنْ عَرَقٍ مِثْلِ الْجُمَانِ لَہٗ شَذًا تَظَلُّ الْغَوَانِیْ مِنْہُ تَعْتَطِرُ

آپ کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا خوشبوئے مشک مہکتی تھی کہ حسین عورتیں اسکو بجائے عطر لگاتی تھیں

قَضٰی وَلَمْ یَکُ یَوْمًا مُدْرِکًا شِبَعًا مِنَ الشَّعِیْرِ وَکَانَتْ فَرْشُہُ الْحُصُرُ

آپ نے عمر ختم کردی اور ایک دن بھی جو سے شکم سیر ہونیکا موقع آپنے پایا اور آپ کا فرش چٹائی کا تھا

[illegible]

ھٰذَا وَقَدْ مَلَکَ الدُّنْیَا بِاَجْمَعِھَا فَرَدَّہُ الزُّھْدُ عَنْھَا وَھُوَ مُقْتَدِرُ

یہ کیفیت اس حالت میں تھی کہ آپ تمام دنیا کے مالک ہو چکے تھے (یعنی وسیع سلطنت قبضہ میں تھی) لیکن آپکو اس دنیا سے زہد نے ہٹایا

فَالثَّوْبُ یَرْقَعُہٗ وَالشَّاۃَ یَحْلُبُھَا وَمَا رَأٰی لَاخِی الْاَعْدَامِ یَحْتَقِرُ

آپ کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے اور بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور صاحب افلاس کو کبھی آپ نے حقیر نہیں سمجھا

وَالْبَیْتَ یَکْنُسُہٗ وَالنَّعْلَ یَخْصِفُھَا وَاِنْ دُعِیْ اَسْعَفَ الدَّاعِیْ وَاَیَذَّکِرُ

[illegible]

اور گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے اور اپنا جوتہ گانٹھ لیتے تھے اور اگر کوئی آپکی دعوت کرتا تو منظور فرما لیتے تھے اور بھولتے بھی نہیں

کَانَ الْبُرَاقُ لَہٗ وَالْخَیْلُ یَرْکَبُھَا وَالْاِبْلُ اَیْضًا کَذَاکَ الْبَغْلُ وَالْحُمُرُ

آپ کیلئے براق تھا اور گھوڑے تھے کہ ان پر آپ سوار ہوتے تھے اور شتر پر بھی اسی طرح خچر اور دراز گوش پر بھی

مَا عَابَ قَطُّ طَعَامًا اَحْضَرُوْہُ لَہٗ وَلَا لِسَائِلِہِ الدَّحَّاحِ یَنْتَھِرُ

کسی کھانے میں آپنے عیب نہیں نکالا جو کچھ آپ کے سامنے لے آئے اور نہ کسی لپٹنے والے مسائل کو آپ جھڑکتے تھے۔

یَعْفُوْ وَیَصْفَحُ عَنْ جَانٍ جَنٰی کَرَمًا وَیَقْبَلُ الْعُذْرَ مِمَّنْ جَاءَ یَعْتَذِرُ

آپ اپنے کرم سے خطاوار کی خطا کو معاف فرما دیتے اور درگذر فرماتے اور جو کوئی عذر کرتا ہوا آتا آپ اسکا عذر قبول فرماتے

وَلَیْسَ یَغْضَبُ اِلَّا اَنْ تُرٰی حُرَمٌ لِلّٰہِ مُنْھُوْکَۃٌ اَوْ ھُتِکَتْ سُتُرُ

اور آپ غصہ نہ کرتے تھے مگر (دو حالتوں میں) یا تو اللہ تعالیٰ کی ممنوع کی ہوئی چیزیں ارتکاب میں آتے ہوئے نظر آتیں (اور) یا کسی کی پردہ دری کی جاتی۔

مَا اَمَّهٗ سَائِلٌ یَرْجُوْ نَدَا یَدِہٖ ۔ اِلَّا انْثَنٰی وَھُوَ مُثْرِی الْکَفِّ مُشْتَھِرٗ

آپ کے پاس کوئی ایسا سائل نہیں آیا جو آپ کے دست مبارک کی عطا کی اُمید رکھتا ہو مگر وہ ایسی حالت میں واپس گیا کہ اس کے ہاتھ میں ثروت ہوتی اور وہ ثروت میں مشہور ہوتا (یعنی اس لئے کہ خوب دیتے تھے جس سے اس کی ثروت ظاہر ہو جاتی ۱۲ منہ

(فصل اکیسویں)

آپ کے معجزات

اگر نظر صحیح سے کام لیا جائے تو آپ کے معجزات ضبط و احصاء سے متجاوز ہیں۔ کیونکہ آپ کا ہر قول ہر فعل ہر حال باعتبار تضمن حکم و مصالح و اسرار کے خارق عادت ہے اور ظاہر ہے کہ اقوال و افعال و احوال کے تمام جزئیات کا حصر عادۃً نہ ممکن ہے اور نہ واقع ہوا اور ان حکمتوں کا علم تفصیلاً عرفاء حکماء الٰہی کے صدور و قلوب میں القاء ہوتا ہے اور اجمالاً کتب اسرار شریعت میں مثل تصنیفات امام غزالی و امام شعرانی و شاہ ولی اللہ و حسین جسپر رحمہم اللہ تعالیٰ جستہ جستہ پائے جاتے ہیں تو اس بناء پر آپ کے معجزات تعداد سے زیادہ ان گنت اور لاتعداد ہوئے لیکن چونکہ اس کا ادراک عوام کا حصہ نہیں ہے اس لئے اس سے قطع نظر کر کے اگر ان ہی خوارق پر اکتفا کیا جاوے جو نظر ظاہر و عامی میں بھی خارق ہیں وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں چنانچہ سات ہزار سات معجزہ پر تو صرف قرآن مجید اپنی بلاغت کے اعتبار سے قطع نظر اس کی پیشین گوئیوں کے مشتمل ہے تقریر اس کی جیسا کہ قاضی عیاض رضؓ نے فرمایا ہے یہ ہے کہ کلام اللہ میں جس قدر کلام کہ برابر سورۃ انا اعطینا کے ہے معجزہ ہے اور سورۃ انا اعطینا میں دس کلمے ہیں اور سارے کلام اللہ میں کچھ اوپر ستتر ہزار کلمے ہیں سو جب ستتر ہزار کو دس پر تقسیم کریں سات ہزار سات سو حاصل ہوتے ہیں۔ پس کلام اللہ میں سات ہزار سات سو معجزے ہیں اور اگر اس کی پیشین گوئیوں کو لیا جاوے جن میں سے تیرہ الکلام المبین میں جمع کی ہیں اور نیز ستتر ہزار سے جس قدر بڑھتی ہے

اس کو بھی دس پر تقسیم کر کے حاصل قسمت کو ملایا جاوے تو اس عدد میں اور اضافہ ہوتا ہے یہ تو قرآن مجید کے معجزات ہوئے اور محدثین و اہل سیر نے جو معجزات آپ کے موافق اپنے علم کے لکھے ہیں وہ بقول محدثین تین ہزار ہیں جن میں سے ایک ہزار معجزے امام سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں نقل کئے ہیں اور تین سو سے زائد الکلام المبین میں مذکور ہیں تو اس حساب سے دس ہزار سے زائد ہوتے ہیں اگر خصائص کبریٰ دستیاب نہ ہو یا عربی نہ جاننے والوں کی سمجھ میں نہ آوے تو کتاب الکلام المبین کا بھی مطالعہ اس باب میں کافی و موجب تقویت ایمان ہے۔ اس کتاب میں اول ایک تقریر بطور تمہید کے لکھی ہے جس میں آپ کے معجزات کا عالم کے تمام اقسام سے متعلق ہونا بیان کیا ہے پھر اس کے اثبات کے لئے ہر قسم کے معجزات کو جدا جدا ذکر کیا ہے چونکہ یہ میرا رسالہ بہت مختصر ہے اس لئے اس میں صرف اس تقریر کو بوجہ اُس کے دلپذیر و دلچسپ ہونے کے نقل کر کے تمام اقسام کے معجزات میں سے دو سے چار تک پر اقتصار کرتا ہوں وہ تقریر ملخصاً یہ ہے قال اللہ تعالیٰ وما ارسلناك الا رحمة للعلمين۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت تب آوے گی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا (اور ظاہر ہے کہ اللہ اللہ کہنے والے آپ ہی کی رسالت کے ماننے والے ہیں) پس رسالت آپ کی باعث بقاء دامن سب عالموں کا ہے اور نہ صرف نوعِ انسان بلکہ سب اقسام عالم کے آپ کی رسالت سے نفع یاب ہیں اور اسی لئے اللہ جل جلالہ نے آپ کو جمیع اقسام عالم میں معجزات عنایت فرمائے (اور معجزہ چونکہ دلیل ثبوت نبوت ہے اور دلیل شاہد ہوتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ تمام اقسام عالم باعتبار تعلق معجزات کے آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والے اور شہادت دینے والے ہیں پس آپ کی شان کیسی عظیم ہے کہ جس طرح توحید پر تمام عالم گواہ ہے اسی طرح آپ کی رسالت پر تمام عالم گواہ ہے) چنانچہ بیان اس کا یہ ہے کہ عالم دو قسم ہے عالم معانی اور عالم اعیان، عالم معانی عبارت ہے ان چیزوں سے کہ دوسری چیز میں ہو کے پائے جاتے ہیں بذات خود قائم

لے یعنی نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے محمدؐ مگر رحمت واسطے تمام عالموں کے۔

نہیں اور انہیں عرض بھی کہتے ہیں جیسے کلام اور علم اور رنگ اور بو اور عالم اعیان عبارت ہے ان چیزوں سے جو بذات خود قائم ہیں اور انہیں جوہر بھی کہتے ہیں جیسے زمین۔ آسمان۔ آدمی درخت پھر عالم اعیان دو قسم ہے عالم ذوی العقول یعنی وہ لوگ جو عقل رکھتے ہیں انسان اور جن اور عالم غیر ذوی العقول یعنی وہ عقل نہیں رکھتے جیسے جمادات وحیوانات پھر عالم ذوی العقول تین قسم پر ہے۔ عالم ملائکہ اور عالم انسان اور عالم جنات اور عالم غیر ذوی العقول یا علوی ہے یعنی آسمان اور ستارے یا سفلی یعنی وہ اجسام جو آسمان کے تلے ہیں اور عالم سفلی دو قسم ہے عالم بسائط اور عالم مرکبات عالم بسائط عبارت ہے عناصر اربعہ یعنی آب و آتش و باد و خاک سے اور عالم مرکبات تین قسم پر ہے۔ جمادات و نباتات وحیوانات اور انہیں موالید ثلاثہ بھی کہتے ہیں۔ پس اقسام تفصیلی عالم کے نو ہوئے (۱) عالم معانی (۲) ملائکہ (۳) انسان (۴) جن (۵) عالم علوی افلاک وکواکب (۶) بسائط یعنی عناصر (۷) جمادات (۸) نباتات (۹) حیوانات اور یہ عاجز مرکبات کی اس طرح تقسیم کرتا ہے۔ ایک وہ جس میں ایسا مزاج ہو کہ مرکب کی ترکیب کو چندے محفوظ رکھ سکے ایک وہ جو محفوظ نہ رکھ سکے ثانی کو کائنات الجو کہتے ہیں جیسے سحاب وغیرہ اور اول کی وہی تین قسم ہیں جو موالید ثلثہ کہلاتی ہیں۔ پس اس طرح سے کل اقسام دس ہوئے نو وہ جو مذکور ہوئے دسویں کائنات الجو) اور ہر قسم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہر ہوئے ہیں۔ (اس کے بعد نو باب لائے ہیں اور ہر باب میں معجزات کثیرہ ذکر کئے ہیں احقر نے ہر باب میں سے دو سے چار تک معجزات لے لئے ہیں جس کو ترتیب اقسام نقل کرتا ہوں عالم معانی (۱) قرآن مجید باعتبار اپنی بلاغت واخبار عن الغیبات کے (۲) وہ خبریں جو آپ نے قبل الوقوع بیان فرمائیں جیسے صحیحین میں حضرت حذیفہ رضہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے امور قیام قیامت تک ہونے والے تھے سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھا اُسے یاد رہے اور جو بھول گئے وہ بھول گئے اور میرے ان تمام اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے اور بعض شے اس میں سے واقع ہوتی ہے حالانکہ میں اسے بھول گیا تھا پھر جب

اسے واقع ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں تب مجھے یاد آجاتی ہے یعنی بعد وقوع خبر کے پہچان جاتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی جس طرح سے کہ کسی شخص کی صورت آدمی کو یاد رہا اور وہ شخص غائب ہو جاوے پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان جاتا ہے اھ (۳) وہ واقعات حالی جو آپ نے بغیر دیکھے بیان فرمادیئے جیسے بخاری نے انس بن مالک رضؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ موتہ کے قصہ میں زید رضؓ اور جعفر رضؓ اور عبداللہ بن رواحہ رضؓ کی شہادت کی خبر لوگوں کو سنادی قبل اس کے کہ خبر آوے اور آپ نے فرمایا کہ نشان لیا زید نے پس شہید ہوا پھر نشان لیا جعفر نے پس شہید ہوا پھر نشان لیا ابن رواحہ نے پس شہید ہوا اور آپ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرمایا آپ نے کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار (یعنی حضرت خالد رضؓ) نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی (پھر اسی کے مطابق خبر آئی) عالم ملائکہ (۴) صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ روز بدر ایک مسلمان ایک مشرک کا پیچھا کرتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑے مارنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی کہ اس نے کہا بڑھ اے حیزوم سو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مشرک آگے اس کے چت پڑا ہے اور ناک اس کی ٹوٹ گئی ہے اور منہ پھٹ گیا ہے کوڑے کے مار سے یہ تمام جگہ سبز ہو گئی ہے وہ شخص مسلمان انصاری تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اُس نے اس واقعہ کو بیان کیا آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے یہ آسمان سوم کی مدد میں کا فرشتہ تھا۔ حیزوم فرشتہ کے گھوڑے کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا چنانچہ بدر میں اور اُحد میں اور حنین میں فرشتوں نے مدد کی (۵) بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن سعد نے طبقات میں عمار بن یاسر رضؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت حمزہ رضؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے انہوں نے کہا آپ دکھا دیجئے آپ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کعبہ پر اترے آپ نے حضرت حمزہ سے

فرمایا کہ نگاہ اٹھاؤ انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا حضرت جبریل علیہ السلام کا جسم مانند زبرجد اسبز یعنی زمرد سبز چمکتے تھے سو تھاسو غش کھا کر گر گئے۔ عالم انسان (۶) ظہور ہدایت جیسے صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف دعوت کرتا تھا اور وہ مشرک تھی ایک دن میں نے اس سے اسلام کے لئے کہا اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کلمہ بے ادبی کہا مجھے ناگوار ہوا اور میں روتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا اور میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم دعا فرمایئے کہ خدا تعالیٰ میری ماں کو ہدایت کرے آپ نے فرمایا اللھم اھد ام ابی ھریرۃ یا اللہ ہدایت کر ابوہریرہ کی ماں کو۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر خوش ہوتا ہوا اپنے گھر آیا دیکھا دروازہ بند ہے اور میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سن کر کہا کہ وہیں ٹھیرو اے ابوہریرہ اور میں نے پانی کی آواز سنی سو میری ماں نے نہا کر اور کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور کہا اے ابوہریرہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ میں خوش ہو کر شدت خوشی سے روتا ہوا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا اور اپنے ماں کے اسلام کی خبر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حمد الٰہی بجالائے (۷) ظہور برکت جیسے بیہقی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنظلہ بن حذیم کے سر پہ ہاتھ رکھا اور ان کے حق میں دعائے برکت کی سو یہ حال ہو گیا کہ کسی آدمی کے موہنہ میں ورم ہوتا یا کسی بکری کے تھن میں ورم ہوتا اور وہ ورم والا ورم کی جگہ کو حنظلہ کے سر میں جس جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پھیرا تھا لگا دیتا تو صاف ورم جاتا رہتا (۸) شفائے مرضی جیسے بیہقی اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حبیب بن فدیک کے باپ کے آنکھوں میں پھلی پڑ گئی اور بالکل اندھے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دم کیا اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے دیکھا۔

(۹) قہر بے ادبان جیسے مسلم نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا آپ نے فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھا اس نے کہا کہ میں سیدھے ہاتھ سے کھا نہیں سکتا حالانکہ ہاتھ اس کا اچھا تھا یہ بات اس نے غلط بیبا کی سے براہ استنکاف کہی تھی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا اس کا ایسا ہی حال ہوگیا کہ سیدھا ہاتھ اس کا کام سے جاتا رہا۔ موہنہ تک نہیں پہونچا سکتا تھا۔ عالم جن (۱۰) خطیب نے جابر بن عبد اللہ سے ایک حدیث طویل میں روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے راہ میں ایک گاؤں میں پہونچے۔ اس گاؤں کے آدمی خبر آپ کی آمد کی سنکر باہر گانوں کے منتظر تھے جب آپ وہاں پہونچے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گانوں میں ایک عورت نوجوان ہے اس پر ایک جن عاشق ہوا ہے اور اس پر آچڑھا ہے۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے قریب ہے کہ ہلاک ہو جاوے جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا بہت خوبصورت تھی جیسے چاند کا ٹکڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلاکر فرمایا کہ اے جن تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں محمدؐ رسول خدا ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا آپ کے یہ فرماتے ہی وہ عورت ہوشیار ہوگئی اور نقاب منہ پر کھینچ لیا اور مردوں سے شرم کرنے لگی اور بالکل صحیح ہوگئی۔ (۱۱) ترمذی نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ ان کے ایک بخاری میں خرمے بھرے تھے سو ایک جنیہ آکر اس میں سے نکال لیجاتی انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا جاؤ اور اب کے جب اس کو دیکھو تو یوں کہنا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آؤں گی چھوڑ دیا تھا الی آخر الحدیث۔ یعنی یہ آپ کا معجزہ ہے کہ باوجود اس کے مومن نہ ہونے کے محض آپ کے نام کی برکت سے گرفتار ہوگئی عالم علوی افلاک وکواکب (۱۲) و (۱۳) چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا کواکب کے متعلق اور معراج میں سمٰوات کو طے کرنا افلاک کے متعلق صریح اور عظیم معجزے ہیں عالم بسائط یعنی عناصر۔ (۱۴) متعلق خاک جیسے صحیحین میں حضرت ابو بکرؓ

سے روایت ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفر ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے سو میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک شخص نے آ لیا آپ نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا یعنی غم مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر آپ نے سراقہ کے لئے بددعا کی سو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں گھس گیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں صاحبوں نے میرے لئے بددعا کی ہے اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنے والوں کو میں پھیر دوں گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نجات کے لئے دعا کی سو اس نے نجات پائی اور پھر گیا اور جو کوئی اسے ملتا تھا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا کہ ادھر کوئی نہیں ہے اور (۱۵) متعلق آب جیسے صحیحین میں جابر رض سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے اور جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لوٹا تھا کہ اس سے آپ نے وضو کیا سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کے لئے پانی ہے نہ وضو کے لئے مگر اسی قدر کہ آپ کے اس لوٹے میں ہے (کیونکہ چاہ حدیبیہ میں بوجہ قلت پانی کے ایک قطرہ نہ رہا سب کھینچ لیا تھا (رواہ البخاری) پس آپ نے اپنے دست مبارک کو لوٹے میں رکھا اور پانی آپ کی انگلیوں سے جوش مارنے لگا سو ہم سب آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا حضرت جابر رض سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے تو کفایت کر جاتا۔ (یعنی پانی اتنا کثیر تھا مگر) ہم پندرہ سو آدمی تھے۔ (۱۶) متعلق آتش جیسے صحیحین میں حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ ایام غزوہ خندق میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے لئے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع (یعنی تین سیر سے کچھ زائد) جو کا آٹا تیار کیا اور حضور میں آکے چپکے سے اس کی اطلاع کی اور عرض کیا کہ آپ مع چند آدمیوں کے تشریف لیچلئے آپ نے تمام اہل خندق کو کہ ایک ہزار تھے پکار کر جمع کر لیا اور ساتھ لے چلے اور جابر رض سے فرمایا کہ ہانڈی مت اتاریو اور آٹے کو مت پکائیو جب تک میں نہ آؤں بعد اس کے آپ تشریف لائے اور آپ دہن مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور ہانڈی میں ڈالا اور دعائے برکت کی اور آپ نے

فرمایا کہ ایک پکانے والی اور بلوا لو اور شوربا نکال نکال کے ہانڈی میں سے دو اسے چولھے پر سے اتارو نہیں جابر کہتے ہیں کہ ہزار آدمی تھے قسم ہے خدا کی سبھوں نے کھایا اور ہماری ہانڈی ویسی ہی جوش میں رہی اور آٹا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا ف اس سے عالم آتش میں بھی ایک امر خارق ظاہر ہوا کہ آگ کا اثر شوربے میں کہ کم کر دیتا ہے واقع نہیں ہوا بلکہ بالعکس وہ افزونی کا سبب بن گئی جیسا کہ چولھے پر سے اتارنے کی ممانعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس افزونی میں آگ کو بھی دخل ہے) (۱۷) متعلق ہوا جیسے اسی غزوہ خندق میں واقع ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر پروائی ہوا ٹھنڈی بھیجی کہ خوب کڑاکے کا جاڑا پڑا اور ہوا نے ان کو نہایت عاجز اور تنگ کیا غبار بے شمار ان کے مونہوں پر ڈالا اور آگ ان کی بجھا دی اور ہانڈیاں ان کی اولٹ دیں اور میخیں ان کی اوکھاڑ دیں کہ خیمے ان کے گر پڑے اور گھوڑے ان کے کھل کر آپس میں لڑنے لگے اور پھوٹ کر لشکر میں دُند مچا دیا اس وقت آپ نے حضرت حذیفہ رض کو کفار کی خبر لانے کے لئے مامور فرمایا اور شدت سردی سے محفوظی کے لئے دعا فرمائی حضرت حذیفہ رض کہتے ہیں کہ یہ برکت آپ کی دعا کے مجھے جانے آنے میں مطلق سردی نہ معلوم ہوئی بلکہ ایسا حال تھا کہ گویا میں حمام میں چلا جاتا ہوں۔ ایسی سخت ہوا کا ان پر اثر نہ کرنا صریح خارق ہے۔ عالم کائنات الجو۔

(۱۸) جیسے صحیحین حضرت انس رض سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بار قحط ہوا۔ سو ایک بار آپ خطبہ جمعہ کا فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوکوں مرتے ہیں آپ مینہ کے واسطے دعا کیجئے آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس وقت آسمان پر کوئی ٹکڑا بھی ابر کا نہ تھا قسم خدا کی ہنوز آپ ہاتھ رکھنے نہیں پائے کہ ابر مانند پہاڑوں کے ہر طرف سے گھر آیا آپ منبر سے اترنے نہیں پائے تھے کہ ریش مبارک سے قطرات مینہ کے گرنے لگے سو اُس دن سے دوسرے جمعہ تک مینہ برسا پھر جمعہ کے دن اُسی اعرابی نے یا اور کسی شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ مکانات گر پڑے اور مال ڈوب گیا آپ دعا فرمایئے کہ مینہ تھم جاوے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ گرد ہمارے برسے

اور ہم پر نہ برسے او رجد ہر ابر کی طرف آپ نے اشارہ کیا وہیں کھل گیا سو مدینہ پر تو بالکل پانی برسنا موقوف ہو گیا اور گرد مدینہ کے برستا رہا اطراف سے جو لوگ آتے تھے کثرت مینہ کی بیان کرتے تھے مطلب یہ ہے کہ کی دعا سے ابر کا فوراً اٹھ آنا اور اشارہ سے ابر کا ہٹ جانا ان دونوں میں ظہور ہے معجزہ سحاب میں۔ (۱۹) نسائی نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے پاس دعوت اسلام کے لئے آپ نے کسی کو بھیجا اُس نے آپ کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کہا کہ رسول اللہ کون ہوتے ہیں اللہ کیسا ہوتا ہے سونے کا یا چاندی کا یا تانبے کا معاً اس پر بجلی گری اور اس کی کھوپری اوڑ ادی۔ یعنی اس واقعہ میں آپ کی شان میں گستاخی کرنے کو بھی ظاہری دخل ہے اس اعتبار سے ظہور ہے معجزہ کا صاعقہ میں کہ کائنات جو سے ہے۔ عالم جمادات وعالم نباتات۔ (۲۰) ترمذی نے حضرت علی رضؓ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا سو آپ بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا السلام علیک یارسول اللہ۔ یعنی پہاڑ جمادات سے ہیں اور درخت نباتات سے سو دونوں میں ظہور معجزہ کا ہوا۔ (۲۱) جابر رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ایک ستون مسجد پر کہ چھوہارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے۔ جب منبر بنا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کیا یکبارگی وہ ستون چھوارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اوترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک سے چمٹا لیا سو وہ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جو رونے سے چپ کرایا جاتا ہے ہچکیاں لیتا ہے یہاں تک کہ تھم گیا حضرت جابر نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا اب جو نہ سنا تو رونے لگا (یعنی یہ ستون باعتبار اصلی حالت کے نباتات سے ہے اور باعتبار موجودہ حالت کے جمادات سے پس اس معجزہ کو دونوں قسموں سے تعلق ہوا اور اس گریہ میں جس طرح مفارقت ذکر کو دخل ہے اسی طرح مفارقت ذاکر یعنی ذات مقدسہ نبویہ کو ورنہ سینہ سے لگانے سے خاموش نہ ہو جاتا پس اس حیثیت سے یہ آپ کا معجزہ ہے (۲۲) ابوہریرہ رضؓ سے

روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑے چھوارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھواروں کے لئے دعائے برکت کر دیجئے آپ نے ان چھواروں کو اکٹھا کر کے ان میں دعائے برکت کی اور مجھ سے فرمایا کہ انہیں لے کے اپنے توشہ دان میں ڈال رکھو جب تمہارا جی چاہے اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکال لو مگر اسے جھاڑنا مت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ان چھوارو میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اتنے اتنے وسق (کہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع وہ ظرف ہے جس میں ساڑھے تین سیر گندم سما سکیں) اللہ کی راہ میں خرچ کئے۔ اور ہمیشہ اس میں سے ہم کھاتے اور کھلاتے رہے اور وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر میں لگا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بروز شہادت حضرت عثمان رضی کے کہ قریب تیس برس کے زمانہ ہوتا ہے میری کمر میں سے کٹ کے کہیں گر پڑا اور جاتا رہا یعنی یہ معجزہ ایسی چیز میں ظاہر ہوا جو اصل میں نبات کا ثمرہ ہے اور فی الحال جماد ہے اس کو بھی دونوں سے تعلق ہوا۔

عالم حیوانات (۲۳) احمد اور دارمی نے حضرت جابر رض سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا بڑا شریر جو کوئی باغ میں جاتا اس پہ دوڑتا اور کاٹنے کو لئے جھپٹتا آپ نے اسے بلایا اور وہ آیا اور اس نے آپ کے سامنے سجدہ کیا آپ نے اس کی ناک میں مہار ڈال دی اور فرمایا جتنی چیزیں آسمان زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں رسول خدا ہوں سوا نافرمان جن اور انس کے (۲۴) حضرت سفینہ رض سے روایت ہے کہ میں دریائے شور میں تھا جہاز ٹوٹ گیا میں ایک تختہ پر بیٹھ لیا بہتے بہتے ایک نیستان میں پہنچا وہاں مجھ سے ایک شیر ملا اور میری طرف آیا میں نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں وہ شیر میری طرف بڑھ آیا اور اپنا کندھا میرے بدن میں مارا پھر میری ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا کر دیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر باریک باریک کچھ آواز کرتا رہا اور میرے ہاتھ سے اپنی دم چھوا دی میں سمجھا کہ مجھے رخصت کرتا ہے یعنی پہلا قصہ ماکول جانور کا تھا یہ غیر ماکول کا اور وہ حیات میں تھا اور یہ بعد وفات جسمیں

وجہ اعجاز قوی تر ہے کیونکہ وفات کے بعد قویٰ کی فاعلیت کا بھی احتمال نہیں ہو سکتا (۲۵) حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک پیالہ دودھ کا گھر میں پایا حکم دیا کہ اصحاب صفہ کو بلا لو یہ بھوکے تھے انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھی کو دیدیتے تو میں سیر ہو کر پی لیتا۔ لیکن حکم سے مجبور تھا لہٰذا سب کو بلا لایا آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں دودھ پلاؤ میں نے پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سبھوں نے سیر ہو کر پیا پھر مجھ سے کہا کہ تم پیو میں نے پیا آپ نے فرمایا اور پیو میں پیتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ اب پیٹ میں جگہ نہیں پھر باقی آپ نے پیا یعنی یہ اجزائے حیوان میں معجزہ کا ظہور ہوا یہاں تک الکلام المبین میں حدیثیں لا کر پھر عالم کے نو ؍ ۹ قسم کے متعلق معجزات کو قرآن مجید سے بھی ثابت کیا ہے جس کو شوق ہو مطالعہ فرمالے۔ فقط

من الروض

یَدٌ بِہَا النَّفْعُ وَالضَّرُّ لِمُعْتَرِفٍ
وَجَاحِدٍ فَہِیَ الْاَدْوَآءُ وَالْوَطَرُ
کَمْ اَبْرَءَتْ اَلَمًا کَمْ اَذْہَبَتْ لَمَمًا
کَمْ اَظْہَرَتْ لِمَا یَنْمُوْلَہَا شَعَرُ
وَکَمْ شَفَتْ سَقَمًا کَمْ اَظْہَرَتْ مَدَدًا
کَمْ فَرَّجَتْ لَمَدًا اُعْمِنَ بِہٖ عَوَرُ
وَدَرَّتِ الشَّاۃُ مِنْہَا وَالْحَصَا نَطَقَتْ
فِیْہَا وَاَوْرَقَتِ الْاَغْصَانُ وَالشَّجَرُ
وَاَلْقَوْمُ مِنْ رَمْیِہَا یَوْمَ اللِّقَآءِ عَمُوْا
وَمِنْ اَصَابِعِہَا الْاَمْوَاہُ تَنْفَجِرُ
وَالْمَآءُ مِنْ رِیْقِہٖ نَادَتْ حَلَاوَتُہٗ

¹ آپ کا ایسا ہاتھ ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور ضرر بھی ہے معترف کیلئے (نفع ہے) اور منکر کیلئے (ضرر ہے) سو وہ بیماری کا بھی سبب ہے اور حاجت روائی کا بھی سبب ہے، ² اس ہاتھ نے بہت سے المون کو اچھا کیا اور بہت سے آسیب کو دور کیا بہت سے موی ہمر کو ظاہر کیا کہ اس کے سبب (سر بے مو میں) بال جم آئے ³ اور بہت سے بیماروں کو شفا دی اور بہت سی مدد کو ظاہر کیا بہت سے رنجوں کو دور کیا ایسے لوگوں سے جن میں کوئی خلل تھا ⁴ اور اس ہاتھ سے بکری نے دودھ دیا اور اسمیں سنگریزے بولے اور شاخیں اور درخت برگ دار ہو گئے ۱۲ منہ ⁵ اور قوم کفار اس ہاتھ کے خاک پھینکدینے سے اندھے ہو گئے

وَالنَّخْلُ مِنْ عَامِهٖ اَضْحٰی لَهٗ ثَمَرٌ
۷ وَالْجِذْعُ حَنَّ اِلَیْهِ حِیْنَ فَارَقَهٗ
حَتّٰی عَلَا مِنْهُ مَا بَیْنَ الْمَلَاءِ خَوَرٌ
۸ وَالذِّئْبُ وَالضَّبُّ کُلٌّ مِّنْهُمَا شَهِدَا
شَهَادَةَ الْحَقِّ بِرُوْسِهِمَا لَكَ الْخَبَرُ
۹ وَرَاحَ یَشْکُوْ اِلَیْهِ جَوْرَ صَاحِبِهٖ
اَلْبَعِیْرُ وَالدَّمْعُ مِنْ عَیْنَیْهِ مُنْحَدِرٌ
۱۰ وَاَطْعَمَ الْجَیْشَ مِنْ صَاعٍ فَاَشْبَعَهٗ
وَمِنْهُ اَرْوَاهُ لَمَّا مَسَّهُ الْعُسُرُ
۱۱ فَلَا تَرُمْ حَصْرَ اٰیَاتٍ لَهٗ ظَهَرَتْ
اِلَّا اِذَا کَانَ یُحْصَی الرَّمْلُ وَالْمَدَرُ
۱۲ کَفٰی بِمُعْجِزَةِ الْقُرْاٰنِ مُعْجِزَةً
طُوْلَ الزَّمَانِ غَدَا یُتْلٰی وَیُسْتَطَرُ
۱۳ فِیْهِ تَجَمَّعَتِ الْاَشْیَا فَلَا صُحُفٌ
اِلَّا وَحَازَ مَعَانِیْهَا وَلَا زُبُرٌ
۱۴ فَهُوَ الشِّفَاءُ الَّذِیْ تَحْیَی النُّفُوْسُ بِهٖ
قَدْ فَازَ مُتَّعِظٌ مِّنْهُ وَمُدَّکِرٌ
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ
بِهِ الْعُصُرُ

اور اس ہاتھ کی اونگلیوں سے پانی جاری ہوتے تھے۔ ۵ اور پانی کی شیرینی آپ کے لعاب مبارک کے سبب بڑھ گئی اور کھجور کا درخت اسی سال بار آور ہو گیا۔ ۷ اور ستون درخت کا آپ کی جدائی سے گریہ و زاری کرنے لگا یہاں تک کہ مجمع میں اس میں سے آواز نکلکر بلند ہو گئی۔ ۸ اور بھیڑیے اور سوسمار نے دونوں نے سچی شہادت (آپکی رسالت کی) دی اسکو حدیث روایت کرتی ہے ۹ اور اونٹ آپ سے اپنے مالک کی بے راہی کی شکایت کرتا تھا اور آنسو اسکی آنکھوں سے جاری تھے ۱۰ اور ایک بڑے لشکر کو ایک صاع سے کھانا کھلا کر شکم سیر کر دیا اور اس سے آسودہ کر دیا جبکہ اس لشکر کو تنگی نے مس کیا ۱۱ اے مخاطب آپ کے معجزات ظاہر ہوئے ان کے شمار کرنیکا قصد مت کرو مگر جس وقت کہ ریگ اور سنگپاروں کا شمار کیا جاوے۔ ۱۲ قرآن مجید کا معجزہ کافی معجزہ ہے کہ زمانِ طویل تک تلاوت کیا جاویگا اور لکھا جاویگا۔ ۱۳ اس میں بہت سے مضامین جمع ہیں سو نہ کوئی صحیفے ایسے ہیں جس کے معانی پر قرآن مشتمل نہ ہو اور نہ کتابیں ہیں۔ ۱۴ سو وہ قرآن شفا ہے جس سے قلوب زندہ ہوتے ہیں اس سے وعظ و پند کا قبول کرنے والا فائز المرام ہوتا ہے ۱۲ منہ

(فصل بائیسویں)

آپ کے اسمائے مبارکہ اور ان کی مختصر تفسیر

محمدﷺ یہ آپ کا علم یعنی خاص نام ہے **احمد**ﷺ عیسٰی علیہ السلام نے اس نام سے آپ کی بشارت دی ہے **متوکل** معنی ظاہر ہیں **ماحی** آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو محو فرمایا۔ **حاشر** یعنی آپ چونکہ سب سے اول قیامت میں محشور ہوں گے اور سب آپ کے بعد تو گویا ان تمام کے حشر کا سبب آپ ہوئے **عاقب** یعنی سب انبیا علیہم السلام کے عقب اور آخر میں تشریف لائے۔ **مُقفّی** اس کے بھی یہی معنی ہیں۔ **نبی التوبۃ** یعنی آپ کی شریعت میں عفوِ ذنوب کے لئے محض توبہ اپنی شرائط سے کافی ہے بخلاف بعضی پہلی امتوں کے کہ قتل نفس اس میں شرط تھا۔ **نبی الملحمۃ** یعنی قتال کے نبی کیونکہ آپ کی شریعۃ میں جہاد مشروع ہوا ہے **نبی الرحمۃ** آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا ظاہر ہے مسلمانوں کے لئے تو آخرت میں بھی اور کفار کے لئے دنیا میں کہ پہلی امتوں کی طرح ان پر عذاب نہیں آتے اور باقی اجزاء عالم کے لئے بھی کہ بقاء عالم کا آپ کے بقاء دین کے ساتھ مربوط ہے جب آپ کے دین کا کوئی اثر نہ رہیگا حتی کہ اللہ اللہ کہنے والا نہ رہیگا قیامت قائم ہوکر تمام عالم درہم برہم ہو جاویگا۔ **فاتح** یعنی کشایندہ آپ کی بدولت دروازہ ہدایت مفتوح ہوا امصار و دیار کفار کے فتح ہوئے جنت کے دروازے آپ کی اتباع سے کشادہ ہوں گے۔ **امین** معنی ظاہر ہیں۔ **شاہد** قیامت میں آپ اپنی امت کے شاہد ہونگے **مبشر** **بشیر** یعنی مومنین کو خوشخبری دینے والے۔ **نذیر** یعنی کفار کو عذاب سے ڈرانے والے۔ **قاسم** یعنی فیوض اور اموال کے تقسیم کرنے والے۔ **ضحوک** **قتال** ان دونوں کا استعمال جدا جدا نہیں ہوتا یعنی اہل ایمان سے ہنستے بولنے والے اور کفار سے قتال کرنے والے **عبد اللہ** معنی ظاہر ہیں **سراج منیر** یعنی ہدایت کے چراغ روشن **سید ولد آدم** یعنی سب بنی آدم کے سردار۔ **صاحب لواء الحمد** یعنی قیامت میں آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور

سب اولین وآخرین اس کے تلے ہوں گے۔ صاحب المقام یعنی مقام شفاعت میں آپ کھڑے کئے جاویں گے۔ صادق یعنی سچی خبر دینے والے۔ مصدق یعنی آپ کو سب خبریں وحی سے سچّی ملتی ہیں رؤف رحیم دونوں کے معنے مہربان اور بہت مہربان ہیں۔ بعض ان میں سے آپ کے ساتھ خاص ہیں اور بعض دوسرے انبیاء علیہم السّلام میں بھی مشترک ہیں اور اکثر ان اسماء مذکورہ میں وہ ہیں جو کسی وصف خاص یا وصف غالب پر دلالت کرتے ہیں اور عرف ولقب ونام ایسے ہی اسماء کو کہتے ہیں اسی اعتبار سے چھبیس تیس کے درمیان تک شمار کئے گئے ہیں ورنہ آپ کے اوصاف میں سے اگر ہر وصف سے ایک اسم مشتق کیا جاوے تو دوسو سے زائد بلکہ بقول بعض علماء ایک ہزار تک پہونچتے ہیں۔ کذا فی زاد المعاد۔ (فصل تیئیسویں)

آپ کے خصائص

یعنی ان امور کے بیان جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ہی کو عطا فرمائے اور وہ چند قسم کے ہیں ایک قسم وہ امور جو دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپکی ذات مقدسہ میں پائے گئے۔ مثلاً سب سے اول (۱) آپ کے نور پاک کا پیدا ہونا سب سے اول آپ کو نبوت عطا ہونا۔ یوم میثاق میں سب سے اول الست بربکم کے جواب میں آپ کا بلیٰ فرمانا۔ آپ کا نام مبارک عرش پر لکھا جانا۔ خلق عالم سے آپ کا مقصود ہونا۔ پہلی سب کتب میں آپ کی بشارت وفضیلت ہونا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام وحضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ کی برکات حاصل ہونا ان کی روایات فصل اول ودوم میں گذری ہیں وغیر ذلک دوسری قسم وہ امور جو دنیا میں تشریف آوری کے وقت قبل نبوت ظاہر ہوئے مثلاً مہر نبوت کا شانہ پر ہونا اس کی روایت چھٹی فصل میں مذکور ہے وغیر ذلک تیسری قسم وہ امور جو بعد نبوت ظاہر ہوئے اور مختص ہیں ذات مبارک کی ساتھ مثلاً معراج اور اس میں عجائب ملکوت وجنت و

نار پر مطلع ہونا اور حق تعالیٰ کو دیکھنا۔ کہانت کا منقطع ہو جانا۔ اذان واقامت میں نام مبارک
ہونا۔ ایسی کتاب عطا ہونا جو ہر طرح معجز ہے لفظاً بھی معنیً بھی تغیر سے محفوظ رہنے میں بھی زبانی یاد
ہونے میں بھی۔ صدقہ کا حرام ہونا۔ نوم سے وضو کا واجب نہ ہونا۔ ازواج مطہرات کا امت پر ابداً حرام
ہونا۔ آپ کی صاحبزادی سے بھی نسب اولاد کا ثابت ہونا بعض حالات میں سر مبارک کے پچھلے
حصے سے اسی طرح دیکھنا جیسے آنکھوں سے دور دور تک آپ کا رعب پہونچنا آپ کو جوامع الکلم
عطا ہونا۔ تمام خلائق کی طرف مبعوث ہونا آپ پر نبوت کا ختم ہونا آپ کے متبعین کا سب انبیاء کے
تابعین سے زیادہ ہونا۔ سب مخلوق سے آپ کا افضل ہونا۔ چوتھی قسم وہ امور جو آپ کی برکت
سے منجملہ تمام امم کے خاص آپ کی امت کو عطا ہوئے۔ مثلاً غنائم کا حلال ہونا۔ تمام زمین پر نماز
کا جائز ہونا۔ تیمم کا مشروع ہونا۔ اذان واقامت کا مقرر ہونا نماز میں ان کی صفوف کا بطرز
صفوف ملائکہ ہونا۔ جمعہ کی نماز اور یوم جمعہ میں ایک خاص ساعت اجابت دعا کے لئے مقرر
ہونا روزہ کے لئے سحری کی اجازت۔ رمضان میں شب قدر ایک نیکی کریں تو ادنیٰ درجہ دس حصہ
اور زیادتی کی کوئی حد نہیں کا ثواب ملنا۔ وسوسہ وخطا ونسیان کا گناہ نہ ہونا۔ (شاید پہلی امتوں
میں ان کے اسباب کا انسداد بھی واجب ہوگا اور اسی اعتبار سے یہ خاص ہوا اس امت کے ساتھ)
احکام شاقہ کا مرتفع ہو جانا تصویر ومسکرات کا ناجائز ہونا۔ (کہ یہ سد باب ہے مفاسد بے شمار کا
اور مفاسد سے بچانا رحمت ہے جیسا کہ بعض جگہ تسہیل حکم بھی رحمت ہے) اجماع امت کا حجۃ
ہونا اور اس میں ضلالت کا احتمال نہ ہونا اختلاف فرعی کا رحمت ہونا امم سابقہ کی طرح عذاب کا نہ آنا طاعون
میں مرنے سے شہادت کا درجہ ملنا۔ علمائے امت سے دین کا وہ کام لیا جانا جو انبیاء کیا کرتے تھے قرب قیامت تک جماعت
اہل حق کا مؤید من اللہ ہو کر پایا جانا وغیر ذلک پانچویں قسم وہ امور جو دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد برزخ یا قیامت میں ظاہر ہوئے یا
ہوں گے ان کا بیان وفات کے بعد کی تین فصلوں میں آویگا انشاء اللہ

۱؎ یعنی ان تینوں فصلوں میں ایسے خصائص بھی ہیں یہ نہیں کہ سب خصائص ہی ہیں چنانچہ حیات
انبیاء وتحریم جسد وصلاۃ فی القبر سب انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہے ۱۲ منہ

من القصیدۃ

فَھُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَصُوْرَتُہٗ
ثُمَّ اصْطَفَاہُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ
مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

پس آپ فضائل باطنی وظاہری میں کمال کے درجہ کو پہونچے ہوئے ہیں پھر خداوند تعالیٰ شانہ نے جو خالق تمام مخلوقات ہے آپکو اپنا حبیب بنالیا "عطر الوردہ" آپ اس سے پاک ہیں کہ آپکی خوبیوں میں اور کوئی آپکا شریک ہو پس جوہر حسن جو آپ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے بلکہ مخصوص آپ ہی کیساتھ ہے "عطر الوردہ"

(فصل چوبیسواں ۲۴)

آپ کے کھانے پینے اور سواریوں کی باتیں

ان چیزوں کو آپ کی ذات بابرکات سے دو تعلق ہیں ایک تشریع کہ ان میں کیا جائز ہے کیا ناجائز ہے۔ اس کے متعلق روایات کو جمع کرنا اور ان سے احکام کو اخذ کرنا یہ منصب فقیہ کا ہے دوسرا تعلق ان کا استعمال کرنا حاجت اور مصلحت کے لئے اس حیثیت سے یہ شعبہ سیر کا ہے یہاں اسی اعتبار سے زاد المعاد سے مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔ ماکولات و مشروبات غذاً یا دواءً۔ ان میں بعض وہ چیزیں ہیں جن کا خود آپ سے استعمال ثابت ہے اور بعض وہ ہیں جن کی آپ نے صفت بیان فرمائی چنانچہ احادیث مقام سے سب بالیقین معلوم ہو جاوے گا۔ اثمد یعنی سرمہ سیاہ اصفہانی حدیث ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم اثمد کو استعمال میں رکھو وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بال کو جماتا ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور حسب روایت ابن ماجہ آپ کی عادۃ شریف بھی دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی اور حسب روایت ترمذی داہنے میں تین اور بائیں میں دو لگانے کی تھی یعنی عادۃ دونوں طرح تھی۔ اُترج یعنی ترنج ارشاد فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ مزہ بھی پاکیزہ اور خوشبو بھی

پاکیزہ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے **بطیخ** یعنی تربوز آپ تربوز کو خرمائے تازہ کے ساتھ نوش فرمار ہے تھے کہ ارشاد فرمایا کہ اس کی گرمی اس کی سردی کی دافع (اور مصلح) ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے **بلح** یعنی خرمائے سبز یعنی خام ارشاد فرمایا آپ نے کہ خرمائے سبز خرمائے خشک سے کھایا کرو شیطان آدمی کو دونوں چیزیں کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو (متاسف ہو کر) کہتا ہے کہ یہ آدمی اب تک جیتا رہا کہ کہنہ کی ساتھ جدید پھل کو کھا رہا ہے۔ روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے **بُسر** یعنی خرمائے نیم پختہ صحیح حدیث میں ہے کہ جب آپ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ابوالہیثم کے یہاں مہمان ہوئے تو وہ ایک خوشہ خرما کا لائے آپ نے ارشاد فرمایا پختہ پختہ کیوں نہ چھانٹ لائے (تاکہ پورا خوشہ ضائع نہ ہوتا) انہوں نے عرض کیا کہ میرا جی چاہا کہ آپ حضرات (اپنی طبیعت کے موافق) خود پختہ اور نیم پختہ کو چھانٹ لیں (یعنی جن کو جو اچھا معلوم ہو) **بصل** یعنی پیاز حضرت عائشہؓ سے کسی نے پیاز کی نسبت پوچھا انہوں نے کہا کہ سب سے اخیر جو کھانا آپ نے تناول فرمایا اس میں پیاز تھا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور صحیحین میں آپ نے اس کے کھانے والے کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے اور ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی پیاز یا لہسن کھاوے تو ان کو پکا کر بدبو مار دے **تمر** یعنی خرمائے خشک آپ نے اس کی تعریف بھی فرمائی ہے کہ جو کوئی صبح کو سات تمر کھالے اس روز اس کو جادو۔ اور زہر اثر نہیں کرتا اور فرمایا ہے کہ جس گھر میں تمر نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے ہیں اور آپ سے کھانا بھی بکثرت ثابت ہے مسکہ سے بھی روٹی سے بھی تنہا بھی **ثلج** یعنی برف حدیث صحیح میں ہے آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھکو میرے گناہوں سے دھو ڈال پانی اور برف اور اولے سے اھ اس سے مدح برف کی نکلتی ہے۔ **ثوم** یعنی لہسن اس کا بیان پیاز کے ساتھ گذر چکا۔ **ثرید** یعنی گوشت وغیرہ کے شوربے میں بھگوئے ہوئے روٹی کے ٹکڑے آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسری غذاؤں پر روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (اس سے ظاہر

فضیلت ثرید کی معلوم ہوئی) جبن یعنی پنیر سفر تبوک میں آپ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے چاقو منگایا اور بسم اللہ کہہ کر اس کا ٹکڑا کاٹا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے حنا یعنی مہندی آپ کے کوئی پھنسی نکلتی یا کانٹا لگ جاتا تو آپ اس پر مہندی رکھ دیتے روایت کیا اس کو ترمذی نے حبۃ سودا۔ یعنی کلونجی اس کا شونیز بھی نام آیا ہے آپ نے فرمایا ہے کلونجی کا استعمال کیا کرو کہ اس میں بجز موت کے سب بیماریوں سے شفا ہے روایت کیا اس کو بخاری مسلم نے۔ حرف یعنی رائی اس کا نام حدیث میں ثفار آیا ہے اور عام محاورہ میں حب الرشاد کہتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو چیزوں میں کسقدر شفا ہے ثفار میں۔ اور ایلوہ میں روایت کیا اس کو ابو عبیدہ وغیرہ نے اور مراسیل میں ابوداؤد نے حلبہ یعنی میتھی عبدالرحمٰن بن القاسم سے مرفوعاً منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میتھی سے شفا حاصل کرو۔ خبز یعنی روٹی آپ کو شوربے میں توڑی ہوئی بہت پسند تھی روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور آپ نے ایک بار گیہوں کی روٹی گھی سے چپڑی ہوئی کی تمنا فرمائی چنانچہ ایک صحابی نے حاضر کیا مگر آپ نے گھی کے ظرف کو تحقیق فرمایا تو معلوم ہوا کہ سوسمار یعنی گوہ کے چمڑے کی کپی میں تھا آپ نے فرمایا کہ اٹھالو روایت کیا اس کو بھی ابوداؤد نے خل یعنی سرکہ آپ نے نوش بھی فرمایا اور تعریف بھی کی کہ سرکہ خوب سالن ہے روایت کیا اس کو مسلم نے۔ دہن یعنی روغن آپ سر میں کثرت سے تیل لگاتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے شمائل میں اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ روغن زیتون کھاؤ بھی اور لگاؤ بھی روایت کیا اس کو بھی ترمذی نے ذریرہ۔ یعنی ایک قسم کا مرکب عطر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حج وداع میں آپ کے احرام باندھنے کے وقت (یعنی قبل) اور احرام کھولنے کے وقت (یعنی بعد) آپ کو اپنے ہاتھ سے ذریرہ کی خوشبو لگائی روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ رطب یعنی خرمائے پختہ تازہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو ککڑی خرمائے پختہ تازہ کی ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور آپ نماز کے قبل خرمائے تر سے روزہ افطار فرماتے اگر خرمائے تر نہ ہوتے تو خرمائے

خشک سے۔ یہ بھی نہ ہوتے تو پانی سے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ ریحان یعنی خوشبودار پھول آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے سامنے ریحان پیش کیا جاوے اس کو رد نہ کرے کیونکہ اس میں بار (احسان) بھی ہلکا ہی ہے اور خوشبو پاکیزہ ہے (یعنی دوسرے کا ضرر نہیں اپنا نفع ہے) روایت کیا اس کو مسلم نے (اور اسی کے حکم میں ہر خوشبو ہے۔ زیت یعنی روغن زیتون اس کا بیان دُہن میں آچکا۔ زنجبیل یعنی سونٹھ بادشاہ روم نے ایک گھڑا زنجبیل سے بھرا ہوا آپ کے پاس ہدیۃً بھیجا تھا آپ نے ایک ایک ٹکڑا سب کو کھانے کو دیا روایت کیا اس کو ابونعیم نے کتاب طب نبوی میں سَنا مشہور ہے آپ نے ایک صحابیہ کو سنا کا مسہل لینے کو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت سے شفا دینے والی ہوتی تو وہ سنا ہوتی ہے روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ سنوت اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض اطباء نے ایک خاص تفسیر کو ترجیح دی ہے یعنی وہ شہد جو گھی کے ظرف میں رکھا گیا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سنا اور سنوت کو برتا کرو کہ ان دونوں میں بجز موت کے تمام امراض سے شفا ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ان بعض اطباء نے وجہ ترجیح میں کہا ہے کہ شہد اور گھی سے سنا کی اصلاح اور اسہال کی اعانت ہوتی ہے۔ سفرجل یعنی سیب وہی آپ نے ابوذر رضؓ کو ایک سیب دیکر فرمایا کہ یہ قلب کو تقویت دیتا ہے اور طبیعت کو خوش کرتا ہے اور سینہ کی کرب کو دور کرتا ہے روایت کیا اس کو نسائی نے سمن یعنی گھی خبز کے بیان میں آپ کا گھی کی تمنا فرمانا گذرا ہے سمک یعنی مچھلی آپ نے عنبر مچھلی کا گوشت صحابہ کے پاس سے لیکر نوش فرمایا زاد المعاد میں سریۃ الخبط کے قصہ میں صحیحین سے نقل کیا ہے سِلق یعنی چقندر آپ نے حضرت علی رضؓ کو کہ وہ نقاہت کی حالت میں تھے جَو اور چقندر سے مرکب کھانے کو موافق مزاج فرمایا روایت کیا اس کو ترمذی وابوداؤد نے۔ شونیز یعنی کلونجی اسکا ذکر حبۃ السوداء میں گذر چکا ہے۔ شعیر یعنی جَو آپ کا معمول تھا کہ گھر والوں کو بخار میں آش جَو بنواکر پلاتے تھے اور فرمایا کرتے کہ یہ حزین کے قلب کو قوت دیتا ہے اور مریض کے

قلب سے کرب کو دور کرتا ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ آپ کی اکثر غذا یہی خلہ تھا۔ شِوَی یعنی بھنا ہوا گوشت آپ کا تناول فرمانا چند حدیثوں میں ہے جو ترمذی میں مذکور ہیں۔ شحم یعنی چربی ایک یہودی نے آپ کی دعوت کی اور جَو کی روٹی اور چربی جس میں کچھ تغیر آگیا تھا پیش کی۔ صبر یعنی ایلوہ اس کا ذکر بیان حرف میں گذر چکا ہے۔ طیب یعنی خوشبو آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجکو دنیا کی چیزوں میں سے منکوحہ بیبیاں اور خوشبو پسند ہے۔ عسل یعنی شہد آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر مہینہ تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے اس کو کوئی بڑی بلا نہ پہونچے گی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے۔ عجوہ مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک قسم ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عجوہ جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفا ہے روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے۔ عود ھندی اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسط کہلاتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوا کی چیزوں میں سب سے بہتر پچھنے لگوانا ہے اور قسط بحری روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس عود ہندی کو استعمال میں لایا کرو اس میں سات شفائیں ہیں اور دوسری قسم خوشبو میں برتی جاتی ہے آپ اس کو سلگا کر خوشبو لیتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔ قثا یعنی ککڑی آپ نے ککڑی کو خرمائے تازہ سے تناول فرمایا ہے روایت کیا اس کو ترمذی وغیرہ نے۔ کُمَاۃ جس کو بعضے ککرمتا اور بعضے سانپ کی چھتری کہتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ کماۃ متشابہ من کے ہے (جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا یعنی جیسے وہ مفت کی چیز اور کثیر المنفعت تھی ایسے ہی یہ ہے) اور اس کا عرق آنکھ کے لئے شفا ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے کباث یعنی پیلو کا پھل ایک بار صحابہ جنگل میں اس کو چن رہے تھے آپ نے فرمایا سیاہ لو وہ عمدہ ہوتا ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ لحم یعنی گوشت آپ نے فرمایا کہ اہل دنیا و اہل جنت کی سب غذاؤں کا سردار گوشت ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور آپ دست کا گوشت پسند فرماتے تھے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے

اور آپ نے فرمایا کہ پشت کا گوشت عمدہ ہوتا ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور آپ نے خرگوش کا گوشت بھی قبول فرمایا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور گورخر کا گوشت کھانے کی صحابہ کو اجازت دی تھی روایت کیا اس کو بھی بخاری و مسلم نے اور آپ نے سکھلایا ہوا گوشت بھی کھایا ہے۔ سنن میں روایت کیا ہے اور مرغ کا گوشت بھی آپ نے کھایا ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے اور سنن میں سرخاب کا گوشت بھی کھانا آپ سے مروی ہے اور صحابہ نے آپ کی ہمراہی میں ٹڈی کھائی ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ لبن یعنی دودھ آپ نے دودھ کی مدح بھی فرمائی ہے کہ بجز دودھ کے اور کوئی چیز مجکو ایسی معلوم نہیں کہ جو کھانے اور پینے دونوں سے کافی ہو جائے۔ روایت کیا گیا یہ سنن میں اور خود بھی نوش فرمایا ہے اور پھر پانی منگا کر کلی کی ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ماء یعنی پانی بعض خاص پانیوں کی آپ نے فضیلت بیان فرمائی ہے چنانچہ سیحان و جیحان و نیل و فرات کو انہار جنت سے فرمایا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (بعض محققین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ پانی کے جید ہونے کے تمام طرق ان میں جمع ہیں اس لئے تشبیہاً انہار جنت سے تشبیہ دی)

اور زمزم کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ زمزم جس نیت سے پیا جاوے اسی کے لئے ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور یہ حدیث حسن ہے مسک یعنی مشک آپنے فرمایا ہے کہ سب خوشبوؤں میں پاکیزہ خوشبو مشک ہے روایت کیا اس کو مسلم نے اور آپ نے احرام کے قبل اور احرام کے بعد اس کا استعمال بھی فرمایا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ ملح۔ یعنی نمک آپ نے فرمایا کہ تمہاری نانخورش میں سردار نمک ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ نورہ یعنی چونہ آپ جب (بال صاف کرنے کے لئے) اس کا استعمال فرماتے تو اول پوشیدہ بدن کو لگاتے روایت کیا ابن ماجہ نے (یعنی کبھی اس سے بھی بال دور کر دئے ہوں گے۔ نبق یعنی بیر آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو سب سے اول بیر کھایا تھا روایت کیا اس کو ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں۔ ورس یعنی ایک خاص

قسم کی زرد گھاس جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں آپ نے ذات الجنب میں ورس اور روغن زیتون کی تعریف فرمائی روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ **یقطین** یعنی کدو آپ کا برتن میں سے تلاش کر کر کے کھانا بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی کو فرمایا کہ جب ہنڈیا پکاؤ تو کدو زیادہ ڈالا کرو کہ وہ قلب حزین کو قوت دیتا ہے اور آپ کی ہیئت کھانا کھانے کے وقت دو تھیں ایک اکڑوں دوسرے دو زانو کہ بائیں قدم کا تلوا داہنے قدم کی پشت سے لگا ہوتا اور آپ تین انگلیوں سے کھاتے اور فارغ ہونے کے بعد ان کو چاٹ لیتے اور پانی شیریں اور سرد پیتے ابو الہیثم سے آپ نے باسی پانی طلب فرمایا تھا اور آپ کے لئے بیر سقیا سے شیریں پانی لایا جایا کرتا تھا اور پانی تین سانس میں پیتے تھے اور بیٹھ کر پانی پیتے اور آپ کے پاس پانی پینے کا ایک پیالہ لکڑی کا اور ایک پیالہ کانچ کا تھا۔ **ملبوسات** آپ کا لباس چادر اور لنگی اور کرتا اور عمامہ ہوتا تھا اور سفید کپڑے کو بہت پسند فرماتے اور مخطط چادر کو بھی پسند رکھتے اور عمامہ کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے اور گاہے صرف ٹوپی یا صرف عمامہ پر بھی اکتفا فرماتے اور شملہ کبھی ہوتا کبھی نہ ہوتا اور قبا بھی پہنا ہے اور آپکی چادر کا طول چھ ہاتھ اور عرض تین ہاتھ ایک بالشت اور تہمد کا طول چار ہاتھ ایک بالشت اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت آیا ہے اور چادر بوٹہ دار اور سادہ دونوں طرح کی پہنی ہے اور سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے اور شاہ روم نے آپ کی خدمت میں ایک پوستین جس میں ریشم کی سنجاف لگی تھی بھیجا تھا وہ بھی پہنا ہے اور پائجامہ آپ نے خریدا ہے اور بعض روایات میں پہننا بھی آیا ہے اور آپ کے پاس دو چادریں سبز اور ایک کھیس سیاہ اور ایک کھیس سرخ دھاری کا اور ایک کھیس بالوں کا یعنی کمبل تھا اور کرتہ سوت کا تھا جس کے دامن اور آستین دراز نہ تھیں اور آپ نے کتان اور صوف بھی پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا فرماتے تھے اور قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے اور تکیہ آپ کا چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور آپ کبھی بستر پر سوتے کبھی چمڑے پر کبھی چٹائی پر کبھی زمین پر کبھی چارپائی پر کبھی سیاہ کمبل پر ایک بستر آپ کا چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور اوڑھنا بھی اوڑھتے تھے اور نعلین اور خفین بھی

پہنتے تھے۔ **سواریاں**: سات گھوڑے تھے جن کے یہ نام ہیں۔ سکب[۱]۔ مرتجز[۲]۔ لحیف[۳]۔ لزاز[۴]۔ ظرب[۵]۔ سبحہ[۶]۔ ورد[۷]۔ اور پانچ خچر تھے۔ ایک دلدل یہ مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا۔ دوسرا فضہ فروہ نے جو کہ قبیلہ جذام سے تھا بھیجا تھا۔ تیسرا ایک سفید خچر تھا جس کو حاکم ایلہ نے پیش کیا تھا اور ایک چوتھا اور تھا جو حاکم دومۃ الجندل نے بھیجا تھا اور بعض نے پانچواں بھی کہا ہے جو نجاشی شاہ حبشہ نے بھیجا تھا اور دراز گوش تین تھے ایک عفیر جو شاہ مصر نے بھیجا تھا دوسرا اور تھا جو فروہ مذکور نے بھیجا تھا اور تیسرا حضرت سعد بن عبادہؓ نے پیش کیا تھا اور دو یا تین سانڈنیاں تھیں۔ ایک قصوی دوسری عضباء تیسری جدعاء اور بعض نے یہ دونوں نام ایک کے کہے ہیں اور پینتالیس[۱۱] اونٹنیاں دودھ کی تھیں اور سو بکریاں تھیں اس سے زائد نہ ہونے دیتے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ایک بکری ذبح کر دیتے۔

(اشعار کا ترجمہ)

۔[۱] آپ نے اپنی عمر پوری فرما دی اور ایک روز بھی جو سے شکم سیری کی نوبت نہیں آئی اور آپ کا فرش بوریا تھا۔[۲] یہ حالت ان پر تھی کہ تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ کو دنیا سے باز رکھا باوجود اس کے کہ آپ مقدور رکھتے تھے[۳] سو کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے اور بکری کو خود دوہ لیتے اور کسی نادار کی تحقیر کرتے ہوئے نہیں دیکھے گئے[۴] اور گھر میں خود جھاڑو دے لیتے اور نعل کو خود گانٹھ لیتے اور اگر آپ کی دعوت کی جاتی تو داعی کی آرزو پوری فرماتے اور اعراض نہ فرماتے۔
[۵] آپ کے لئے براق بھی تھا اور گھوڑے بھی تھے جن پر آپ سوار ہوتے تھے اور اونٹ پر بھی اسی طرح خچر اور دراز گوش پر بھی ۱۲ منہ

(فصل پچیسویں ۲۵)

ازواج مطہرات اور اہل و عیال

سب سے اول حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی اور ان کی چالیس برس کی تھی اور بجز حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہیں باقی تمام اولاد آپ کی ان ہی سے ہیں اور ہجرت سے تین سال قبل ان کی وفات ہوگئی پھر ان کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حضرت سودہ بنت زمعہ قرشیہؓ سے نکاح کیا پھر تھوڑی ہی مدت بعد حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال کی تھی اور ہجرت کے پہلے سال میں جب کہ ان کی عمر نو ۹ سال کی تھی رخصت ہو کر آئیں اور آپ کی بیبیوں میں کنواری صرف ایک یہی تھیں پھر حفصہ بنت عمرؓ سے نکاح کیا پھر زینب بنت خزیمہ قیسیہؓ سے نکاح کیا اور دو مہینہ بعد وفات کر گئیں پھر حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کیا اور ان کی وفات آپ کی سب بیبیوں کے بعد ہوئی پھر حضرت زینب بنت جحش سے نکاح ہوا یہ آپ کی پھوپی زاد بہن ہیں اور بعد وفات نبوی سب بیبیوں سے پہلے ان کی وفات ہوئی اور غزوہ بنی مصطلق کے زمانہ میں حضرت جویریہؓ سے نکاح ہوا۔ یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئی تھیں آزاد کئے جانے کے بعد ان سے نکاح کیا پھر حضرت ام حبیبہؓ سے وہ حبشہ میں ہجرت کر کے گئی ہوئی تھیں بواسطہ وکیل سنہ چار ہجری میں نکاح ہوا اور نجاشی شاہ نے چار سو دینار ان کو آپ کی طرف سے مہر دیا (دینار ایک ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے) اور غزوہ خیبر کے زمانہ میں حضرت صفیہؓ سے نکاح ہوا یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئی تھیں آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح ہوا پھر حضرت میمونہؓ سے عمرۃ القضا کے زمانہ میں نکاح ہوا یہ گیارہ ہیں جن میں سے دو ۲ سامنے وفات پاگئیں اور نو ۹ آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں اور بعض منکوحات و مخطوبات کا اور بھی ذکر آیا ہے مگر ان میں اقوال متفق نہیں ہیں۔

سراری یعنی وہ کنیزیں جو ہم بستری کے لئے ہوں۔ حضرت ماریہ ان سے حضرت ابراہیم پیدا

ہوئے تھے حضرت ریحانہ حضرت جمیلہ ایک اور جو حضرت زینب نے ہبہ کر دی تھی۔ اولاد اول صاحبزادہ قاسم آپ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی سے ہے، بچپن میں انتقال کر گئے پھر حضرت زینب پیدا ہوئیں اور بعض نے ان کو حضرت قاسم سے بڑا بتلایا ہے۔ پھر حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ رضی پیدا ہوئیں ان تینوں میں اختلاف ہے کہ بڑی کونسی ہیں پھر عبداللہ پیدا ہوئے طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں یہ بقول صحیح بعد نبوت پیدا ہوئے ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا یہ سب حضرت خدیجہ رضی سے ہیں پھر سنہ آٹھ ہجری میں حضرت ابراہیم رضی ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور شیر خوارگی میں انتقال کر گئے صرف حضرت فاطمہ رضی آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں چھ ماہ بعد وفات کر گئیں تھیں۔ اعمام حضرت حمزہ رضی حضرت عباس رضی۔ ابوطالب۔ ابولہب۔ زبیر عبدالکعبہ۔ حارث۔ مقوم بعض نے یہ دونوں نام ایک ہی کے بتلائے ہیں۔ ضرار قثم۔ مغیرہ۔ غیداق بعض نے ان دونوں کو ایک کہا ہے پس یہ بارہ ہوئے یا دس اسلام صرف دو لائے حضرت حمزہ رضی۔ حضرت عباس رضی بعض نے اور بھی اعمام لکھے ہیں۔ عمات حضرت صفیہ یہ اسلام لائیں عاتکہ اروی ان دونوں کے اسلام میں اختلاف ہے برہ امیمہ ام حکیم۔ موالی یعنی غلام و کنیز حضرت زید بن حارثہ۔ اسلم۔ ابورافع۔ ثوبان۔ ابوکبشہ۔ سلیم۔ شقران۔ رباح۔ یسار۔ مدعم۔ کرکرہ۔ انجشہ۔ سفینہ۔ انیسہ۔ افلح۔ عبیدہ۔ طہمان۔ کیسان۔ ذکوان۔ مہران۔ مروان بعض نے یہ پانچوں ایک ہی کے نام علی اختلاف الاقوال بتلائے ہیں۔ حنین۔ سندر۔ فضالہ۔ مابور واقد۔ ابوواقد قسام ابوعسیب۔ ابومویہبہ یہ سب غلاموں کے نام ہیں اور یہ کنیزیں تھیں۔ سلمی ام رافع۔ میمونہ بنت سعد خضیرہ رضوی۔ رشیمہ۔ ام ضمیر۔ میمونہ بنت ابی عسیب ماریہ۔ ریحانہ۔ خدام یعنی گھر کے یا خاص خاص کاروبار کرنے والے حضرت انس رضی اکثر کام ان کے متعلق تھے حضرت عبداللہ بن مسعود نعل و مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی حضرت عقبہ بن عامر جہنی سفر میں خچر کے ساتھ رہتے اسلع بن شریک یہ ناقہ کے ساتھ رہتے۔ حضرت بلال موذن آمد و خرچ ان کی تحویل میں ہوتا۔ سعد حضرت ابوذر غفاری ایمن بن عبید ان کے متعلق وضو و استنجا کی خدمت تھی اور ان کی والدہ ام ایمن۔

معیقیب ان کے پاس انگشتری رہتی۔ مؤذنین کل چار تھے دو مدینہ میں حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم اور ایک قبا میں حضرت سعد القرظ ایک مکہ میں حضرت ابو محذورہ۔ حارسین یعنی جو پہرہ چوکی دیتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ یوم بدر میں اور حضرت محمد بن سلمہ یوم احد میں اور حضرت زبیر بن عوام یوم خندق میں اور عباد بن بشر نے بھی بعض اوقات یہ کام کیا مگر جب آیۃ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی آپ نے پہرہ موقوف کیا کاتبین یعنی آپ کے منشی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ حضرت ثابت بن قیسؓ بن شماس۔ حضرت حنظلہؓ بن ربیع اسدی حضرت مغیرہ بن شعبہ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت خالدؓ بن الولید۔ حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان حضرت زید بن ثابتؓ اور یہ اکثر اس کام کو کرتے تھے۔ ضارب الاعناق یعنی جو لوگ آپ کی پیشی میں واجب القتل مجرموں کی گردن مارتے تھے حضرت علیؓ حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت مقداد بن عمرو حضرت محمد بن مسلمہ۔ حضرت عاصم بن ثابت ضحاک بن سفیان شعرا و خطبا یعنی اسلام کی حمایت میں نظم کہنے والے اور تقریر کرنے والے حضرت کعب بن مالک حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت حسان بن ثابت یہ سب شاعر تھے اور مقرر حضرت ثابت قیس شماس تھے من المواہب۔

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ
إِلَيْهِنَّ تُعْزَى الْمَكْرُمَاتُ وَتُنْسَبُ
فَعَائِشَةٌ مَيْمُوْنَةٌ وَصَفِيَّةٌ
وَحَفْصَةُ تَتْلُوْهُنَّ هِنْدٌ وَزَيْنَبُ
جُوَيْرِيَةٌ مَعْ رَمْلَةٍ ثُمَّ سَوْدَةٌ
ثَلَاثٌ وَسِتٌّ ذِكْرُهُنَّ مُهَذَّبُ
فَصَلَّى عَلَيْهِ اللّٰهُ مَا دَامَ شَارِقٌ

لہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو بیبیاں چھوڑ کر وفات فرمائی کہ انکی طرف امور شریفہ منسوب کئے جاتے ہیں ۲ وہ عائشہؓ ہیں اور میمونہؓ ہیں اور صفیہؓ ہیں اور حفصہؓ ہیں انکے بعد ہندؓ اور زینبؓ ہیں ۳ اور جویریہؓ ہیں اور رملہ ہیں پھر سودہؓ ہیں یہ کل نو ہوئیں کہ انکا ذکر منقح ہے ۴ سو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت بھیجے

مِنَ الْمَشْرِقِ يَشْرُقُ ثُمَّ فِي الْمَغْرِبِ يَغْرُبُ جب تک آفتاب مشرق سے نکلے اور مغرب میں غروب ہو ۱۲ منہ

(فصل چھبیسویں ۲۶)

وفات شریف اور نعمت الٰہی کے پورا ہونیکا بیان

ہر چند کہ یہ واقعہ طبعاً وفطرةً ایسا جان فرسا وہوش ربا ہے کہ اس کی جیسا دوسرا واقعہ ہوا اور نہ ہو مگر آپ کی شان رحمۃ للعالمین ہونے کی ایسی مطلق ہے کہ اس واقعہ میں بھی اس کا ظہور بدرجہ اتم ہوا یعنی یہ وفات بھی امت کے لئے مظہر رحمت الٰہیہ ہوئی اور جب آپ سبب رحمت ہیں تو خود کس درجہ مورد رحمت ہوں گے تو یہ وفات خود آپ کے لئے بھی نعمت عظمیٰ ہوئی چنانچہ شرعاً ونصاً روایات ذیل سے یہ دونوں دعوے ثابت ہیں اس لئے عقلاً بھی یہ دلائل فضائل سے ہوئی چنانچہ اس حیثیت سے یہاں اس کا مختصراً بیان کیا جاتا ہے ورنہ خوشی میں غم کا کیا ذکر۔

پہلی روایت۔ طبرانی نے حضرت جابر رضہ سے روایت کیا کہ جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ نازل کی گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھکو میری موت کی خبر (اشارۃً) سنائی گئی ہے تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا وللاٰخرة خیر لك من الاولٰی[1] یعنی اس میں تصریح ہے کہ ملاء اعلیٰ کا سفر آپ کیلئے زیادہ نافع اور بہتر اس میں قرب بلا حجاب ہے حق تعالیٰ کا اور سرور اتم ہے اپنے مقام کی نعمتوں کے مشاہدہ کا۔

دوسری روایت حضرت ابو سعید خدری رضہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مرض وفات میں) منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کی زیب وزینت اور اپنے پاس کی چیزوں کے درمیان میں اختیار دیا اور اس بندہ نے خدا تعالیٰ کے پاس کی چیزوں کو ترجیح دی تو حضرت ابو بکر رضہ رونے لگے تو (ہم لوگوں کے سمجھ میں بعد میں آیا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد تھے اس بندہ سے جس کو اختیار دیا گیا جس کو ابو بکر رضہ سمجھ گئے۔ یعنی اس سے بھی نصاً

[1] یعنی آخرت آپ کے لئے دنیا سے زیادہ بہتر (اور نافع) ہے۔

ثابت ہوا کہ آپ نے آخرت کے سفر کو پسند کیا اور ظاہر ہے کہ آپ کی پسند کافی دلیل ہے خیریت آخرت کی۔

تیسری روایت شیخین نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبیؑ کو مرض میں اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا میں رہیں یا آخرت میں اور آپ کو مرض وفات میں کھانسی اٹھتی تھی اور یوں فرماتے تھے۔ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِیْنَ[1]۔ پس مجھکو یقین ہوگیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے (جس پر آپ نے آخرت کو اختیار فرمایا) یہ بھی دعویٰ مقصود میں نص ہے۔

چوتھی روایت۔ شیخین نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کا مقام جنت میں رہنے کا دکھلاکر اختیار دیدیا جاتا ہے جب آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو اوپر نگاہ اٹھاکر فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی[2] اور صحیح ابن حبان میں رفیق اعلیٰ کے بعد یہ زیادت بھی مرفوعاً وارد ہے مع جبرئیل ومیکائیل واسرافیل۔ یہ بھی مثل احادیث بالا کے مقصد میں صریح ہے۔

پانچویں روایت عبدالرزاق نے طاؤس سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو دو اختیار دئے گئے ایک یہ کہ دنیا میں اتنا رہوں کہ اپنی امت کے فتوحات کو دیکھوں دوسرے یہ کہ آخرت کو چلنے میں) تعجیل کروں میں نے تعجیل ہی کو اختیار کیا یعنی جو اوپر ہے وہ یہاں بھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ صریح ہے کہ وہاں تو تخییر صحابہ نے سمجھی تھی یہاں خود آپ ہی کے ارشاد سے منقول ہے۔

چھٹی روایات بیہقی کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت ملک الموت نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھکو بھیجا ہے اگر آپ فرمائیں تو روح قبض کروں اور اگر آپ فرمائیں تو چھوڑ دوں مجھکو حکم ہے کہ

---

[1] یعنی ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے کہ وہ نبی ہیں اور صدیق ہیں۔ اور شہید ہیں اور صالح ہیں۔ [2] یعنی اے اللہ عالم بالا کے رفقاء کو اختیار کرتا ہوں۔

آپ کے حکم کی اطاعت کروں آپ نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا جبریل علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کی لقا کا مشتاق ہے آپ نے ملک الموت کو قبض روح کی اجازت دی بیہقی نے ان اللّٰہ قد اشتاق الی لقائک۔ کی تفسیر میں کہا ہے معناہ قد اراد لقائک بان یردلک من دنیاک الی معادک زیادۃ فی قربک وکرامتک۔ یعنی اس سے بھی آخرت کے سفر کا راجح ہونا ظاہر ہے کہ وہ مرتب ہے اشتیاق حق تعالیٰ پر بالمعنی اللائق بہ تعالیٰ کما ذکرہ البیہقی پس جس طرح آپ نے سفر آخرت کو پسند فرمایا حق تعالیٰ نے بھی آپ کے لئے اسی کو پسند فرمایا۔

ساتویں روایت مسلم میں حضرت انس رضؓ سے ایک طویل حدیث میں جس میں ام ایمن رضؓ آپ کو یاد کرکے رونے لگیں حضرت ابو بکر و عمر رضؓ کا قول مروی ہے کہ تم کیوں روتی ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہاں سے بہتر ہیں اور انہوں نے بھی تصدیق کی پھر رونے کی یہ وجہ بتلائی کہ وحی آسمان سے منقطع ہوگئی سو وہ دونوں حضرات بھی رونے لگے یعنی اس حدیث سے بھی تین صحابیوں کا اتفاق مدعائے مقام پر ثابت ہوا۔

آٹھویں روایت۔ امام مسلم نے ابو موسیٰ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کرنیکا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کے پیغمبر کو امت سے پہلے وفات دیدیتے ہیں اور اس پیغمبر کو اس امت کے لئے بطور میر سامان اور سلف کے آگے بھیجدیتے ہیں اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو پیغمبر کے زندہ رہتے ہوئے اس کو سزا دیتے ہیں اور اس کو ہلاک کر دیتے ہیں اور وہ پیغمبر دیکھتا ہوتا ہے سو اس کے ہلاک ہونے سے اس پیغمبر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں چونکہ ان لوگوں نے اس پیغمبر کی تکذیب اور نافرمانی کی تھی۔ یعنی اس حدیث سے آپ کے سفر آخرت کا امت کے حق میں علامت رحمت ہونا معلوم ہوا جیسے پہلی روایات میں خود آپ کے حق میں اتم نعمت ہونا ثابت ہوا تھا۔

نویں روایت حضرت ابن عباس رضؓ سے اس حدیث میں جس میں آپ ان لوگوں کا ثواب

بیان فرمار ہے تھے جن کی اولاد بچپن میں مر جاتی ہے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ جسکا کوئی بچہ آگے نہ گیا ہو آپ نے فرمایا اپنی امت کے لئے میں آگے جاتا ہوں کیونکہ میری وفات کے برابر ان پر کوئی مصیبت ہی نہ ہوگی روایت کیا ترمذی نے۔ مطلب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی آپ کی وفات کی ایک حکمت امت کے لئے معلوم ہوئی کہ اس پر صبر کرنے سے ثواب عظیم کے مستحق ہوئے۔

دسویں روایت ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس پر کوئی مصیبت پڑے وہ میری (وفات کے واقعہ) مصیبت کو یاد کرکے تسلی حاصل کرے۔ یعنی اس میں ثواب کے علاوہ ایک اور حکمت تسلی کی معلوم ہوئی۔

گیارہویں روایت قیس بن سعد سے روایت ہے کہ میں مقام حیرہ میں ایک رئیس کے سامنے رعایا کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر آیا اور حضور میں عرض کیا کہ آپ کے سامنے تو سجدہ کرنا اور زیادہ زیبا ہے آپ نے فرمایا اچھا اگر تم میری قبر پر گذرو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا تو بس ایسا مت کرو (ابوداؤد) مطلب آپ کے سوال کا یہ ظاہر فرماتا تھا کہ تمہارے اقرار سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسجودیت کے لئے حیات شرط ہے اور ظاہر ہے کہ حی حقیقی حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تو بس سجدہ اسی کو زیبا ہے اس حدیث سے بھی ایک حکمت وفات کی مستنبط ہوئی کہ اگر آپ ہمیشہ ظاہر میں زندہ رہتے تو عجب نہیں ہزاروں نادانوں کو شبہ الوہیت کا آپ پر ہو جاتا سو وفات سے حیات خاص کا زوال اور اس سے عدم الوہیۃ پر استدلال ظاہر ہو گیا اور امت کے لئے یہ بڑی رحمت ہے۔

بارہویں روایت حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق پوچھا ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ آپ کے اصحاب میرے نزدیک بمنزلہ ستاروں کے ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے سو جو شخص اُن کے اختلاف کی جس شق کو لے لیگا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے روایت کیا اس کو رزین نے۔ یعنی یہ اختلاف فروع اجتہادیہ میں وجوہ دلالت

نصوص کے اختلاف سے ہے جس میں ہر شخص کا قصد اتباع دلیل شرعی کا ہے سو یہ رحمت ہے کہ اس میں امت کو سہولت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف موقوف ہے اجتہاد پر اور اگر حضور تشریف رکھتے ہوتے تو ہر واقعہ میں نص حاصل ہو سکتی تھی اجتہاد کا باب کیسے واسع ہوتا تو یہ سہولت مختصہ بوجہ اجتہاد کہ رحمت حق بحدیث مذکور ہے کیسے ظاہر ہوتی پس اول کی سات روایتوں سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آپ کی توجہ ملاء اعلیٰ کی نعمت ہونے کی وجوہ اور اخیر کی پانچ روایتوں سے اُمت کے حق میں اس کی رحمت ہونے کی وجوہ ثابت ہوتی ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ واقعہ کسی حیثیت سے بھی مصیبت نہیں ہے اول تو خود روایات بالا میں بعض حکمتیں خود مصیبت ہونے پر بھی متفرع ہیں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم جو بعد انبیاء علیہم السلام کے اکمل البشر ہیں علماً بھی عملاً بھی قولاً بھی ان سے اضطراب کے اقوال و افعال صادر نہ ہوتے۔ اور وہ تو بشر تھے ملائکہ تک سے تاسف اور بکا ثابت ہے چنانچہ بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ کے اخیر وقت میں جبریل علیہ السلام نے کہا[1] ھٰذا آخر موطئی من الارض یعنی وحی لے کر اس کے سیاق سے تاسف ظاہر ہے اور ابو نعیم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جب روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان کو چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی وا محمداہ اس سے بکاء عزرائیلؑ کا ثابت ہے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انسؓ سے آپ کی وفات کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا تعزیت کے لئے اصحاب کے پاس آنا اور ان کا رونا روایت کیا ہے اگر خضر علیہ السلام پیغمبر ہوں اور اہل حق کے نزدیک پیغمبر ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں تو ان کا رونا ملائکہ کے رونے سے بھی زیادہ عجیب ہے اور دلیل ہے اس کے مصیبت ہونے کی تیسرے روایات میں مصیبت ہونے کی وجوہ کی تصریح بھی ہے چنانچہ مرفوع حدیث میں مسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے اصحاب کے لئے سبب امن ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو موعودہ بلائیں رفتن و

[1] یعنی یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر۔

حروب) ان پر آویں گی اور میرے اصحاب میری امت کے لئے سبب امن ہیں جب میرے اصحاب چلے جاویں گے تو موجودہ بلائیں (بدعات وشرور) امت پر آویں گی اور موقوف حدیث میں اور پر ساتویں روایت میں حضرت ام ایمن کا قول کہ آسمان سے وحی منقطع ہو گئی جس نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو بھی رولا دیا آچکا ہے یہ تینوں امر اس کے مصیبت ہونے پر صریح دلیل ہیں اور ایک واقعہ کا مختلف حیثیتوں میں مختلف وصف سے موصوف ہونا کوئی امر غریب نہیں ہے اس تحقیق کے بعد مختصراً واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

آپ کا ابتدائے مرض حضرت میمونہؓ کے گھر ہوا اور بعض کے نزدیک حضرت زینب بنت جحش کے گھر اور بعض کے نزدیک ریحانہ کے گھر (یہ آپ کی کنیزک تھیں) اور پیر کے دن ابتدا ہوئی اور بعض کے نزدیک ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن اور کل مدت مرض بعض نے تیرہ دن کہے ہیں بعض نے چودہ بعض نے بارہ بعض نے دس میرے نزدیک اس اختلاف میں تطبیق یہ ہے کہ مرض کی بالکل ابتدا کو بعض لوگ خفیف سمجھ کر شمار نہیں کرتے بعض لوگ شمار کرتے ہیں اب سب اقوال جمع ہو جاویں گے اور مرض درد سر سے شروع ہوا اور اس میں بخار بڑھ گیا اور آپ کو جو خیبر میں یہودیوں نے گوشت میں زہر دیا تھا اور آپ نے تھوڑا سا تناول فرمانے کے بعد جب انکشاف ہوا چھوڑ دیا تھا آپ نے اس مرض میں یہ بھی فرمایا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا پورا کام کر دیا ہے تو اس معنی کر حضور کو زہر سے شہادت ہوئی چنانچہ ابن مسعودؓ اور بھی بعض سلف اس کے قائل تھے اور بعض ضعیف روایات میں آپ کا مرض ذات الجنب آیا ہے۔اور بعض روایات میں خود آپ کے ارشاد سے اس کی نفی آئی ہے بعض علماء نے وجہ جمع میں یہ کہا ہے کہ ذات الجنب کا اطلاق دو مرضوں پر آتا ہے ایک جو ورم حار سے ہو دوسرا جو اضلاع کے درمیان ریح کے احتباس سے ہو اول کی نفی ہے دوسرے کا اثبات چنانچہ ابن سعد کی روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصرہ یعنی درد کوکھ کا دورا ہوتا تھا اس میں شدت ہو گئی جب مرض میں شدت ہوئی حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں

اور درمیان میں ایک وقت نہایت تکلف سے آپ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ایک روز صحابہؓ کے رنج و غم کو سنکر باہر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھکر بہت سے وصایا و نصائح ارشاد فرمائیں اور واحدی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے قریب زمانہ وفات کے ہم لوگوں کو حضرت عائشہؓ کے گھر میں جمع کیا اور قرب سفر کی خبر سنائی ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا فرمایا میرے گھر والے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو کفن کس کپڑے میں دیں فرمایا میرے ان ہی کپڑوں میں (آپ کا لباس ردا ر و ازار و قمیص ہوتا تھا) اور اگر چاہو مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمانی چادر جوڑہ میں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ پر نماز کون پڑھے گا فرمایا جب غسل کفن سے فارغ ہو تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھکر ہٹ جانا اول ملائکہ نماز پڑھیں گے پھر تم گروہ گروہ آتے جانا اور نماز پڑھتے جانا اور اول اہل بیت کے مرد پڑھیں پھر ان کی عورتیں پھر تم اور لوگ ہم نے عرض کیا کہ قبر میں کون اتارے گا آپ نے فرمایا میرے اہل بیت اور اُن کے ساتھ ملائکہ ہوں گے۔ طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا اور بہت ہی ضعیف روایت ہے اور ایک روز جبکہ مسجد میں حضرت ابوبکرؓ صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے آپ نے دولت خانہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا لوگ سمجھے کہ آپ تشریف لاویں گے اس وقت صحابہ کی بیتابی کا عجب حال تھا کہ قریب تھا کہ نماز میں کچھ پریشانی ہو جاوے اور حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا آپ نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کرو اور پردہ چھوڑ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔

بس یہ تھی اخیر زیارت آپ کی حیات میں اور کچھ واقعات قرب وفات کے روایات بالا کے ضمن میں مذکور ہوئے ہیں اور وفات[1] آپ کی شروع ربیع الاول سنہ دس ہجرت روز دوشنبہ کو قبل زوال یا بعد زوال آفتاب ہوئی اور بوجہ غلبۂ حیرت و وحشت کہ بعضوں کو وفات ہی کا یقین نہ

[1] اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے پس جمعہ کو نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہو سکتی ۱۲ منہ

ہوا بعضے ہوش میں نہ رہے بعضے احکام متعلق خاص آپ کے غسل وکفن وصلوٰۃ ودفن کے مخفی رہے کیونکہ اور اموات پر تو آپ کو قیاس اس لئے نہیں کیا کہ احتمال غالب خصوصیت کا تھا چنانچہ کچھ خصوصیتیں واقع میں بھی ثابت ہوئیں اور نص اس لئے مشہور نہ تھیں کہ صحابہ نے عام سوالات کی طرح اس کو تحقیق نہیں کیا اور دل بھی کیسے گوارا کرتا کہ اس کا نام بھی زبان پر لاویں گو مستقل مزاج مخصوصین ومقربین صحابہ نے ان احکام کا علم بھی حاصل کر رکھا تھا اور بعض کے متعلق عین وقت پر الہام ہوا چنانچہ آگے آتا ہے مگر تاہم عام طور پر تو ان معلومات کا ذخیرہ مجمع کے پاس نہ تھا پھر اسلام کی آئندہ حفاظت کے انتظام کی جدا فکر تھی اور واقع میں یہ فکر سب سے اہم تھی اور وہ موقوف تھا کسی ایک شخص کو حاکم بنا کر اوس پر مجتمع ومتفق ہوجانے پر کچھ دیر اس میں لگی پھر نماز آپ کی لوگوں نے متفرق طور پر پڑھی کیونکہ اس میں جماعت نہوئی تھی جیسا آگے آتا ہے اور اس میں دیر لگنا ظاہر ہے اور جسد مبارک کے تغیر کا احتمال نہ تھا اس لئے بھی چاہا کہ سب اس شرف نماز سے شرفیاب ہوجاویں ان مجموعی اسباب کو لازم تھا دفن میں توقف ہونا چنانچہ وہ دن پیر کا اور اگلا دن منگل کا گذر کر شب چہارشنبہ کو دفن کئے گئے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یوم منگل میں دفن ہوئے اور ایک تیسری روایت میں ہے کہ یوم بدھ میں دفن ہوئے مگر یہ دونوں روایتیں بھی پہلی روایت پر محمول ہیں اس طرح سے کہ عرب کے حساب میں رات شروع ہوجائے اس سے تاریخ بدل جاتی ہے پس اس بنا پر منگل گذرنے کے بعد کی شب کو یوم بدھ کہدیا اور بعض اہل عرف شروع رات کو تابع تاریخ گذشتہ کے سمجھا کرتے ہیں۔ پس اس بنا پر شب مذکور کو یوم منگل کہدیا اور سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ جیسا ہوش ربا تھا اس پر نظر کرتے ہوئے تو آپ بہت ہی جلد دفن ہوئے ورنہ مہینوں کا بھی توقف عجیب نہ تھا اور صحابہ کا ایسی حالت میں یہ استقلال یہ بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض صحبت وتربیت تھا اور خشک مزاج خالی دماغ معترض کو اس کا کیا ذوق ہوسکتا ہے ؎

اے تراخارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست — حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اور بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو غسل دینا چاہا تو تحیر ہوا کہ آپ کے
کپڑے مثل اموات کے اوتارے جاویں یا مع کپڑوں کے غسل دیں جب اس میں اختلاف ہوا اللہ
تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کیا اور گھر کے گوشہ سے ایک کلام کرنے والے نے کلام کیا اور یہ نہ جانتے
تھے کہ یہ کون ہے کہ مع کپڑوں کے غسل دو پس قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیص سمیت
ملتے تھے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک تیز خوشبودار ہوا اٹھی اور پھر آپ کا
کرتا نچوڑ دیا گیا اور آپ کے کفن میں بہت سے اقوال ہیں ترمذی نے حضرت عائشہؓ کی اس
حدیث کو سب سے اصح کہا ہے کہ آپ کو تین سفید یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص
اور عمامہ نہ تھا۔ کسی نے لوگوں کا قول نقل کیا کہ دو سفید کپڑے اور ایک مخطط انہوں نے کہا کہ
مخطط کپڑا لایا تو گیا تھا مگر واپس کر دیا گیا اور اس میں آپ کو کفن نہیں دیا اور شیخین کی یہ بھی روایت
ہے کہ وہ تینوں کپڑے سوت کے تھے۔ (اور حنفیہ نے قمیص کو اسی لئے مسنون کہا ہے کہ خود حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کو قمیص دیا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے) اور حضرت
عائشہؓ کی حدیث سے جس میں نفی قمیص کی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قمیص میں حضور پر نور
صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا وہ نکال لیا گیا تھا۔ نووی نے اسی کو صواب کہا اور عقلی وجہ سے
بھی اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر وہ رہتا تو تمام اوپر کا کفن تر ہو کر خراب ہو جاتا اور ابوداؤد کی
روایت کو جس میں دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ کی وفات ہوئی مروی ہیں یزید بن زیاد
کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کا
جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اول مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں پھر بچے
آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اسی جگہ قبض کرتے ہیں
جہاں وہ انبیاء دفن ہونا پسند کرتے ہیں آپ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ کا بستر تھا۔ روایت
کیا اس کو ترمذی نے (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی کا مدفن ان کا محل وفات ہی ہو بلکہ صرف

محل وفات میں دفن کا محبوب ہونا ثابت ہوتا ہے اور لوگ اپنے ارادہ سے یا کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن کر دیں تو اور بات ہے) اور حضرت ابو طلحہ نے آپ کی لحد کھودی اور قبر شریف میں چار حضرات نے اوتارا حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور دو صاحبزادے حضرت عباسؓ کے قثمؓ اور فضلؓ اور آپ کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں اور شقران نے کہ آپ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اپنی رائے سے ایک کھیس نجران کا بنا ہوا جس کو آپ اوڑھا کرتے تھے قبر شریف میں بچھا دیا تھا مگر ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ پھر وہ نکال لیا گیا اور حضرت بلالؓ نے ایک مشک پانی کی قبر شریف پر چھڑک دی سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور بخاری میں سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر شریف کو ہان کی شکل کی دیکھی اور دارمی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے آپ کی تشریف آوری مدینہ کے دن سے زیادہ کوئی دن احسن اور روشن تر اور یوم وفات سے زیادہ اقبح اور تاریک تر نہیں دیکھا ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضورؐ مدینہ میں تشریف لائے ہیں اس کی ہر چیز روشن ہو گئی اور جس روز آپ کی وفات ہوئی ہے اس کی ہر چیز تاریک ہو گئی اور ہنوز دفن کر کے مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب میں ہم نے تغیر پایا (اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ہمارے عقیدے یا عمل میں فرق آگیا بلکہ آپ کی قرب و صحبت و مشاہدہ کی ساتھ جو انوار خاص تھے وہ نہ رہے اور شیخ کامل سے قرب و بعد میں تفاوت اب بھی مشاہد ہے) اور قبر شریف کی زیارت میں صحیح حدیثیں آئی ہیں چنانچہ دار قطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا من زار قبری وجبت لہ شفاعتی اور عبد الحق نے اپنے احکام وسطیٰ و صغریٰ میں اس کو روایت کر کے اس سے سکوت کیا اور ان کا سکوت (بوجہ اس التزام کے) دلیل ہے اس کی صحت پر اور معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا من جاءنی زائرا لا تحملہ حاجۃ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون شفیعا لہ یوم القیامۃ اس کو ابن السکن نے صحیح کہا ہے اور متکلم فیہ حدیثیں اس باب میں کثیر ہیں اور تعدد طرق و تقوی باحادیث

صحیحہ مذکورہ سابقہ ان کے ضعف کا جابر ہو سکتا ہے یہ تو فتویٰ استدلال تھا اور ذوق اس فتویٰ کو یہ کہہ کر قوی کرتا ہے ؎

عَلٰی بِرَبْعِ الْعَامِرِیَّۃِ وَقْفَۃٌ — لیلیٰ عامریہ کی منزل پر کچھ توقف کرنا مجھ پر لازم ہے
لِیُمْلِیَ عَلَیَّ الشَّوْقُ وَالدَّمْعُ کَاتِبٌ — تاکہ شوق مجھ کو مضمون لکھوائے اور آنسو لکھنے والا ہو۔
وَمِنْ مَذْہَبِیْ حُبُّ الدِّیَارِ لِاَھْلِھَا — اور میرا مذہب ہے گھروں سے محبت کرنا گھر والوں کے علاقہ سے
وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاھِبُ — لوگوں کے اپنی محبوب چیزوں کے باب میں مختلف مذاہب ہیں۔

اور ایک حدیث میں جو وارد ہے لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد وہ سفر الی قبرہ الشریف کی نہی پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہاں استثناء مفرغ ہونے سے مستثنیٰ منہ مقدر ہے اور بوجہ متصل ہونے استثنا کے چونکہ اصل اس میں متصل ہے وہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوگا اور جس قدر اقرب فی التجانس ہوگا وہ احق بالیقین ہوگا اور جنس قریب مساجد ثلثہ کی ظاہر ہے کہ مفہوم مسجد ہے پس تقدیر اس طرح ہو گی۔ لا تشد الرحال الی مسجد الا الی ثلثۃ مساجد۔ اس صورت میں مطلقاً مشاہد و مقابر کیطرف سفر کرنا حدیث مذکور میں مسکوت عنہ ہوگا اور نہی پر دال نہ ہوگا اور تائید اس کی ایک صریح حدیث سے ہوتی ہے جس کو مولانا مفتی صدر الدین خاں دہلوی مرحوم و مغفور نے اپنے رسالہ منتہی المقال میں اس طرح نقل کیا ہے فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد ینبغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا الخ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ دوسرے مساجد کی طرف جن میں کہ تضاعف ثواب کا وعدہ نہیں ہے اس نیت سے سفر کرنا کہ وہاں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہوگا۔ تقول علی الشارع ہے اس لئے منہی عنہ ہے اور مقابر خاصہ میں برکات خاصہ ثابت ہیں پھر زورو القبور میں بھی اطلاق اذن ہے البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ اور مفاسد لازم نہ آویں خوب سمجھ لو۔

قصیدہ کا ترجمہ:- یارسول اللہ آپ ہمارے امیدگاہ تھے۔ اور آپ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے ؀ اور آپ رحیم ہادی اور تعلیم فرمانے والے تھے جس کو رونا ہو آج آپ پر روئے ؀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو میری ماں اور خالہ اور چچا اور ماموں پھر میری جان اور مال۔ ؀ سو اگر پروردگار عالم ہمارے نبی کو باقی رکھتا تو ہم سعادت اندوز ہوتے لیکن اس کا حکم نافذ ہونے والا ہے ؀ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحیت ہو اور آپ جنات عدن میں راضی ہو کر داخل کئے جاویں ۱۲ منہ

(فصل ستائیسویں)

عالم برزخ کے متعلق حالات و فضائل

پہلی روایت۔ ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

دوسری روایت مشکوٰۃ میں حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسد کو کھا سکے پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل و اقویٰ ہے۔

تیسری روایت حضرت انس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (بیہقی)

یعنی یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ آپ کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے کیونکہ مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت حضرت انس رضی

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو شخص دور سے درود بھیجتا ہے وہ مجھکو پہنچائی جاتی ہے یعنی بذریعہ فرشتوں کے جیسا مشکوٰۃ ہی میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود رضؓ آپ کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ملئکہ زمین میں سیاحت کرنے والے مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجکو سلام پہونچاتے رہتے ہیں۔

چوتھی روایت مشکوٰۃ میں ہے کہ کعب الاحبار حضرت عائشہ رضؓ کے پاس آئے اور حاضرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو حضرت کعب نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں اور آپ پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اسی طرح کے اوراترتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) زمین قبر کی شق ہوگی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لاویں گے کہ وہ آپ کو لے چلیں گے یعنی اس سے آپ کا شرف عظیم برزخ میں ظاہر ہے۔

پانچویں روایت حضرت ابوہریرہؓ ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں (مشکوٰۃ ابوداؤد بیہقی) اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جائے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اس کو روح کی واپسی سے تعبیر فرما دیا کذا فی اللمعات مجموعی روایات سے خلاصتہً علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا نماز پڑھنا غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا۔ سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ تو دائماً ثابت ہیں اور بعض اوقات بعض خواص امت سے حالت بیداری میں آپ کا

کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار واخبار میں مذکور ہے اور حالت رویا و کشف میں تو ایسے واقعات احاطہ وشمار سے باہر ہیں اور ان تمام مشاغل کے ایک ہی وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جاوے کیونکہ برزخ میں روح کو پھر خصوصاً روح مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے مگر اس وسعت سے ایسے امور جو دلائل صحیحہ سے ثابت نہیں ہیں یعنی جن کی نفی شریعت نے کردی ہو یا شریعت اس کے متعلق خاموش ہو۔ ان کو ثابت کرنا یا ایسے امور جو اتفاقی اور وقتی طور سے ثابت ہوں ان کو دواماً ثابت ماننا جائز نہیں ہوگا خوب سمجھ لیا جاوے۔

تمہید کا ترجمہ یہ قسم کھاتا ہوں کہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شکستہ حال (دعا کیلئے عرض کرنے کو) نہیں پہونچا مگر کہ اس کی شکستگی کی اصلاح ہوگئی (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سنکر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا) ۲ اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبراکر آپ کے دربار میں پناہ لی مگر کہ امن وامان کے ساتھ واپس ہوا اس حالت سے کہ اس کو (اپنی حاضری پر) شرمندگی نہیں ہوئی جیسا ناکام چلنے میں ہوتی) ۳ اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی فقیر حال امیدوار (دعا کیلئے عرض کرنے کو) حاضر ہوا مگر کہ اس نے نشاط قدم ہی سے اس کے لئے نہر حوائج کی (جاری ہوگئی اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سنکر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا) ۴ اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈرتا ہوا (دعائے مغفرت کیلئے عرض کرنے کو) آیا مگر کہ وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سنکر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا۔

۵ اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو (مزار پر حاضر ہوکر دعا کے لئے) پکارا مگر آپ کی جانب سے عون اور آسانی نے اس کو جواب دیا (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سنکر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا) ۱۲ منہ

(فصل اٹھائیسویں)

میدان حشر میں آپ کے فضائل اور خصوصیات

پہلی روایت۔ حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سردار ہوں گا اولاد آدم کا (یعنی تمام آدمیوں کا) قیامت کے روز اور میں اُن سب میں پہلا ہوں گا جن کی قبر شق ہوگی (یعنی سب سے اول میں قبر سے اٹھوں گا اور سب شفاعت کرنے والوں) سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہونگا اور سب سے اول میری شفاعت قبول کی جاوے گی روایت کیا اس کو مسلم نے اور شیخین کی ایک حدیث میں جو قیامت میں صعقہ سے سب سے اول موسیٰ علیہ السلام کا ہوش میں آنا آیا ہے سو یہ وہ صعقہ نہیں ہے جس کے بعد بعث ہوگا کہ اس میں حضور سب سے مقدم ہیں بلکہ بعد بعث کے ایک صعقہ فزع ہوگا جیسا کہ آپ کا فاکون اوّل من یفیق فرمانا اس کا قرینہ ہے سو اس میں موسیٰ علیہ السلام مقدم ہوں گے جس میں احتمال یہ ہے کہ وہ کسی عارض سے ہو جس کی طرف خود اس حدیث میں بھی اشارہ ہے فلا ادری احوسب بصعقة الطور الخ یعنی طور پر بیہوش ہو جانے کے عوض میں شاید اس وقت بیہوش نہ ہوئے ہوں یا پہلے ہوش میں آگئے ہوں جیسا عنقریب ابراہیم علیہم السلام کے تقدم فی اللباس کی وجہ سے اسی کی نظیر آتی ہے۔

دوسری روایت حضرت انسؓ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب پیغمبروں سے زیادہ ہوں گا اس بات میں کہ میرے تابع قیامت کے روز زیادہ ہوں گے اور میں سب سے اول دروازہ بہشت کا کھٹکھٹاؤں گا (مسلم)

تیسری روایت حضرمی سے ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں (قیامت کے روز) براق پر سوار ہوں گا اور تمام انبیاء میں اس روز اس خصوصیت کے ساتھ صرف میں مختص ہوں گا۔

چوتھی روایت حضرت جابرؓ سے ایک حدیث میں جس میں خصائص کا ذکر ہے یہ جملہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا مروی ہے کہ مجکو شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے جو تمام عالم کے واسطے حساب وکتاب شروع کرانے کے لئے ہوگی اور یہ آپ ہی کی ساتھ مخصوص ہے (بخاری ومسلم)

پانچویں روایت حضرت ابوسعیدؓ سے منجملہ خصائص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ میرے ہاتھ میں (قیامت کے روز) لواء الحمد ہوگا (یعنی حمد کا جھنڈا اور نشان) اور یہ بات میں فخر کی راہ سے نہیں کہتا اور جتنے نبی ہیں آدم بھی اور ان کے سوا اور بھی وہ سب میرے اس لواء کے نیچے ہوں گے۔

چھٹی روایت حضرت جابرؓ سے ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں سب سے پہلے قبر سے نکلونگا اور جب سب لوگ مبعوث ہوں گے تو میں ان کا پیشرو ہوں گا۔ اور جب حق تعالیٰ کی پیشی میں آویں گے تو میں ان کی طرف سے شفاعت کے لئے بات چیت کروں گا اور جب وہ خاموش ہوں گے اور ان سب کے متعلق مجھ سے شفاعت کے لئے درخواست کی جاوے گی جب وہ (موقف میں حساب کی وجہ سے) محبوس کئے جاوینگے اور میں ان کا بشارت دینے والا ہوں گا جب وہ ناامید ہو جاویں گے اور کرامت اور ہر خیر کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد اُس روز میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام بنی آدم سے زیادہ مکرم ہوں گا ایک ہزار خادم (میرے اکرام و خدمت کے لئے) میرے پاس آمد و رفت کریں گے (اور وہ ایسے حسین ہوں گے) گویا کہ وہ بیضے ہیں جو (غبار وغیرہ سے) محفوظ ہوں یا (صاف وشفاف) موتی ہیں جو بکھرے پڑے ہوں (ترمذی دارمی) اور فصل سابق کی چوتھی روایت میں قبر شریف سے نکلنے کے وقت ستر ہزار فرشتوں کا آپ کے جلو میں ہونا مذکور ہو چکا ہے۔

ساتویں روایت حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے شق زمین کے

بعد کی نسبت فرمایا کہ مجکو جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑہ پہنایا جاوے گا پھر میں عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا خلائق میں سے کوئی دوسرا شخص سوائے میرے اس مقام پر کھڑا نہیں ہوسکے گا۔ ف۔ لمعات میں ہے کہ غالباً یہ مقام محمود ہے اور ایک تفسیر مقام محمود کی حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت مجاہد سے آپ کا عرش پر بٹھلایا جانا اور ایک تفسیر حضرت ابن عباس رضؓ سے کرسی پر بٹھلایا جانا آیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضؓ کی حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ مجھکو ابراہیم علیہ السلام کے بعد لباس پہنایا جاوے گا تو خود اُس حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبر سے نکلنے کے وقت نہیں ہے بلکہ میدان قیامت کا ذکر ہے چنانچہ اس میں ہے وییجاء بکم حفاۃ پس تطبیق اس طرح ہوئی کہ ایک لباس تو قبر سے نکلنے کے قبل پہنایا جاوے گا اس میں حضورؐ مقدم ہیں اور ایک لباس قبر سے نکلنے کے بعد پہنایا جاوے گا اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مقدم ہوں گے جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان کو بقول مورخین نمرود نے آگ میں ڈالنے کے وقت کپڑے اوتار کر ڈالا تھا یہ اس کا صلہ ہو جائے بہر حال انشقاق ارض کے بعد لباس عطا ہونے میں حضورؐ ہی مقدم ٹھیرے۔

آٹھویں روایت۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پلصراط قائم کیا جاوے گا سو سب رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لیکر گذروں گا۔ (بخاری و مسلم)

نویں روایت حضرت سمرہ رضؓ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور وہ سب اس بات میں فخر کرینگے کہ کس کے حوض پر لوگ زیادہ آتے ہیں اور مجھکو امید ہے کہ میرے حوض پر لوگ سب سے زیادہ آویں گے کیونکہ میری امت زیادہ ہوگی (ترمذی) یعنی اس سے آپ کے حوض کا اور انبیاء کے حوض سے زیادہ پُر رونق ہونا ثابت ہوا اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

دسویں روایت حضرت انس رضؓ سے ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راذان

بالشفاعت کے متعلق) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد و ثنا کے القاء فرماویں گے کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں (بخاری و مسلم) یعنی یہ علمی فضیلت آپ کی اس روز ظاہر ہوگی کہ ذات و صفات کے متعلق ایسے وسیع معلومات کے ساتھ آپ خاص ہوں گے۔

قصیدہ کا ترجمہ یہ ہے:- ؎ وہی ہے ایسا محبوب خدا تعالیٰ کا کہ اس کی شفاعت کبریٰ کی امید کیجاتی ہے ہر ہول کے لئے ہولہائے روز قیامت سے جسمیں آدمی بزور داخل کئے جاویں گے ؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا سو جس نے آپ کے طریق کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی (بلکہ قیامت میں بھی وہ ذریعہ شفاعت بنے گی۔) ؎ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ فضل و کرم واز روئے عہد میری دستگیری آخرت یاد فرمائیں گے تو تو کہہ کہ افسوس میری لغزش قدم پر (کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کئے) ؎ اے بزرگترین مخلوقات بوقت نزول حادثۂ عظیم و عام کے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں پناہ میں آؤں (صرف آپکا ہی بھروسہ ہے) ؎ اور ہرگز تنگ نہ ہوگا عرصۂ قدر و منزلت آپ کا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب شفاعت میری کے اسوقت کہ خداوند کریم بصفت منتقم جلوہ فرما ہوگا ؎ اے میرے نفس اُس گناہ کے سبب جو بڑا ہے عفو سے ناامید مت ہو کیونکہ بیشک گناہان کبیرہ درباب بخشش مثل صغیرہ ہیں ؎ امید ہے کہ میرے پروردگار کی رحمت جب وہ اس کو اپنے بندوں پر تقسیم کریگا تو وہ رحمت بقدر گناہاں حصہ میں آوے گی ۱۲ عطر الوردہ۔

(فصل انتیسوئیں)

جنت میں آپ کی خصوصیات اور فضائل

پہلی روایت حضرت انسؓ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت کے روز جنت کے دروازہ پر آؤں گا۔ اور اس کو کھلواؤں گا خازن جنت پوچھے گا کہ کون ہیں میں کہوں گا کہ محمدؐ ہوں وہ کہیگا کہ آپ ہی کی نسبت مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ کے قبل کسی کے لئے نہ کھولو

دوسری روایت ۔ حضرت انسؓ سے ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوثر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں کہ مجھ کو میرے رب نے عطا فرمائی ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے (احمد) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کی دونوں کناروں پر مجوف موتی ہیں اور اس میں برتن (پانی پینے کے) اس قدر پڑے ہیں جتنے ستارے۔ (بخاری) حضرت عائشہؓ سے روایت یہ ہے کہ وہ وسط جنت میں ہوگی اور اس کے دونوں کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں (نسائی) ابن عمرؓ سے روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتی پر چلتا ہے (ترمذی) حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ وہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عمق ستر ہزار فرسخ ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء کے قبل اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے (ابن ابی الدنیا) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس میں پرندے ہیں اور ان کی گردنیں ایسی ہیں جیسے اونٹوں کی گردنیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ تو پھر وہ تو بہت لطیف ہوں گے آپ نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ لطیف ہیں (ترمذی) یعنی یہ نہر جنت میں اس حوض کے

علاوہ ہے جو میدان قیامت میں ہوگا اور بخاری کی روایت کے موافق اس حوض میں اسی نہر سے پانی گرے گا اور مسلم کی روایت کے موافق دو پرنالوں سے کہ ایک چاندی کا اور ایک سونیکا ہوگا جنت کا پانی اُس حوض میں پہونچے گا مجموعہ روایت شیخین سے ان پرنالوں سے اسی نہر کا پانی جانا ثابت ہوتا ہے اور ان سب روایات کے مجموعہ سے چند صفات فاضلہ اس نہر کی اور خاص ہونا اس کا حضورؐ کے ساتھ یہ سب واضح ہے۔

تیسری روایت مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو اور وہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگان خدا میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا سو جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واقع ہوگی اور مسند احمد میں ابو سعید خدری کی روایت سے ارشاد نبوی ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔ قواعد سے یہ امر متعین تھا کہ حضورؐ ہی اس کے مستحق ہیں کیونکہ جب آپکا افضل الخلق ہونا ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ افضل درجات آپ ہی کے لئے ہے مگر اس ارشاد فرمانے کے وقت تک خصوصی تصریح نہ ہوئی ہوگی جو ایسا ارشاد فرمایا۔

چوتھی روایت حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ہزار محل جنت میں دئیے ہیں اور ہر محل میں آپ کی شان کے لائق ازواج اور خادم ہیں اور ایسی بات چونکہ رائے سے نہیں کہی جاسکتی اس لئے یہ موقوف حکماً مرفوع ہے۔

پانچویں روایت حضرت ابن عباسؓ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب سے پہلے جنت کا حلقہ ہلاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ

کھولدیں گے اور مجھ کو اس میں داخل فرماویں گے اور میرے ساتھ فقرا مومنین ہوں گے۔ یعنی یہ بھی آپ کی فضیلت خاصہ ہے جو جنت میں ظاہر ہوگی کہ آپ کی امت کے لوگ سب امم سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چھٹی روایت حضرت انس رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوبکر و عمر بجز انبیاء و مرسلین کے تمام اگلے اور پچھلے میانہ عمر والے اہل جنت کے سردار ہونگے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے حضرت علی رض سے روایت کیا ہے۔ آپ کی امت میں سے دو بزرگوں کا تمام امم اولین و آخرین کے ادھیڑ[۱] عمر والوں کا سردار ہونا یہ بھی آپ کی فضیلت مختصہ ہے جو جنت میں ظاہر ہوگی۔

ساتویں روایت حضرت حذیفہ رض سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس شب سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آکر سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ فاطمہ رض تمام اہل جنت کی بیبیوں میں سردار ہوں گی اور حسن اور حسین تمام اہل جنت کے جوانوں میں سردار ہوں گے یعنی آپ کے خاندان میں سے ان حضرات کا جنت میں جوانوں اور عورتوں کا سردار ہونا بھی آپ کی فضیلت خاصہ ہے کہ جنت میں ظاہر ہوگی اور باوجودیکہ حضرات حسنین رض نے سن کہولت[۲] پایا ہے مگر ان کو جوان سن شیخوخت کے مقابلہ میں کہا گیا اور چونکہ ان کی عمر حضرت شیخین سے کم ہوئی اس لئے شیخین کو کہول اور حسنین رض کو شباب کہا گیا۔

---

[۱] ادھیڑ عمر [۲] کیونکہ شیخین رض کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی اور حضرت حسن رض کی عمر پینتالیس سے کچھ زائد اور حضرت حسین رض کی عمر پچپن سے کچھ زائد ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخین کہ وفات کے وقت کہول تھے ان کے مجموعہ وفاتین کے وقت یعنی جب حضرت عمر رض کی وفات ہوئی ہے حضرات حسنین رض شباب تھے پس لفظ شباب اپنے معنے پر رہے گا ۱۲ منہ

قصیدہ کا ترجمہ یہ ہے:۔ ؎۱ پس آپ نے ہر قسم کی بزرگی جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے جمع کرلی اور آپ ہر عالی مقام سے جن میں کوئی آپ کو مزاحمت کرنیوالا نہ تھا بڑھ گئے یعنی آپ کو وہ بلند ترین مراتب (مثل فضائل مختصہ مذکورہ مقام جنت کے نصیب ہوئے جو اور انبیاء کو حاصل نہیں ہوئے) ؎۲ اور بہت بڑی ہے قدر ان مراتب کی جو آپ کو عطا کئے گئے اور فہم و ادراک اُن نعمتوں کا جو آپ کو منجاب خداوند تعالیٰ عطا کی گئی دشوار تر ہے ۱۲ عطر الوردہ۔

(فصل اُنتیسویں ۲۹)

آپ کی ذات اقدس تمام مخلوقات سے افضل ہے

اس کی تصریح اس لئے ضروری ہوئی کہ فصولِ سابقہ میں اکثر واقعات سے نفس فضیلت ثابت ہے اور وہ مستلزم نہیں افضیلت کو اور بدون اس اعتقاد کے نفس فضائل کا اعتقاد کافی نہیں اور گو یہ مسئلہ ایسا اجماعی اور مسلمات ضروریہ سے ہے جس پر استدلال ہی کی حاجت نہیں مگر تبرکاً کچھ روایات لکھی جاتی ہیں۔

پہلی روایت حضرت ابن عباس رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین و آخرین میں زیادہ مکرم ہوں۔

دوسری روایت حضرت انس رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسا کرتا ہے تجھ پر ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا ہے جو ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ (شرم سے) پسینہ پسینہ ہوگیا۔

تیسری روایت حضرت ابن عباس رضؓ سے ہے کہ جب آپ (شب معراج میں) بیت المقدس میں تشریف لائے اور نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو تمام انبیاء آپ کی ہمراہ (مقتدی ہوکر جیسا کہ

مسلم میں ابن مسعودؓ کی روایت میں حضور کا ارشاد ہے فامممتھم نماز پڑھنے لگے اور ابو سعید کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی (یعنی فرشتے بھی مقتدی تھے) پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی ثنا کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کئے جب حضور کے خطبہ کی نوبت آئی جس میں آپ نے اپنا رحمۃ للعالمین ہونا اور تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہونا اور اپنی امت کا خیر الامم اور امت وسط ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بھی بیان فرمایا اس کو سنکر ابراہیمؑ نے سب انبیاء علیہم السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ بہذا فضلکم محمدؐ یعنی ان ہی فضائل سے محمدؐ تم سب سے بڑھ گئے اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد بزار اور حاکم نے بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

چوتھی روایت حضرت ابن عباسؓ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء پر بھی فضیلت دی اور آسمان والوں (یعنی فرشتوں) پر بھی (اور پھر اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا)۔ (دارمی۔ مشکوٰۃ)

پانچویں روایت حضرت انسؓ سے ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (ایکبار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کر دو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملیگا کہ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہو گا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا خواہ کوئی ہو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں ارشاد ہوا اے موسیٰ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جوان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو میں نے اُن کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان وزمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جبتک کہ محمدؐ اور ان کی امت اس میں داخل نہ ہو جاویں (پھر امت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب مجکو اس امت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا اس امت کا نبی اسی میں سے ہو گا عرض کیا کہ تو مجکو ان (محمدؐ) کی

امت میں بنا دیجیے ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہوں گے البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں جمع کر دوں گا۔ ان روایات سے آپ کا افضل الخلق ہونا حق تعالیٰ کے ارشاد سے خود آپ کے ارشاد سے انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ارشاد سے صحابہ کے ارشاد صریحاً بھی اور امامت انبیاء و ملائکہ و ختم نبوت و خیریت امت وغیرہ سے استدلالاً بھی ثابت اور اس فصل کے قبل کی دو فصلوں میں اور بالکل شروع کتاب کی دو فصلوں میں بھی متعدد روایتوں سے یہ امر کالتصریح ثابت ہے۔

قصیدہ کا ترجمہ یہ ہے:۔ ؁۱ آپ اسم بامسمیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سردار دنیا و آخرت و جن و انس کے اور ہر دو فریق عرب و عجم کے ہیں ؁۲ اور آپ کی ذات بابرکات کی طرف جو خوبیاں (باستثناء مرتبہ الوہیت) تو چاہے منسوب کر دے وہ سب قابل تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کر دہ سب صحیح ہوں گی ؁۳ کیونکہ حضرت رسالت پناہ کے فضل کی کچھ حد و نہایت نہیں ہے کہ کوئی گویا ان کو بذریعہ اپنی زبان کے ظاہر و بیان کر سکے ؁۴ بس نہایت ہمارے فہم اور علم کی یہ ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں اور یہ کہ آپ تمام خلق اللہ انسان و ملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں ۱۲ امنہ عطر الوردہ۔

(فصل اکتیسویں ۳۱)

بعض آیات کی تفسیر اور شبہات کے جوابات

اُن بعض آیات کی مختصر تحقیق میں جن کے ظاہر الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے (جن میں سے کچھ رسالہ ہذا میں وارد کئے گئے ہیں) معارضہ کا نعوذ باللہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے اور اسی نمونہ سے بقیہ نصوص کی تحقیق بھی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

اول قال اللہ تعالیٰ ووجدك ضالاً فهدىٰ یہاں ضلال کے وہ معنی نہیں

جو اردو محاورہ میں مستعمل ہیں کیونکہ ہر زبان کا لغت اور اس کا محاورہ جُدا ہے سو عربی میں اس کے معنی مطلق ناواقفی کے ہیں اور وہ اپنی دونوں قسم کو عام ہے ایک وہ جو احکام آنے کے قبل ہو اور ایک وہ جو احکام کے معارضہ میں ہو دوسرا مذموم ہے اور اول مذموم نہیں کیونکہ نبوت کے بعد جو علوم وحی سے معلوم ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ قبل نبوت وہ معلوم نہیں تھے تو بس یہ آیت ایسی ہوئی جیسے ارشاد ہے وعلمك مالم تكن تعلم۔

دوسری قال اللہ تعالیٰ ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك یہاں بھی وزر کے معنی گناہ کے نہیں جیسا لا تزر وازرة وزر اخریٰ سے شبہ ہو سکتا ہے بلکہ لغت عربی میں وزر کے معنی مطلق بوجھ کے ہیں خواہ گناہ کا بوجھ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں بقولہ تعالیٰ لا ینال عهدی الظلمین اور خواہ کسی غیبی فیض کا بوجھ ہو اور یہاں یہی ہے کہ اول اول آپ پر وحی کا بہت ثقل ہوتا تھا جیسا احادیث صحیحہ میں ہے کہ اول اول آپ کو جاڑہ چڑھ گیا پھر وہ قوت استعداد کے سبب سہل ہو گیا الم نشرح لك صدرك اس کا بین قرینہ ہے۔

تیسری قال اللہ تعالیٰ لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر یہاں بھی ذنب سے مراد معنی متعارف نہیں بلکہ وہ اجتہادات ہیں جو نصوص سے منسوخ کر دئے گئے کہ نصوص کے بعد اُن پر عمل کرنا درست نہیں چونکہ ذات فعل کی نہیں بدلی باعتبار ذات کے اس کو ذنب فرمایا گو اس وقت اس میں وصف ذنب کا نہ تھا یعنی ایسی چیز کہ بعض احوال میں ذنب ہو سکتا ہے گو اس وقت ذنب نہیں معاف فرماتے ہیں اور آپ کی شدت خشیۃ کے سبب تسلی کے لئے یہ عنوان اختیار فرمایا ورنہ خطائے اجتہادی پر تو اجر موعود ہے اور یہی معنی ہیں واستغفر لذنبك کے۔

چہارم قال اللہ تعالیٰ یا ایها النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین اس امر و نہی کی بنیاد بھی خلاف کا وقوع یا احتمال نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ جس طرح اب تک تقوی

وعدم اطاعت عصاۃ کا صدور ہوتا رہا آئندہ بھی ایسا ہی رہنا چاہئے اور مقصود اس سے مایوس کرنا ہے کفار کو جو اپنے بعض خیالات کی طرف آپ کو بلاتے تھے تو ان کے سنانے کو یہ ارشاد فرمایا کہ وہ سمجھ لیں کہ آپ چونکہ وحی کے خلاف کبھی نہیں کرتے اس لئے ہرگز ہماری موافقت نہ فرمائیںگے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وما انت بتابع قبلتھم۔

پنجم قال اللہ تعالیٰ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرءون الکتاب من قبلک یہاں بھی احتمال شک لازم نہیں آتا بلکہ اس سے مقصود زیادت توثیق کلام ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی ایسے شخص سے خطاب کرتے وقت جو تم کو یقیناً سچا سمجھتا ہے کلام کو موکد کرنے اور مخاطب کو زیادہ یقین دلانے کے لئے کہا کرتے ہو کہ اگر تم کو شبہ ہو تو محلہ والوں سے پوچھ لو مطلب یہ کہ گو تم کو حاجت نہ ہوگی مگر ہم اپنی طرف سے اس کے لئے آمادہ ہیں اور تم کو اجازت دیتے ہیں کیونکہ اپنی راست بیانی پر کامل اطمینان ہے۔

ششم قال اللہ تعالیٰ لئن اشرکت لیحبطن عملک سباق میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کے مخاطب ہی نہیں کیونکہ اوپر ارشاد ہے ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک جس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ مضمون سب انبیاء پر وحی کیا گیا ہے اور مضامین وحی میں بعض سے خود نبی کو خطاب مقصود ہوتا ہے اور بعض سے امت کو پہونچانا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ کہ سب انبیاء پر یہ مضمون بغرض تبلیغ وحی کیا گیا ہے کہ اپنی امت کو یہ خطاب سنادیں لئن اشرکت لیحبطن عملک اور اگر آپ ہی مخاطب ہوں تو یہ خطاب بطور فرض اور تقدیر کے ہے جس سے شرک کی مذمت میں مبالغہ مقصود ہے جس طرح کہا کرتے ہیں کہ اوروں کی تو کیا حقیقت ہے اگر میرا بیٹا ہی میری مخالفت کرے تو اس کو نہ چھوڑوں گو وہ بیٹا ایسا مطیع ہو کہ اس پر کسی کو اصلاً شبہ مخالفت کا نہ ہو۔

ہفتم قال اللہ تعالیٰ فلا تک فی مریۃ منہ انہ الحق اس سے بھی بعد نزول وحی کے شک لازم نہیں آتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو بات قرآن کے ذریعہ سے بتلائی گئی ہے چونکہ وحی ہے

قبل معلوم نہ تھی اور معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس میں تردد تھا کہ یوں ہے یا یوں ہے اب بعد وحی کے شک نہ کیجئے اور یہ شبہ بھی نہ کیا جاوے کہ کیا اس صورت میں احتمال شک کا تھا یہ بھی لازم نہیں آتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے محاورات میں اثنائے کلام میں یہ کہتے جاتے ہیں کہ یقین مانو کہ یہ بات اسی طرح ہے کبھی قسم کھانے لگتے ہیں گو مخاطب کتنا ہی کلام کرنے والے کی صدق کا معتقد کیوں نہ ہو۔ اس سے صرف کلام کی توثیق مقصود ہوتی ہے۔

ہشتم قال اللہ تعالیٰ ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدیٰ فلا تکونن من الجاہلین اس سے بھی مضمون شرطیہ سابقہ سے بیخبر ہونا لازم نہیں آتا کہ صفت قدرت سے بیخبر ہونا انبیاء پر محال ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ لو شاء سے بقاعدہ عربیہ معلوم ہو گیا کہ کفار معہودین کی ہدایت کیساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت متعلق ہونے والی نہیں ہے کما قال تعالیٰ سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون اور یہ امر اس ارشاد سے پہلے معلوم نہ تھا پس مطلب یہ ہوا کہ اب بعلم نہ رہئے یقین کر لیجئے اور اگر یہ شبہ ہو کہ اب بھی احتمال بے علمی کا تھا تو جواب اس کا آیت ہفتم کے ذیل میں گذر چکا۔

نہم قال اللہ تعالیٰ واما ینزغنک من الشیطان اس سے بھی وہ تسلط لازم نہیں آتا جس کی نفی اس آیت میں ہے۔ انہ لیس لہ سلطان علی الذین اٰمنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون الخ یعنی جس پر معصیت یا عزم معصیت مرتب ہو جاوے بلکہ صرف تحریک ثابت ہوتی ہے گو تحرک نہ ہو سو یہ ایسا ہے جیسے کوئی شیطان الانس کسی نبی کو بری رائے دے اسی طرح شیطان الجن کا رائے دینا بھی محال نہیں مگر اس پر عمل ہونا محتمل نہیں۔

دہم۔ عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ الخ یہاں دو مصلحتیں متعارض تھیں ایک تبلیغ اصول کا تبلیغ فروع پر مقدم ہونا اس کا مقتضا تھا کافر کے خطاب کا مقدم کرنا خطاب مسلم پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد ظاہر سے اس وقت یہی سمجھا دوسری مصلحت نفع متیقن کا مقدم ہونا نفع موہوم پر اس کا مقتضا تھا طالب مسلم کے خطاب کا مقدم کرنا خطاب کافر جاحد پر

اور اس کا سمجھنا موقوف تھا اجتہاد غائر پر حق تعالیٰ کا مقصود یہی ہے کہ آپ کی شان عظیم کے شایان اسوقت اجتہاد غائر سے کام لینا تھا یہ تو جواب ہے اس شبہ کا جو آیت کی مضمون سے پیدا ہوا تھا اور اگر اس طرز کلام سے جو بصورت عتاب ہے شبہ ہو تو جواب یہ ہے کہ علاقہ محبت میں بعض اوقات عتاب زیادہ لذیذ اور محبت اور خصوصیت پر زیادہ دلالت کرنیوالا ہوتا ہے بہ نسبت تکلفات آداب کے جیسا کہ مثل مشہور ہے۔ اذجاءت الالفۃ۔ رفعت الکلفۃ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی

جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

چنانچہ در منثور میں مروی ہے کہ اس کے بعد جب صحابی حاضر ہوتے آپ فرماتے مرحباً[۱] بمن عاتبنی فیہ ربی جس سے بوئے التذاذ آتی ہے وھذا امر من لم یذقہ لم یدرہ[۲] اور احقر کی تفسیر میں ان آیات کی اور ان کی امثال آیات کی تفسیر دیکھ لینا اور زیادہ باعث اطمینان اور مفید ہو سکتا ہے اور ان تقریرات سے جو اصول معلوم ہوں گے ان سے ایسی احادیث بھی حل ہو جاویں گی یہ محض نمونہ کے طور پر لکھ دیا ہے۔

ترجمہ عربی نظم کا یہ ہے :- [۱] آپ نے ہم کو ایسی چیزوں سے نہ آزمایا جن کے دریافت کرنے میں ہماری عقول عاجز اور درماندہ ہو جاویں کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مرغوب تھی اسلئے ہم کسی حکم کے قبول کرنے میں شک میں نہ پڑے اور سلوک طریق شریعت میں حیران سرگرداں یا مبتلائے وہم نہ ہوئے (چنانچہ اسی میں یہ داخل ہے کہ جو اشکالات مذکورہ ظاہر الفاظ سے واقع ہو سکتے تھے قواعد شرعیہ سے وہ بالکل صاف کر دیئے گئے) [۲] آپ کے کمالات ظاہری و باطنی کی دریافت نے تمام خلق کو عاجز کر دیا پس نہیں دیکھا جاتا ہے اشخاص قریب ہیں المنزلہ

---

[۳] جب محبت جاگ اٹھتی ہے تو تکلفات جاتے رہتے ہیں۔ [۱] مبارک ہو اس شخص کا آنا جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھ پر عتاب کیا [۲] اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جب تک کوئی خود نہ چکھ لے نہیں جان سکتا۔

یعنی عوام میں درباب دریافت کمالات حضرت کے مگر عاجز و ساکت یعنی آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں (اور اسی عدم احاطہ کیفیت کمالات کے سبب ظاہر نظر میں بعضے شبہات پڑ سکتے ہیں جن کے حل کرنے کے لئے قواعد شرعیہ کافی ہیں) ؎ آپ کا حال عدم ادراک کیفیت کمالات ظاہرہ و باطنیہ میں مثل آفتاب کے ہے کہ وہ دور سے چھوٹا بقدر قوس یا آئینہ کے معلوم ہوتا ہے اور ناظر بسبب نہایت بعد کے اس کی واقعی مقدار نہیں معلوم کر سکتا ہے اور اگر اس کو پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت کے چشم بیننده عاجز و درمانده و خیره ہو جاتی ہے اور اس کی پوری حقیقت دریافت نہیں کر سکتی (اسی لئے بعض امور میں گونہ حیرت ہو جاتی ہے جیسا اوپر کے شعر کی شرح میں معلوم ہوا) عطر الوردہ

(فصل ۳۲ بتیسویں)

آپ کے کمال عبودیت کے بعض لوازمات اور خصوصیات

آپ کے تمام کمالات کا مدار دو صفت پر ہے عبدیت و رسالت جن پر جا بجا آیات و احادیث میں تصریح کی گئی ہے اور نماز میں جو تشہد تعلیم کیا گیا ہے اس میں بھی دونوں کو جمع فرما دیا گیا ہے اور جیسا کمالاتِ رسالت سے نعوذ باللہ آپ کی تنقیص کر کے دوسرے بشر پر آپ کو قیاس کرنا کفر یا بدعت ہے جس کے رد کے لئے اس سے اوپر کی فصل منعقد کی گئی ہے اسی طرح کمالات عبدیت سے آپ کو متجاوز قرار دیکر اللہ حق کے خواص سے متصف جاننا یا نص شرعی میں کسی امر خفی کو مثبت ماننا بھی شرک یا معصیت ہے یہ فصل اس کی اصلاح کے لئے لکھی جاتی ہے نمونہ کے لئے چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت حضرت عمرؓ سے ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو تم حد سے مت بڑھادو جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہما السّلام) کو بڑھادیا کہ خواص الوہیت کو ان کے لئے ثابت کرنے لگے میں تو اللہ کا بندہ ہوں (مجھ میں الوہیت کی کوئی بات نہیں) سو تم (مجھ کو)

اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو (الوہیت کو ثابت مت کرو)

دوسری روایت حضرت عائشہؓ سے ہے کہ آپ اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے جو کھانا زہر آلود خیبر میں کچھ کھا لیا تھا ہمیشہ اس کی تکلیف کچھ نہ کچھ پاتا رہا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر سے میری رگِ قلب کٹ گئی۔

تیسری روایت حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا یہاں تک کہ آپ کو اس کے اثر سے یہ خیال ہو جاتا کہ میں فلاں (دنیوی) کام جیسے کھانا پینا وغیرہ کر چکا ہوں حالانکہ اس کو کیا نہ ہوتا۔

چوتھی روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارۂ سہو فی الصلوٰۃ کے فرمایا کہ میں بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں سو میں جب بھول جاؤں مجھکو یاد دلادیا کرو۔

پانچویں روایت حضرت سہل بن سعدؓ سے ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس حدیث میں جس میں بعض لوگوں کا حوض کوثر سے ہٹا دیا جانا مذکور ہے فرمایا کہ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے منتسبین یعنی مؤمنین میں سے ہیں فرشتوں کی طرف سے جواب ملیگا کہ آپ کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا (دین میں) اختراع کیا تھا میں کہوں گا دُور دُور ایسا شخص جس نے میرے بعد (دین میں) تغیر تبدل کیا ہو۔ ان روایات سے آپ کا سم اور سحر اور مرض سے متاثر ہونا اور نسیان وذہول کا طاری ہونا اور اخیری روایت سے بعض واقعات قبل قیامت کا بھی آپ کی اخیر تک آپ سے مخفی و غائب رہنا یا غائب ہو جانا جسمیں تاویل بالذات و بالعرض کی بھی نہیں چل سکتی اور وہ نصوص شرعیہ جسمیں حضرتؐ کی ذات کیلئے قیامت تک کے تمام غیر موعودہ کے علم کی نفی نکلتی ہے اور ان نصوص میں تاویل کرنے والے زمانہ قبل عطائے علم کی تاویل کر لیتے ہیں۔ اس آخری حدیث میں اس تاویل مشہور کی بھی بالکل گنجائش نہیں۔ اور روایت اخیرہ پر عرض اعمال امت کی روایت کے تعارض کا شبہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس روایت میں نہ تو یہ نص ہے کہ یہ اعمال قلب کو بھی شامل ہے نہ یہ نص ہے کہ تمام اعمال ظاہری کو شامل ہے ممکن ہے کہ عقائد

اور اعمال کے مفاسد کے دقایق پیش نہ کئے جاتے ہوں اور بعد فرض عرض عام کے نہ یہ نص ہے کہ بعد عرض کے وہ سب جزئی جزئی کر کے یاد رہتے ہوں ورنہ قیامت کے روز معرفت امت کے لئے غرہ اور تحجیل کی علامت مقرر ہونے کی کیا حاجت تھی کیونکہ اعمال معروضہ میں وضو و نماز اور امتی ہونا سب کچھ داخل ہے اور ان سب امور پر مطلع اور ان کی یاد رہتے ہوئے وہی اطلاع اور یاد کافی تھی خوب سمجھ لو غرض یہ موجبہ کلیہ کہ "تعلیم صلی اللہ علیہ وسلم کل حادث مطلقاً یا الی یوم القیمۃ" مرتفع ہو گیا اسی طرح بیشمار روایات اور آیات میں یہ امور بھی اور دوسرے لوازم بشریہ بھی مثل جوع و عطش اور بعض اوقات رضا، غضب و رائے کے مبانی کا واقع کے مطابق نہ ہونا وارد ہیں اور پہلی روایت میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا حد شرعی سے تجاوز کرنے سے مصرح ہے غرض نہ مثبت کی نفی کی اجازت ہے اور نہ منفی کے اثبات کی اجازت تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون۔

قصیدہ کا ترجمہ:۔ ۱؎ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا بسبب چھوڑ دینے افعال مسنونہ اس نفس مقدس کے جس نے شبہائے تاریک کو زندہ رکھا بسبب مشغولئ عبادت مالک کائنات کے یعنی ان میں خواب استراحت نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم مبارک مرض ورم میں مبتلا ہو گئے (جس سے دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی شب بیداری عبادت میں اور ورم قدم مبارک) ۲؎ اور جنہوں نے بباعث گرسنگی کے اپنے سارے شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم لطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تاکہ اس کے ثقل اور سہارے سے گونہ تقویت حاصل ہو اور ضعف مانع قیام روزہ و نماز وغیرہ نہ ہو (اس میں بھی دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی ایک گرسنگی دوسرے قناعت کہ عبادت ہے کیونکہ آپ نے باوجود اختیار دئے جانے کے اسی حالت کو پسند فرمایا) ۳؎ اس دعوی کو جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے اے مخاطب عاقل تو چھوڑ دے اور ایسا دعویٰ اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مت کر بلکہ ان کو افضل العباد سمجھ اور اس کے سوا

آپ کی مدح شریف میں جس وصف کمال کا تیرا جی چاہے حکم جازم اور قطعی دعوی کر اور
ان پر خوب مستحکم اور استوار رہ (یعنی نہ عبدیت کی نفی کر اور نہ دوسرے بشر کے مساوی سمجھو
بلکہ افضل العباد اعتقاد کرو۔) عطر الوردہ۔

(فصل تینتیس ۳۳)

امت مرحومہ پر آپ کی شفقت

فصول سابقہ میں تو آپ کے ذاتی جمال و کمال کا بیان تھا اب یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ آپ کو اپنے غلاموں کی ساتھ اور غلام بھی وہ جنہوں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی کیا تعلق تھا۔
پہلی روایت حضرت عائشہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔ اور ابو عبید نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی کہ لوگوں نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا وہ کونسی آیت تھی فرمایا یہ آیت تھی ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔ اس میں اپنی امت کے لئے دعا فرمائی جیساکہ مضمون سے ظاہر ہے۔
دوسری روایت عباس بن مرواسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی سو اس طرح قبول ہوئی کہ سب گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا آپ نے دعا کی کہ اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت سے دیکر ظالم کو بخشدیں سو اس شام کو یہ دعا منظور نہیں ہوئی جب مزدلفہ میں صبح ہوئی پھر دعا کی سو منظور ہوگئی تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ یا تبسم فرمایا ابو بکرؓ و عمرؓ نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع نہیں معلوم ہوتا سو اس سبب سے آپ ہنستے ہیں اللہ تعالی آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے آپ نے فرمایا کہ اللہ کا دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے میری دعا قبول کرلی اور میری امت کی مغفرت فرمادی تو خاک لیکر سر پر ڈالنے لگا اور ہائے واویلا مچانے لگا سو اسکی

گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آگئی۔

تیسری روایت۔ لمعات میں آپ کے طائف تشریف لیجانے کے قصہ میں جبکہ وہاں کے کفار نے آپ کو ایذا رشدید پہونچائی روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام پہاڑ کے فرشتہ کو لیکر نازل ہوئے تاکہ آپ سے اجازت لیکر ان کفار کو ہلاک کر دے آپ نے اس فرشتہ سے فرمایا نہیں مجھ کو امید ہے کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا توحید کیساتھ ذکر کریں گے۔

چوتھی روایت حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے (مسلم۔ مشکوٰۃ) یعنی اگر اس سے کہا جاوے کہ اگر سب اہل و مال سے دست بردار ہو تو زیارت میسر ہو جائے تو اس پر دل و جان سے راضی ہو جائیگا۔

پانچویں روایت حضرت عائشہ رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں بشر ہوں مجکو بھی اور بشر کی طرح غصہ آجاتا ہے سو جس کسی مومن مرد یا مومنہ عورت پر میں غصہ میں بددعا کر دوں تو آپ اس بددعا کو اس شخص کے گناہوں کے لئے تزکیہ اور تطہیر کر دیجئے۔

چھٹی روایت حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ آپ کے بھائی نہیں ہیں آپ نے فرمایا تم تو میرے دوست اور ساتھی ہو میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ہنوز نہیں آئے (مسلم۔ مشکوٰۃ)

ساتویں روایت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ سے ہے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی

لہ چونکہ دوست کے ساتھ محبت کی ابتدا محبت ہی سے ہوتی ہے اور بھائی سے محبت ہونا مقید نہیں رویت و صحبت کے ساتھ نہیں صحابہ کو دوست اور بعد میں آنے والوں کو بھائی فرمانا باعتبار وقوع حالت محبت کے ہے کہ ان کی محبت کا وقوع رویت سے ہوا اور بعد والوں کی محبت کا وقوع بے دیکھے ہوا اور اس سے صحابہ پر غیر صحابہ کی فضیلت محبت میں لازم نہیں آتی کیونکہ یقیناً صحابہ کی ایسی استعداد تھی کہ اگر وہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتے جب بھی محبت میں ہم سے زیادہ ہوتے۔

ہم سے بھی بہتر ہے کہ ہم اسلام لائے اور جہاد کیا آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہوں گے کہ مجھ پر ایمان لاویں گے اور مجھکو دیکھا بھی نہ ہوگا۔ (احمد۔ دارمی)

قصیدہ بردہ کا ترجمہ:۔ ۱ اے گروہ اسلام ہم کو خوشخبری ہے بیشک ہمارے لئے عنایات خاصہ باری تعالیٰ سے ایسا ستون محکم عنایت ہوا ہے جو کبھی متغیر و متبدل نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ الی یوم القیامۃ ثابت و قائم رہے گا۔ یعنی ہمارا دین ناسخ ہے اور کبھی مثل اور ادیان کے منسوخ نہ ہوگا ۲ جبکہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضرت کو جو ہم کو طاعت خداوند کی طرف بلانے والے ہیں افضل واکرم رسل اللہ کہہ کر پکارا تو ہم اس ذریعہ سے سب امتوں سے افضل ہوئے کیونکہ رسول اللہ کا افضل ہونا امت کی افضیلت کا واقعی سبب ہے ۳ اگر میں گناہ کر رہا ہوں یا کیا ہے تو میرا ذمہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹنے والا نہیں ہے اور نہ میری امید کی رسی کٹنے والی یعنی میں بسبب ارتکاب جرائم حضرت کی شفاعت سے ناامید نہیں ہوں ۴ خداوند تعالیٰ شانہ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منزہ کر دیا ہے اس عیب سے کہ آپ کا امیدوار آپ کے مکارم و عطایا سے محروم کیا جائے اور بھی اس خلل سے پاک کر دیا ہے کہ آپ کا مدد چاہنے والا آپ کی درگاہ سے غیر موقر وغیرہ محترم ناکام واپس آئے بلکہ ہمیشہ کامیاب و محترم ہوتا ہے۔ عطر الوردہ۔

(فصل چونتیسؔ)

آپ کے حقوق میں جو اُمت کے ذمہ ہیں

جاننا چاہیے کہ کسی سے محبت ہونا اور اُس محبت کا مقتضا متابعت ہونا تین سبب سے ہوتا ہے ایک کمال محبوب کا جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے شجاع سے محبت ہوتی ہے اور دوسرا جمال جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے۔ تیسرا نوال یعنی عطا و احسان جیسے اپنے منعم و مربی سے محبت ہوتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں تینوں وصف علیٰ سبیل الکمال

مجمع ہیں وصف اول سے یہ تمام رسالہ بھرا پڑا ہے۔ دوسرا وصف فصل اکیسویں میں جمع ہے اور چوبیسویں فصل لانے سے مقصود خاص تیسرے وصف کا مضمون ہے جب تینوں وصف جو علت محبت ہیں آپ میں جمع ہیں تو خود اس کا طبعی مقتضا ہے کہ آپ کے ساتھ امت کو اعلیٰ درجہ کی محبت ہونی چاہئے اگرچہ نص شرعی بھی نہ ہوتی اور جبکہ نصوص شرعیہ بھی اس کے ایجاب میں موجود ہیں تو داعی عقل و طبع کیساتھ داعی شرع بھی ملکر آپ کے وجوب محبت کو مؤکد کرتا ہے اور درحقیقت اعظم غایت اس رسالہ کی اسی امر کی طرف اہل ایمان کو متوجہ کرنا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ ان اسباب و دواعی کے ہوتے ہوئے محبت سے اتباع کا انفکاک عادۃً محال ہے جس درجہ کی محبت ہوگی اسی درجہ کا اتباع ہوگا اور ظاہر ہے کہ محبت علی سبیل الکمال واجب ہے پس متابعت بھی علی سبیل الکمال واجب ہوگی اور اس میں گو کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا محض یاد دہانی کی تجدید کیلئے مختصر طور پر تنبیہ کردی گئی اور اسی کی تقویت کے لئے چند روایات بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت حضرت انس رضؓ سے ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص مؤمن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ) یعنی اگر میری مرضیات اور دوسروں کی مرضیات میں تزاحم ہو تو جس کو ترجیح دی جاوے اسی کے محبوب تر ہونے کی یہ علامت ہوگی۔

دوسری روایت حضرت عبداللہ بن ہشام سے ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے (یعنی وہ تو بہت ہی محبوب ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک تو داس کے نفس سے بھی زیادہ اسکو میں محبوب نہوں حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ اب آپ میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی۔

تیسری روایت حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام امت

جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا عرض کیا گیا کہ قبول کس نے نہیں کیا فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے قبول نہیں کیا (بخاری مشکوٰۃ) یعنی صحابہؓ کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ یہ انکار مخصوص بہ کفر نہیں ہے ورنہ اس میں کون سا خفا تھا پس آپ کے اتباع نہ کرنے کو انکار سے تعبیر فرمایا گیا اس سے متابعت کا وجوب ثابت ہوا۔

چوتھی روایت حضرت انسؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (ترمذی مشکوٰۃ) یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علامت آپ کی محبت کی آپ کی سنت کی محبت ہے اور آپکی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مفتاح جنت ہے اور جنت کے ساتھ حضور کی معیت کا بھی موجب ہے۔

پانچویں روایت۔ حضرت عمرؓ سے ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی پھر ایک دن حاضر کیا گیا پھر آپ نے حکم سزا کا دیا ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت کر کس قدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو واللہ میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ یعنی اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے ایک بشارت مذنبین کو کہ ان سے اللہ ورسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی دوسری تنبیہ مذنبین کو کہ نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی توکوئی اس ناز میں نہ رہے کہ بس خالی محبت بدون اطاعت کے سزائے جہنم سے بچالے گی البتہ بعد رحمت سے بچا سکتی ہے جیسا کہ ممانعت لعنت سے معلوم ہوا پس جو سزا آخرت کی اس ملعونیت پر مرتب ہے یعنی خلود اس سے یہ محبت بچالے گی بعد سزا کے مغفرت ہو جاوے گی تیسری فضیلت محبت کی جیسا کہ ظاہر ہے چوتھے تفاوت مراتب محبت کا کہ باوجود ایک عصیان کے اثبات محبت کا حکم فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ متابعت کامل نہ ہونے سے گو کمال محبت کا حکم نہ ہوگا مگر نفس متابعت سے کہ ادنیٰ درجہ اس کا کفر سے نکلنا ہے کوئی درجہ محبت کا ثابت کہا جاوے گا۔ پانچویں مومن خواہ کتنا ہی

گنہگار ہو مگر اُس پر لعنت نہ کرنا چاہئے اس سے عظمت ثابت ہوتی ہے اللہ و رسول کی محبت کی کہ اس کا ایک شائبہ بھی گو معاصی کے ساتھ مقرون ہو جب مانع لعنت ہے تو اس کا کامل اور خالص درجہ کیا کچھ موثر ہوگا۔

قصیدہ کا ترجمہ:۔ ۱؎ اے جانے والے بجانب گیاہ زار کے اللہ کے لئے اس کے باغ درخت بان میں ذرا ٹھہرنا اور میری طرف سے فاتحہ عم اس کے رہنے والوں کو پڑھ کر سنانا ۲؎ اگر وہ میری حالت بیماری کے بارہ میں دریافت کریں جب سے میں ان سے غائب ہوا ہوں پس قلب اپنے خفقان میں ہے اور سر اپنے دوران میں ہے ۳؎ اگر وہ میرے اشک چشم کے متعلق اپنے بعد کے زمانہ میں تحقیق کریں تو تو بطور حکایت کے کہنا کہ مثل ابر کے ہے اس کے برسنے میں اور مثل بحر کے ہے اس کے جوش میں ۴؎ لیکن وہ محب باوجود اس تمام ماجرا کے فریفتہ ہے عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پس آپ کا خیال اس کے قلب میں ہے اور آپ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے ۵؎ اور بہت زمانہ طویل سے دعا کر رہا ہے اور دعا میں الحاح اور مبالغہ کر رہا ہے تاکہ وہ آپ کے باغ میں طواف کرے اور آپ کے ریحان سے خوشبو سونگھے ۶؎ اے وہ ذات پاک جن کا رتبہ تمام خلائق پر بلندی میں فائق ہو گیا یہاں تک کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثنا فرمائی ۷؎ اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل فرماوے زمانہ کے اخیر تک تفضل کرتا ہوا اور ترحم فرماتا ہوا اور آپ کو اپنے احسانات موعودہ عطا فرمائے ۱۲ منہ

(فصل پینتیس ۳۵)

آپ کا ادب و احترام اور عظمت

آپ کی توقیر و احترام و ادب کے وجوب میں یہ بھی فصل سابق کے ساتھ ملحق ہے کہ یہ بھی منجملہ آپ کے حقوق عظمت کے ہے اس باب میں چند آیات و روایات کا نقل کرنا کافی ہے۔

آیۃ اول سورہ توبہ میں ہے۔ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ آیت دوم سورہ نور میں ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ آیت سوم سورہ احزاب میں ارشاد ہے۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ آیت چہارم سورہ فتح میں ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ آیت پنجم سورہ حجرات میں ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ نمبر (۱) مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گردو پیش میں رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔ نمبر (۲) بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں اور آپ اس پر اجازت نہ دیں مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے اے پیغمبر جو لوگ آپ سے ایسے مواقع پر اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ اہل ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے جانے کی اجازت طلب کریں

تو ان میں سے آپ جس کے لئے مناسب سمجھکر اجازت دینا چاہیں اجازت دیدیا کریں اور اجازت دیکر بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالے بخشنے والا مہربان ہے تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو جب وہ کسی ضرورت اسلامیہ کے لئے تم کو جمع کریں ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے کہ چاہے آیا یا نہ آیا پھر آکر بھی جبتک چاہا بیٹھا جب چاہا اٹھ کر بے اجازت لئے چل دیا۔ نمبر (۳) اور حرمت ایذا نبوی صرف فضول جم کر بیٹھ جانے ہی کی صورت میں منحصر نہیں بلکہ علی الاطلاق حکم ہے کہ تم کو (کسی امر میں) جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے (اور جس طرح یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا زبان سے ذکر کرنا یا دل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے سو) اگر تم اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کروگے یا اس کے ارادہ کو دل میں پوشیدہ رکھوگے تو اللہ تعالیٰ (کو دونوں کی خبر ہوگی کیونکہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس تم کو اس پر سزا دینگے اور ہم نے جو اوپر حجاب کا حکم دیا ہے اس سے بعضے مستثنےٰ بھی ہیں جس کا بیان یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے سامنے ہونے کے بارہ میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے یعنی جس کے بیٹا ہو اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنے دینی شریک عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) اور اے پیغمبر کی بیبیوں (ان احکام مذکورہ کے امتثال میں) خدا سے ڈرتی رہو (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پاوے) بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے (یعنی اس سے کوئی امر مخفی نہیں پس خلاف میں احتمال سزا کا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو) بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قصداً ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنیوالا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ نمبر (۴) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اعمال امت پر قیامت کے دن

گواہی دینے والا عموماً اور دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لئے بشارت دینے والا اور کافروں کے لئے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اے مسلمانوں ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو (عقیدۃً بھی کہ اللہ تعالیٰ کو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف اور تمام نقائص سے پاک سمجھو اور عملاً کہ اطاعت کرو) اور صبح وشام اس کی تسبیح وتقدیس میں لگے رہو۔ نمبر (۵) اے ایمان والو اللہ اور رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو (یعنی جب تک قرائن قویہ یا تصریح سے اذن گفتگو کا نہ ہو گفتگو مت کرو) اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا اور تمہارے تمام افعال کو جاننے والا ہے (اور) اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو (یعنی نہ بلند آواز سے بولو جبکہ آپ کے سامنے بات کرنا ہو گو باہم ہی ایک دوسرے سے مخاطبت ہو اور نہ برابر کی آواز سے جبکہ خود آپ سے مخاطبت کرو) کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جاویں۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہو (اس کا مطلب یہ ہے کہ رفع صوت کہ صورۃً بیان کی ہے اور جہر کہ باہم طبعاً گستاخی ہے بوجہ اس کے کہ تابع قالاً وحالاً متبوع کے التزام ادب کا مدعی ہوتا ہے اور اس میں اس التزام کا ترک ہے ناگوار اور موجب اذیت ہو سکتا ہے اور رسول کو اذیت پہونچانا موجب حبط عمل ہے اگرچہ اور معاصی موجب حبط نہیں ہوتے لیکن یہ اس عام میں سے مخصوص ہے البتہ بعض اوقات جب کہ طبیعت زیادہ منبسط ہو یہ امور ناگوار نہیں ہوتے اس وقت بوجہ عدم تحقیق ایذا یہ امور موجب حبط نہیں ہوتے مگر چونکہ سامع کی اذیت کی تحقیق بعض اوقات متکلم کو معلوم نہیں ہوتا اور اس بنا پر ممکن ہے کہ تاذی ہو جاوے اور اس سے حبط بھی ہو جاوے اور متکلم اس گمان میں رہے کہ تاذی نہیں ہوئی پس حبط کی بھی خبر نہ ہو لا تشعرون کے یہی معنی ہیں اور اسی وجہ سے مطلق رفع صوت وجہر بالقول کو منہی عنہ ٹھہرایا گیا کہ گو اس کے بعض افراد موجب تاذی نہ ہوں گے لیکن اس کی تعیین کیسے ہوگی لہذا مطلقاً تمام افراد کو ترک کر دینا چاہئے یہ تو ترہیب تھی رفع صوت پر آگے ترغیب ہے

خفض صوت کی کہ) بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے (یعنی انکے قلوب میں غیر تقویٰ نہیں ہے یعنی متقی کامل ہیں مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسباب خاص میں وہ کمال تقویٰ کے ساتھ موصوف ہیں کیونکہ کمال تقوی یہ ہے حسب حدیث مرفوع ترمذی لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالا بأس به حذرا لما به بأس اور رفع صوت کی ایک فرد فی نفسہ غیر ذی باس ہے جس میں تاذی نہ ہو اور ایک فرد ذی باس ہے جس میں تاذی ہو جب انہوں نے مطلقاً رفع صوت کو ترک کر دیا تو ذی باس کے حذر سے غیر ذی باس کو ترک کر دیا۔ پس کمال تقویٰ متحقق ہو گیا اور فی نفسہ کی قید اس لئے لگائی کہ بعد نہی کے پھر تو دونوں فردیں ذی باس ہیں آگے ان کے عمل کا ثمرہ اُخروی مذکور ہے کہ) ان لوگوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے ورنہ آپ کا ادب کرتے اور ایسی جرأت نہ کرتے اور اگر یہ لوگ ذرا صبر و انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ یہ ادب کی بات تھی) اور (یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کر لیں تو معاف ہو جاوے کیونکہ) اللہ غفور رحیم ہے۔

روایت اول حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک نابینا کی ایک ام ولد تھی جو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بیہودہ حکایت کہا کرتی اور گستاخی کیا کرتی وہ نابینا منع کرتا وہ باز نہ آتی وہ اس کو ڈانٹتا مگر وہ نہ مانتی ایک شب اسی طرح اس نے کچھ بکنا شروع کیا اس نابینا نے ایک چھرا لیکر اس کے پیٹ پر رکھ کر بوجھ دیدیا اور اس کو ہلاک کر ڈالا صبح کو اس کی تحقیقات ہوئی اس نابینا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا اقرار کیا اور تمام قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا سب گواہ رہو کہ اس کا خون رائیگاں ہے (یعنی قصاص وغیرہ نہ لیا جاویگا۔ (ابو داؤد) یعنی ان صحابی کا جوش محبت و ادب کس قدر ثابت ہوتا ہے اور اس سے حنفیہ کے اس مسئلہ پر شبہ نہیں ہو سکتا کہ نبی کے ساتھ گستاخی موجب نقض عہد نہیں ہے کیونکہ عدم نقض عہد سے عدم جواز

قتل لازم نہیں آتا یہ قتل سیاستہً و زجراً ہے کہ علانیہ ایسے کلمات کا کہنا کہ اس کافر کے مذہب میں بھی داخل نہیں پھر بار بار کہنا جو دلیل ہے تمرد و استخفاف اسلام کی بلاشبہ موجب زجر بالقتل ہے۔

دوسری روایت امام بخاری نے کتاب الشروط میں قصہ حدیبیہ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ عروہ بن مسعود رئیس مکہ نے آپ کے مجلس شریف سے مکہ واپس جا کر لوگوں سے بیان کیا کہ اے میری قوم واللہ میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ و نجاشی کے پاس گیا ہوں واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جس قدر صحابہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں واللہ جب کھنکار پھینکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے اور وہ اس کو اپنے چہرہ اور بدن کو مل لیتا ہے اور جب آپ اُن کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وضو کا پانی لینے کیلئے گویا اب لڑ پڑیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو وہ لوگ اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے پست کر لیتے ہیں اور وہ لوگ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے تک نہیں۔

تیسری روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے اور قبر تک پہنچے ہنوز مردہ لحد میں نہیں رکھا گیا تھا (کچھ دیر ہوگی) آپ بیٹھ گئے اور ہم آپ کے گرداگرد اس طرح بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پہ پرندے تھے (مشکوٰۃ) یعنی نہایت سکون وسکوت کی ساتھ) صحابہؓ کا حضور کی خدمت میں اسی طرح بیٹھنے کا معمول تھا اس سے غایت ادب ظاہر ہے اور بیشمار روایات اس باب میں وارد ہیں علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ آداب بعد حیات بھی باقی ہیں، چنانچہ مواہب میں ہے کہ جب آپ کی صوت پہ صوت کا بلند کرنا موجب حبط اعمال ہے تو اپنی آراء روا ہوا کے آپ کی سنت اور حکم پر بڑھانے کی نسبت کیا گمان کرتے ہو اور جب آپ کی مجلس سے بلا اذن جانا جائز نہیں تو آپ کی تفاصیل دین سے دوسری

طرف جانا کیسے جائز ہوگا اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح حضور کے سامنے رفع صوت جائز نہ تھا اسی طرح آپ کے کلام کے درس اور احکام کی نقل کے وقت بھی رفع صوت حاضرین وسامعین کے لئے خلاف ادب ہے اور اسی طرح محل جسد شریف کے قریب بھی مواہب میں ایک حکایت نقل کی ہے۔ کہ امیر المومنین ابو جعفر نے امام مالک سے کسی مسئلہ میں مسجد نبوی میں گفتگو کی تو امام مالک نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تم کو کیا ہوا اس مسجد میں آواز بلند مت کرو کہ حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات کے بعد وہی ہے جو حالت حیات میں تھا سو ابو جعفر دب گیا اس کی تائید حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے دو شخص اہل طائف کو فرمایا تھا کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آواز بلند کرتے ہو (بخاری مشکوٰۃ) یعنی آپ کے نام کی قرب مقام کی کلام کی۔ احکام کی سب کی تعظیم واجب ہے اور منجملہ اسی تعظیم احکام کے یہ ہے کہ تعظیم ظاہری میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو یعنی مثلاً کسی اور نبی کے یا حضرت حق تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہونے لگے چنانچہ چوتھی پانچویں روایت سے ظاہر ہے۔

چوتھی روایت حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے ہے ایک یہودی اور مسلمان کے جھگڑے میں مسلمان نے اپنی قسم میں کہا کہ قسم اُس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم پر برگزیدہ بنایا یہودی نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر برگزیدہ بنایا مسلمان نے اس وقت ہاتھ اٹھا کر ایک طمانچہ یہودی کے منہ پر مارا یہودی نے جاکر حضور کی خدمت میں عرض کیا آپ نے مسلمان سے تحقیق فرمایا اس نے یہ قصہ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تم مجھکو موسیٰ علیہ السلام پر ایسی فضیلت مت دو جس میں ان کی بے ادبی کا شائبہ ہو جیسا کہ تفاضل میں لڑائی جھگڑے تک نوبت پہونچ جانے سے اس کا شبہ واقع ہو سکتا ہے (بخاری مسلم مشکوٰۃ)

پانچویں روایت حضرت جبیر بن مطعمؓ سے ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جانیں مصیبت میں آگئیں اور بال بچے بھوکے مرنے لگے اور اموال تباہ ہونے لگے اور مواشی ہلاک ہونے لگے یعنی قحط کے سبب سو آپ اللہ تعالیٰ سے

ہمارے لئے بارش کی دعا کیجئے سو ہم آپ کو خدا کے نزدیک شفیع لاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو آپ کے نزدیک شفیع لاتے ہیں سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کلمہ سے نہایت مضطرب ہوئے اور) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے اور اس قدر مکرر سہ کرر تسبیح فرمائی کہ اس کا اثر صحابہ کے چہروں میں دیکھا گیا پھر فرمایا کہ کمبختی مارے خدا تعالیٰ کو کسی کے نزدیک سفارشی نہیں لایا جا سکتا خدا تعالیٰ کی شان اس سے بہت زیادہ عظیم ہے (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ) گو شفیع گاہے عظیم بھی ہوتا ہے حضرت بریرہ رضؓ سے آپ نے درباره مغیث کے فرمایا کہ میں حکم نہیں کرتا شفاعت کرتا ہوں لیکن لوازم شفاعت سے یہ ہے کہ شفیع اس حاجت کے پورا کرنے سے خود عاجز اور جس سے سفارش کرتا ہے اس کا محتاج ہوتا ہے اور عجز و احتیاج کا احتمال بھی خدا تعالیٰ کی ذات میں محال ہے پس چونکہ اس عنوان میں اگرچہ تعظیم نبوی اعلیٰ درجہ کی ہے مگر بوجہ سوء ادب کے حضرت حق کی شان میں آپ پر کس قدر گراں گذرا اور کس اہتمام سے آپنے اس سے روکا۔

ترجمہ قصیدہ بردہ: ۱؎ کیا عمدہ ہے سرشت و صورت حضرت کی جس کو آپ کے خلق عظیم نے زینت دی ہے ایسے حال میں کہ وہ سرتاپا جامۂ حسن میں لپٹی ہوئی ہے اور تازہ روئی اور کشادہ پیشانی سے متصف و نشان ہمند ہے ۱۲ ۲؎ ذات عالی صفات لطافت و نظافت میں مثل شگوفہ کے ہے اور مثل ماہ چہاردہم کے علو و بزرگی میں مانند سمندر کے عموم فیض و نفع رسانی خلائق میں اور مانند زمانہ کے ہمتوں میں ۳؎ (آپ کی یہ شان ہے کہ آپ اگر تنہا بھی ہوں تو ملاقات کے وقت بوجہ اپنی جلالت و عظمت کے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ ایک بڑے حشم و خدم میں ہیں ۱۲ منہ ۴؎ گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور اب تک باہر آکر دستمال نہیں ہوا اپنی چمک اور دمک میں ان گوہروں کے مشابہ ہے جو ان دو کانوں سے نکلا ہو جن میں ایک کان زبان مبارک ہے یعنی کلام بلاغۃ انتظام اور دوسرے دو لب شریف دندان و درخشاں خلاصہ یہ کہ وہ موتی جو ہنوز صدف سے

نہیں نکلا وہ کمال صفائی و چمک میں آپ کے کلام اور دندان سے مشابہ ہے گو انکی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا ان سب اوصاف سے آپ کا معظم صورۃً و معنیً ہونا ثابت ہے اور یہ مقتضٰے ہے کمال محترم و واجب التوقیر ہونے کو ۱۲ عطر الوردہ۔

(فصل چھتیسویں ۳۶)

آپ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت

یہ بھی فصلیں سابقین کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ یہ بھی منجملہ آپ کے حقوق و آداب کے ہے اس باب میں بھی چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت حضرت انسؓ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجہ بلند ہوتے ہیں (نسائی)

دوسری روایت حضرت ابن مسعودؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو (ترمذی)

تیسری روایت نیز ابن مسعودؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ کو پہونچاتے ہیں (نسائی، دارمی)

چوتھی روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (ترمذی) اس حدیث سے محققین نے کہا کہ آپ کا نام مبارک سنکر اول بار درود پڑھنا واجب ہے پھر مکرر اسی مجلس میں اگر ذکر ہو تو مستحب ہے۔

پانچویں روایت حضرت ابی بن کعب سے ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر درود کثرت سے بھیجتا ہوں سو یہ بتلا دیجئے کہ کس قدر درود معمول رکھوں مطلب یہ کہ بقیہ اوراد سے درود کی کیا نسبت رکھوں آپ نے فرمایا جس قدر چاہو میں نے عرض کیا کہ ایک ربع (یعنی مثلاً کل وقت وظیفہ کا تین گھنٹہ ہوں تو پون گھنٹہ درود کے لئے رکھوں) آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر بڑھالو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ نصف (مثلاً مثال مذکور میں ڈیڑھ گھنٹہ آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر اور بڑھالو تو تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ دو ثلث (مثلاً مثال مذکور میں دو گھنٹہ آپ نے فرمایا کہ جو چاہو اور اگر اور زیادہ کرلو اور بھی بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ میں تمام وظیفہ درود ہی کو کرلوں گا (یعنی اپنے اوراد کے پورے وقت میں یہی پڑھا کروں گا) آپ نے فرمایا تو اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت کی جاوے گی اور تمہارے گناہ معاف کئے جاویں گے۔

چھٹی روایت ابو طلحہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ پر جو شخص سلام بھیجے گا میں اس پر دس سلام بھیجوں گا (نسائی۔ دارمی) دس اس سے معلوم ہوا کہ اگر درود شریف کے کسی صیغہ میں صلوٰۃ وسلام دونوں ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے بیس عنایتیں حق تعالیٰ کی ہوتی ہیں مثلاً اللّٰھُمَّ صلّ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم۔

ساتویں روایت حضرت عمر بن الخطابؓ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دعا معلق رہتی ہے درمیان آسمان وزمین کے اس میں سے کچھ بھی (مقام قبول تک) نہیں پہنچتی جب تک کہ اپنے نبی پر درود نہ پڑھو۔ چونکہ یہ امر مدرک بالقیاس نہیں ہے اس لئے حکم مرفوع میں ہے۔[1] بعد بیان فضیلت کے بمقتضائے درود قلبی اس کی بعض حکمتیں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

[1] درود شریف کے فضائل سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”فضائل صلوٰۃ وسلام“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

پہلی حکمت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات امت پر بیشمار ہیں کہ صرف تبلیغ ماموربہ ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچیں ان کیلئے رات رات بھر کھڑے ہوکر دعائیں کیں ان کے احتمال مضرت سے دلگیر ہوئے اور تبلیغ گو مامور بہ تھی لیکن تاہم اس میں واسطہ نعمت تو ہوئے بہرحال آپ محسن بھی ہیں اور واسطہ احسان بھی پس اس حالت میں مقتضاء فطرۃ سلیمہ کا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے واسطے دعائیں نکلتی ہیں خصوصاً جبکہ مکافاۃ بالمثل نہ ہو سکے اور ہمارا عاجز ہونا اس مکافات سے ظاہر ہے کیونکہ ان نعمار کا افاضہ غیر نبی سے نبی پر محالات سے ہے اور دعائے رحمت سے بڑھکر کوئی دعا نہیں اور اس میں بھی رحمت خاصہ کاملہ کی دعا جو کہ مفہوم ہے درود کا اس لئے شریعت نے اسی فطرۃ سلیمہ کے مطابق درود شریف کا امر کہیں وجوباً کہیں استحباباً فرمایا ونحوہ فی المواہب۔

دوسری حکمت چونکہ آپ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے کسی خیر کی درخواست کرنا گو محبوب کو بوجہ اس کے کہ جس سے درخواست کیجاوے وہ خود بوجہ محبت کے وہ خیر اس محبوب کو پہونچاوے گا اس خیر کے ملنے میں اُس درخواست کی حاجت ہی نہ ہو لیکن ایسی درخواست کرنا خود سبب ہوتا ہے اس درخواست کرنے والے کے تقرب کا پس درود شریف میں چونکہ درخواست رحمت ہے محبوب حق کے لئے اس لئے یہ ذریعہ ہو جاویگا خود اس شخص کو حق تعالیٰ کی رضا و قرب میسر ہونے کا ونحوہ فی المواہب۔

تیسری حکمت نیز اس درخواست میں اظہار ہے آپ کے شرف خاص عبدیت کاملہ کا کہ رحمت الٰہی کی آپ کو بھی ضرورت ہے وہذا من سوانح الوقت۔

چوتھی حکمت چونکہ آپ بھی بشریت میں مادیت میں عنصریت میں امت کے ساتھ شریک ہیں اور بعض امور زائدہ مثل کثرۃ مال وغیرہ میں اوروں کے ساتھ مساوی بھی نہیں اور یہ اشتراک اور عدم مساواۃ بسا اوقات اعتقاد عظمت اور اتباع دین سے روگردانی کی طرف پہونچانے والا ہوتا ہے جیسا امم ضالہ کو پیش آیا کہ بعض نے یوں کہا۔ انؤمن لبشرین مثلنا وقومھما

لنا عابدون۔ اور بعض نے کہا ابشرًا منا واحدًا نتبعہ انا اذًا لفی ضلٰل وسعر۔ کسی نے کہا لولا نزل ھٰذا القراٰن علیٰ رجل من القریتین عظیم۔ اس لئے درود شریف میں اس کا پورا علاج ہے کیونکہ اس میں دعا ہے رحمت خاصہ کی تو اس سے استحضار ہوا اس کا کہ آپ رحمت خاصہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز ہیں تو اس اشتراک کیساتھ اس امتیاز کو بھی تو دیکھو جس کے سامنے دوسروں کا امتیاز مالی وغیرہ ہیچ ہے اور نیز اس میں حکمت اول کے لحاظ سے استحضار ہے اس کا کہ ہم لوگ آپ کے ممنون ہیں اور عظمت ومنت کا استحضار رافع ہوتا ہے استنکاف کا بالخصوص جب نام مبارک کے قبل لفظ سیدنا ومولانا وغیرہ بھی بڑھایا جاوے اور نام مبارک کے بعد ایسے صفات بڑھائے جاویں جن میں تصریح ہو آپ کے جدوجہد کی اشاعت دین کے لئے جو اعظم احسانات ہے ہم پر اور اس رفع استنکاف سے افتقار وانکسار پیدا ہوگا جو کہ اعظم مقامات مقصودہ سے ہے خصوص[لہ] اس محل میں جس کے معظم ہونے کا نصوص میں اہتمام کیا گیا ہو جیسے مقبولان الٰہی بالخصوص حضرات انبیا علیہم السلام پھر خصوص سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی طرف افتقار کا استحضار عین مرضی حق اور آپ سے اباء واستغناء بغایت نامرضی ہے کما قال اللہ تعالیٰ۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ وقال اللہ تعالیٰ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۝

پانچویں حکمت بعض طبائع میں غلبۂ مذاق توحید کے سبب وسائط کے ساتھ کہ ان وسائط میں انبیاء بھی ہیں دل زیادہ آویختہ نہیں ہوتا گو بعد حصول قدر واجب اعتقاد وانقیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زیارت کا انتفاء مضر نہیں جیسا کہ مواہب کے مقصد سابع

لہ یعنی خصوص ایسے بزرگ کے مقابلہ میں افتقار جو کہ نصوص میں معظم کہے گئے ہوں اور خصوص اس لئے کہا کہ افتقار فی نفسہ بھی محمود ہے ۱۲ منہ

میں امام قشیری سے ابو سعید خراز کی حکایت نقل کی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو معذور رکھئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت مجھکو آپ کی محبت میں مشغول نہیں ہونے دیتی، آپ نے فرمایا اے مبارک جو شخص حق تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ ہی سے محبت کرتا ہے (کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ میرے ہی توسط سے تو یہ بات نصیب ہوئی اور اس جاننے کے بعد ممکن نہیں کہ واسطہ سے محبت نہ ہو گو التفات نہ ہو سو امر ضروری محبت ہے نہ کہ التفات دائم) اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ایک انصاری عورت کو سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاگتے میں پیش آیا تھا اھ لیکن کمال حال یہ ہے کہ جس واسطہ کی طرف اسی واحد حقیقی نے التفات کرنے کو اپنی رضا کا ذریعہ فرمایا ہے اس کی طرف التفات کرنے کو ذوقاً بھی شاغل عن التوحید نہ سمجھے بلکہ مکمل توحید جانے جیسا کوئی اپنے معشوق کے پاس جانا چاہے اور وہ معشوق اپنا ایک مقرب خاص اس کے پاس بھیجدے کہ اس کو اپنی ہمراہ لے آوے تو قضیۂ عقل یہ ہے کہ جس قدر اپنے محبوب کی مقصودیت حقیقۃً اس کے دل میں بسی ہوگی اسی قدر ہر قدم پر اس موصل الی المقصود کے قدم اور زبان پر اس کی توجہ ہوگی کیونکہ اس میں کمی ہونے سے خود وصول الی المقصود ہی مشکوک ہو جائیگا جس کو یہ ناگوار اور محبوب بالذات کی مقصودیت حقیقتہ کے خلاف سمجھیگا۔ اسی طرح جب اس عاشق کو معلوم ہوگا کہ میں جس قدر اس کا اکرام و مدارات و خدمت کرونگا میرا محبوب اسی قدر زیادہ خوش ہوگا تو وہ اور بھی اس میں مشغول رہیگا اور یہ شغل مانع عن الاشتغال بالمحبوب نہ ہوگا بلکہ اس اشتغال میں اور زیادہ معین ہوگا پس جس طرح اس مثال میں جس درجہ کی مقصودیت محبوب بالذات کی اس محب کی نظر میں ہوگی اسی درجہ کا التفات موصل کی حرکۃ و سکون پر ہوگا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قدر التفات ہو وہ عین علامت ہوگی واحد تعالیٰ کے مطلوب و ملتفت الیہ ہونے کی پس دونوں التفاتوں میں تزاحم نہ ہوا بلکہ تلازم ہوا پس اس ذوقی نقص کے رفع کرنے کے لئے درود شریف مشروع ہوا گویا صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں حکم

ہوا کہ اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرنے سے ہم خوش ہوتے ہیں پس اگر کوئی ہمارا اور ہماری رضا کا طالب ہے تو اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرے اور اس کو اشتغال بالغیر نہ سمجھے کیونکہ اشتغال بالغیر بالمعنی الاعم منافی توحید نہیں بلکہ اشتغال بالغیر بایں معنی کہ وہ غیر حاجب ہو مقصود سے منافی توحید ہے اور جو غیر کہ خود موصل ہو اس کی طرف توجہ تو لوازم توحید سے ہے کہ بدون اس کی توحید ہی تک وصول نہیں ہوتا و ہاتان الحکمتان من سوانح سالف الوقت۔

درود شریف کا ادب

ردالمحتار میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہو یا چوکیدار جگانے کے لئے ایسا کرے اسی طرح کسی بڑے آدمی کے آنے کے وقت اس غرض سے درود پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جاوے تو لوگ کھڑے ہو جاویں یا اس کے لئے جگہ کر دیں یہ سب مکروہ ہے اور درمختار میں اس کو حرام کہا ہے ردالمحتار میں حرام کی تفسیر مکروہ تحریمی سے کی ہے حاصل یہ ہے کہ درود شریف عبادت ہے اور عبادت کو امر شرعی کے موافق کرنا چاہیے اور ان اغراض کے لئے اس کا پڑھنا قواعد شرع کے خلاف ہے اس لئے ممنوع ہوگا اور ادب کے بھی خلاف ہے کہ اغراض خسیسہ کا آلہ ایسے امر شریف کو بنایا۔

(لبعض العشاق)

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی رَاسِ فَرِیْقِ النَّاسِ	۱؎ رحمت بھیج اے پروردگار آدمیوں کے گروہ کے سردار پر
مِنْهُ لِلْخَلْقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الْبَاْسِ	جن سے خلقت کو امن ہے زمانہ شدت میں ۲؎ رحمت بھیج
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنْ هُوَ فِیْ حَرِّ غَدٍ	اے پروردگار اس ذات پر کہ قیامت کی گرمی میں جو پیاسا
کُلَّ مَنْ یَظْمَاءُ یُسْقِیْهِ رَحِیْقَ الْکَاسِ	ہوگا وہ اس کو شراب (طہور) پیالہ کی پلا دینگے ۳؎ رحمت
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنْ بِرَجَاءِ الْکَرَمِ	بھیج اے پروردگار اس ذات پر جنہوں نے امید کرم
خَصَّ مَنْ جَاءَ اِلَیْهِ لِعُمُوْمِ النَّاسِ	کیساتھ خاص فرمایا ہر شخص کو جو آپ کے پاس حاضر ہوا

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مُوْنِسِ کُلِّ الْبَشَرِ	عام لوگوں کے لئے ہم رحمت بھیج اے پروردگار تمام
مُبْدِلِ الْوَحْشَۃِ فِی الْقَبْرِ بِاسْتِیْنَاسٍ	لوگوں کے مونس پر جو وحشت کو قبر میں مبدل بہ انس
صَلِّ یَا رَبِّ عَلَی الرُّوْحِ رَئِیْسِ الرُّسُلِ	کرنیوالے ہیں ہم رحمت بھیج اے پروردگار رئیس الرسل
نَقْتَدِیْ نَحْوُ عَلٰی اَرْجُلِہٖ بِالرَّاْسِ	کی روح پر جن کے قدموں پر ہم چلتے ہیں سر کے بل ۱۲ منہ

(فصل بیتیسویں)

دعا میں آپ کا توسل حاصل کرنا

گو جس طرح درود شریف قربت مقصودہ ہے۔ یہ توسل قربت مقصودہ نہیں مگر صرف ایک خاصیت میں) درود شریف کا ہم اثر ہے کہ دونوں سبب[1] ہیں دعا کے اقرب الی الاجابۃ ہونے کے اسی لئے بعد درود شریف کے اس کا ذکر مستحسن معلوم ہوا اور گو بعض نے اس مسئلہ میں کچھ خلاف بھی کیا ہے مگر مسلک جمہور کا اس کا جواز ہے جبکہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھے اسی لئے مذہب منصور یہی ہوا۔

پہلی روایت سنن ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو دعا کردوں اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی رحمت کے اے محمدؐ میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ پوری

[1] درود شریف کا یہ اثر فصل سابق کی ساتویں روایت میں اور بہت حدیثوں میں مذکور ہے اور توسل کا یہ اثر دوسری فصل کی دوسری روایت میں اور بھی متعدد روایات میں مذکور ہوا ہے ۱۲ منہ

ہووے اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔ یعنی اس سے توسل صراحۃً ثابت ہوا اور چونکہ آپ کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے اور حاصل توسل فی الدعاء کا یہ ہے کہ اے اللہ فلاں بندہ آپ کا مورد رحمت ہے اور مورد رحمت سے محبت اور اعتقاد رکھنا بھی موجب جلب رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں پس ہم پر بھی رحمت فرما اور توسل بالاعمال میں بھی تھوڑے تغیر سے یہی تقریر ہے کہ یہ اعمال آپ کے نزدیک موجب رحمت ہیں اور ان کا فاعل بھی مرحوم ہوتا ہے اور ہم نے یہ اعمال کئے تھے پس ہم پر رحم فرما اور اس میں جو یا محمدؐ آیا ہے اس سے نداء غائب کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ (نسائی۔ ترمذی)

بیہقی نے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو گیا اور بینا ہو گیا۔

دوسری روایت۔ انجاح الحاجۃ میں بعد تصحیح حدیث مذکور کے کہا ہے کہ طبرانی نے کبیر میں عثمان بن حنیف رضؓ سابق الذکر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضؓ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا اور وہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے اس نے عثمان بن حنیف سے کہا انہوں نے فرمایا تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعا اوپر والی سکھلا کر کہا کہ یہ پڑھ چنانچہ اس نے یہی کیا اور حضرت عثمانؓ کے پاس جو پھر گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کام پورا کر دیا۔ اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃً بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے اور ندا سے شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے دو وجہ سے ایک تو منشا ورقصّہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانیکو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں) نداء غیب لازم نہیں آئی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے نداء بقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا۔ بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے

ہیں اسی لئے ان کو منع کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خواص کو بھی روکا جاتا ہے۔ جیسے وہ حضرات بہ ندا حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے اب اس میں بھی غلو ہے پس ان کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا۔

تیسری روایت حضرت انس رضؓ سے کی ہے کہ حضرت عمر رضؓ جب لوگوں پر قحط پڑتا حضرت عباس بن عبد المطلب کے واسطے سے دعا بارش کی کیا کرتے اور فرماتے کہ اللہم (پہلے) آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے چنانچہ بارش ہوتی تھی (بخاری، مشکوٰۃ) یعنی اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جبکہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر تنبیہ کرنے کے لئے حضرت عمر رضؓ نے حضرت عباس سے توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابہ سے نکیر منقول نہیں اس لئے اس میں اجماع کے معنی آگئے۔

چوتھی روایت ابو الجوزاء سے ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی (دارمی) یعنی اوپر توسل بالقول ثابت ہوا تھا اس سے توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی کی قبر ہے جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز کو متبرک سمجھنا یہ بوجہ اس کے کہ علامت ہے اعتقاد عظمت نبی کی عمل مرضی اور موجب رحمت ہے پس ہم پر رحم فرمائیے۔

پانچویں روایت مواہب میں بسند امام ابوالمنصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ محمدؒ بن حرب ہلال سے ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ؕ اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور ان محمدؒ بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی اھ۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔

من الروض

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ	۱؎ اور جس شخص کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فَالْفَتْحُ مِنْ جُنْدِهٖ وَالنَّصْرُ وَالظَّفَرُ	کے توسل سے ہو تو فتح اور نصر اور ظفر اس کے لشکر میں سے
دَعَاكُمْ مُسْتَغِيْثًا رَاجِيًا أَمَلًا	ہے ۲؎ اس بندہ نے آپ کو یا رسول اللہ مستغیث ہو کر
فَهَلْ لَهٗ مِنْ سِوٰى لُطْفِكُمْ نَظَرُ	اور امید کی چیزوں کا امیدوار ہو کر پکارا ہے سو اس
فَاعْطِفْ اِلٰهِيْ عَلَيْنَا قَلْبَ سَيِّدِنَا	کیلئے سوا آپ کے لطف کے کوئی نظر گاہ نہیں ۳؎ سو اے
خَيْرِ الْاَنَامِ فَمِنْهُ الْعَطْفُ مُنْتَظَرُ	اللہ ہم پر ہمارے سردار خیر الامم کے قلب کو مہربان
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا	کر دیجئے کیونکہ آپ کی طرف سے عطوف کا انتظار
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ	ہے ۱۲ منہ

(فصل اڑتیسویں ۳۸)

آپ کے اخبار و آثار کی کثرت ذکر و تکرار

چونکہ شدت محبت کو کثرت ذکر لازم ہے لہٰذا یہ فصل بھی ملحق مضمون وجوب محبت نبوی

سے ہے جو کہ پینتیسویں فصل میں مذکور ہے مگر ترتیب میں فصل توسل سے اس لئے موصول کی گئی کہ جس طرح توسل میں بعض نے غلو کر لیا ہے اسی طرح ذکر شریف میں بعض نے حدود کو چھوڑ کر کوئی افراط میں کوئی تفریط میں کوئی اشتباہ میں کوئی تخلیط میں مبتلا ہو گیا جس کا مختصراً اس فصل میں بھی بیان کیا جاویگا مگر اول اس ذکر شریف کا شرعاً وطبعاً مطلوب ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

(لابن ابی المحب)

اَلَا یَا مُحِبَّ الْمُصْطَفٰی زِدْ صَبَابَۃً	لے سن رکھ اے عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وَضَمِّخْ لِسَانَ الذِّکْرِ مِنْکَ بِطِیْبِہٖ	تو عشق میں خوب ترقی کر اور اپنی زبان کو خوشبوئے
وَلَا تَعْبَأَنْ بِالْمُبْطِلِیْنَ فَاِنَّمَا	ذکر نبوی سے خوب معطر کر لے اور اہل بطالت کی کچھ پرواہ
عَلَامَۃُ حُبِّ اللّٰہِ حُبُّ حَبِیْبِہٖ	مت کر کیونکہ علامت حب الٰہی کی اس کے حبیب

کی محبت ہے ۱۲ منہ

ذکر شریف کی مشروعیت اور مطبوعیت

آیت ورفعنا لک ذکرک پہلی روایت حضرت عباسؓ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہ ہیں آپ نے فرمایا کہ میں (رسول تو ہوں ہی مگر دوسرے فضائل حسبی و نسبی بھی رکھتا ہوں چنانچہ میں) محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے خلق کو (جو کہ جن وغیرہ کو بھی شامل ہے) پیدا کیا اور مجھکو ان کے بہترین (یعنی انسان) میں سے کیا پھر ان (انسانوں) کو دو فرقے (عجم و عرب) بنائے اور مجھکو بہترین فرقہ (یعنی عرب) میں کیا پھر اُن (عرب) کو مختلف قبیلے بنائے اور مجھکو بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں بنایا پھر اُن (قریش) کو کئی خاندان بنائے اور مجھکو بہترین خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں بنایا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب میں افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں (ترمذی۔ مشکوٰۃ)

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے اپنے فضائل کا ذکر برسر منبر فرمایا۔

دوسری روایت فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ الغافلین میں اپنی سند متصل سے حضرت علیؓ سے کیا ہے کہ جب سورہ اذا جاء نصر اللہ آپ کے مرض میں نازل ہوئی سو آپ نے توقف نہیں فرمایا جمعرات کے روز باہر تشریف لائے اور منبر پہ بیٹھے اور حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کے لئے جمع ہو جاؤ چنانچہ بلال نے پکار دیا اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا و صلوٰۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے کذا فی الجلد الاول من فتاوی مولانا عبد الحیؒ ص ۵۳ یعنی اس سے بھی امر سابق بروایت اول ثابت ہوا مع زیادہ جمع ناس بقصد نشر علم جیسا کہ ارشاد نبوی بھی اس پر دال ہے کہ وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ۔

تیسری روایت حضرت عائشہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ اُس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتے اور مشرکین کے مطاعن کا جواب دیتے اور آپ ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی تائید روح القدس سے فرماتا ہے جب تک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتے رہتے ہیں (بخاری، مشکوٰۃ) یعنی اس سے آپ کا اپنے فضائل کا بیان کرانا ثابت ہوا اور اس کے منظوم ہونے کا جواز بھی ثابت ہوا جبکہ حد شرعی کے اندر ہو۔

چوتھی روایت حضرت حسن بن علیؓ سے ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کے نسبت سوال کیا اور وہ آپ کے حلیہ شریف کا بکثرت ذکر کیا کرتے تھے اور میں اشتیاق رکھتا تھا کہ میرے سامنے کچھ بیان کریں تو میں اسکو اپنے ذہن میں جمالوں۔ (شمائل للترمذی) یعنی اس سے دو امر ثابت ہوئے حضرت حسن بن علیؓ کا شوق آپ کے شمائل کے ذکر سننے کا اور حضرت ہند کا ذوق بکثرت آپ کے شمائل کے

ذکر کرنے کا نیز شمائل میں حضرت حسین ؓ کا حضرت علی ؓ سے آپ کی سیرت مجالست کی نسبت سوال کرنا مروی ہے۔

پانچویں روایت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ایک مجمع حضرت زید بن ثابت کے پاس آیا اور کہنے لگے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں کیجئے انہوں نے فرمایا کہ میں کیا کیا باتیں کروں (کہ احاطہ بیان سے خارج ہیں) اس کے بعد کچھ حالات بیان کئے (شمائل ترمذی) یعنی اس سے تابعین کا اشتیاق آپ کے حالات سننے کا ثابت ہوا غرض حق تعالیٰ کے ارشاد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے صحابہ و تابعین کے عمل سے اس ذکر شریف کا مندوب و محبوب ہونا معلوم و مفہوم ہوا نوٹ چھتیسویں فصل میں وہ مواقع مذکور ہوئے ہیں کہ جہاں درود شریف پڑھنا خلافِ ادب ہے اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ذکر شریف بھی اگر قواعد شرعیہ کے خلاف ہوگا جیسا بعض بے احتیاطوں نے آجکل اس میں بعض منکرات کو ضم کر لیا ہے وہ سوء ادب اور نامشروع ہو جاوے گا خلاصہ یہ کہ محبت کے ساتھ ادب نہایت ضروری ہے۔

من القصیدۃ

خَدَمْتُہٗ بِمَدِیْحٍ اَسْتَقِیْلُ بِہٖ[1]	[1] میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بذریعہ مدح و نعت خدمت کی کہ میں اس کے ذریعہ سے اس عمر کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو شعر گوئی اور ارباب دنیا کی خدمت میں اور مدح و ثناء میں گذاری ہے[2] اور جب سے میں نے تعریفات حضرت نبوی اپنے افکار کو لازم کردئے ہیں تو میں نے اس کو اپنی نجات کے لئے نہایت عمدہ مصاحب اور ضامن پایا ہے[3] اور وہ تونگری جو بذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی وہ
ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَضٰی فِی الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ	
وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْکَارِیْ مَدَائِحَہٗ[2]	
وَجَدْتُّہٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزِمٖ	

ولن یفوت الغنی منہ ید اتربت
ان الحیا ینبت الازھار فی الاکم
یا رب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

ہرگز کسی ہاتھ کو خالی و محتاج نہیں چھوڑیگی بلکہ سب کو مالامال کر دیگی کیونکہ آپ کا فیض مثل عام باران کے ہے کہ وہ زمین ہائے لائق زراعت کو جس میں اس کا پانی بخوبی ٹھہرتا ہے تر و تازہ کرتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مدح بغرض انتفاع کے اہل دنیا سے نہ ہونا چاہیے ۱۲ عطر الوردہ۔

(فصل انتالیسویں ۳۹)

خواب میں حضرت کی زیارت

جاننا چاہیے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اس کے لئے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض موہوب ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہو گئیں البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت درود شریف وکمال اتباع سنت و غلبہ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لئے اس کے نہ ہونے سے مغموم و محزون نہ ہونا چاہیے کہ بعض کے لئے اسی میں حکمت و رحمت ہے عاشق کو رضائے محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب اور ہجر ہو تب ——

قال العارف الشیرازی ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب — کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

اسی سے یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ اگر زیارت ہو گئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی تو وہ کافی نہ ہوگی کیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے صورۃً زائر معنیً

مہجور جیسے اویس قرنی معنی قرب سے مسرور نہ تھے اب بعض روایات مشکوٰۃ سے اس زیارت کی فضیلت میں لکھی جاتی ہیں۔

پہلی روایت حضرت ابوہریرہ رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجکو خواب میں دیکھا اس نے مجکو ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا (بخاری)

دوسری روایت حضرت ابو قتادہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجکو (خواب میں) دیکھا اس نے امر واقعی دیکھا (بخاری) یعنی مجکو ہی دیکھا۔ یعنی ان دونوں حدیثوں کا ایک ہی حاصل ہے مشکوٰۃ کے حاشیہ میں سید رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اس باب میں دو قول نقل کئے ہیں کہ اگر حلیہ شریف کے موافق صورت نہ دیکھے مگر قلب میں علم ضروری کے طور پر یہ بات القا ہو جاوے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آیا یہ رویت بھی صحیح ہے یا نہیں جنہوں نے اس کو بھی صحیح کہا ہے اختلاف صورت کی وجہ بیان کی ہے کہ یا تو یہ اس دیکھنے والے کی کمی ہے جیسے مکدر آئینہ میں صاف چہرہ بھی مکدر نظر آتا ہے یا بعض آئینوں میں صورت ٹیڑھی نظر آتی ہے تو وہ صورت تو واقعی اس مرئی کی ہے مگر خرابی آئینہ میں ہے اور یا یہ وجہ ہے کہ وہ صورت حقیقت میں روح مقدسہ کی مثال ہے اور مثال کے لئے اصل صورت پر ہونا ضروری نہیں اور مازنی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور نووی نے نے بھی یہی کہا ہے واللہ اعلم۔

تیسری روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجکو خواب میں دیکھے وہ مجھکو بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بن سکتا (بخاری و مسلم) یعنی اس میں بشارت ہے اس خواب دیکھنے والے کے لئے حسن خاتمہ کی چنانچہ بزرگان دین نے ایسے خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہوگا یہی معنی ہیں حضور کے اس ارشاد کے کہ وہ بیداری میں بھی دیکھے گا یعنی آخرت میں مجھ سے

اس کو قرب ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جیسے اعمال مبشرہ مقید ہیں ایمان تقویٰ کے ساتھ اسی طرح احوال مبشرہ بھی۔ رہی یہ بات کہ احوال کا اس میں کیا دخل ہوا سو بات یہ ہے کہ ایسے احوال غالباً دلیل اتنی ہیں اعمال مبشرہ کی اور اعمال کا دخل بشارت میں ظاہر ہے۔ پس احوال دلیل بشارت ہیں نہ کہ علت پس ان کا دخل مرتبہ علامت میں ہے تنبیہ اگر خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں تو اگر وہ امر مشروع ہے عمل کیا جاوے گا اور اگر غیر مشروع ہے تو دیکھنے والے کی غلطی پر محمول ہوگا رہا یہ کہ عمل کرنے کے لئے جب مشروع ہونا شرط ہوا تو یہ امر قبل رؤیا کے بھی تھا رؤیا کا کیا اثر ہوا سو بات یہ ہے کہ رؤیا سے اس کا تاکد اس شخص کے حق میں بڑھ جاوے گا۔ واللہ اعلم)

قصیدہ بردہ کا ترجمہ:۔ ہاں رات کو خیال محبوب میرے پاس آیا اور مجھے بیدار کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ محبت اور عشق لذات پر الم کا اثر ڈال دیتی ہے اور ارباب غفلت جو اپنے خیال و خواب پر قانع ہیں حقیقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کس طرح دریافت کر سکتے ہیں یعنی نہیں کر سکتے (شعر اول میں اظہار بشاشت ہے خواب میں زیارت ہونے پر اور شعر ثانی میں اشارہ ہے کہ خالی خواب پر قناعت کر کے اتباع نہ چھوڑے) عطر الوردہ۔

(فصل چالیسویں)

حضرات صحابہ واہل بیت وعلما کی محبت وعظمت میں

جس کی وجہ ظاہر ہے کہ محبوب کے متعلقین طبعاً محبوب ہوتے ہیں خاص کر وہ متعلقین جو محبوب کے محبوب اور ممدوح بھی ہوں بالخصوص جب کہ ان کے ساتھ محبت رکھنے کیلئے خود محبوب کا حکم بھی ہو تو وہ شرعاً بھی محبوب ہوں گے اور سب سے بڑھ کر ایسی حالت میں کہ اب محبوب تک رسائی کی بھی توقع نہ رہی ہو تو محبوب کے قائم مقاموں ہی کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

ان وجوہ پر نظر کرکے یہ حکم بالکل صحیح ہوگا کہ جن لوگوں کو ان حضرات کے ساتھ محبت اور تعلق نہ ہو اس کا دعویٰ حب نبوی کے باب میں محض غلط ہوگا اب اس کے متعلق بعض[1] روایات مذکور ہوتی ہیں۔

فضائل صحابہ۔ پہلی روایت حضرت عمر رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کا اکرام کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں روایت کیا اسکو نسائی نے۔

دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراضات کا) مت بنانا جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جو ان کو ایذا دے گا اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجکو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔ (ترمذی)

پس جو شخص ان سے محبت کرے گا الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت رکھنا اس سبب سے ہوگا کہ اس شخص کو مجھ سے محبت ہوگی تو ضرور میرے مخصوصین سے محبت ہونا لازم ہے اسی طرح ان سے بغض رکھنا بھی اس کی علامت ہوگی کہ اس شخص کو مجھ سے بغض ہے اس لئے میرے مخصوصین سے بھی بغض ہے کیونکہ اگر مجھ سے محبت ہوتی تو ان سے بغض کیوں ہوتا جبکہ وہ میرے محبوب اور ممدوح بھی ہیں۔

تیسری روایت حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ کے ایک مد (یعنی ایک سیر) اور بلکہ نصف مد (کے درجہ) کو بھی نہ پہونچے (بخاری مسلم) یعنی ثواب میں برابر نہ ہو۔

فضائل اہل بیت۔ پہلی روایت حضرت ابن عباس رضؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] اس فصل کی سب روایات مشکوٰۃ کی ہیں ۱۲ منہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی اللہ تعالیٰ جب محبوب ہیں اور میں اس کا رسول اور محبوب ہوں اس لئے مجھ سے بھی محبت رکھو) اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میرے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی جب میں محبوب ہوں اور اہل بیت میرے منتسب و محبوب ہیں تو ان سے بھی محبت رکھو) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

دوسری روایت حضرت ابوذر رضی سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا (احمد)

یعنی ان کی محبت و متابعت موجب نجات ہے اور بغض و مخالفت سبب ہلاک۔

تیسری روایت حضرت زید بن ارقم سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں ایسی (دو) چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور ان میں ہر ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک تو کتاب اللہ کہ وہ رسی ہے آسمان سے زمین تک اور دوسری میری عترت یعنی اہل بیت اور یہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہونچیں گے سو ذرا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو (ترمذی)

یعنی کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ و اہل بیت و فقہا و محدثین سب داخل ہیں جیسا کہ خود ارشاد نبوی ہے کہ ان دو شخصوں کا اقتدا کرنا جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر اور عمر روایت کیا اس کو ترمذی نے حضرت حذیفہ رض سے اور جیسا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کا اقتدا کرو گے ہدایت پاجاؤ گے روایت کیا اس کو رزین نے حضرت عمر رض سے اور جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد عام ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کہ اس میں سب علماء داخل ہوگئے اور کتاب اللہ کا اطلاق

مطلق حکم شرعی پر خود حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا اس کے بعد آپ نے رشوۃ واپس دلوائی اور ایک شخص کو سو تازیانوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزادی اور عورت کے لئے بشرط اس کے اعتراف کے رجم تجویز فرمایا۔ صحیحین میں یہ روایت ہے حالانکہ ان احکام مذکورہ میں سے بعض قرآن مجید میں نہیں ہیں پس اس حدیث میں تمسک کتاب اللہ سے مراد تمسک باحکام شرعیہ ہوا اور تمسک بالعترۃ سے مراد محبت اہل بیت کی ہوئی کہ وہ بھی واجبات ایمانیہ سے ہے جیسا کہ حضرت عباسؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک تم لوگوں سے (کہ میرے اہل بیت ہو) اللہ اور رسول کیواسطے محبت نہ رکھے[1]۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے عبد المطلب بن ربیعہ سے پس حاصل حدیث کا دو چیزوں کی تاکید ہوئی احکام شرعی پر عمل کرنا اور حضرات اہل بیت سے محبت رکھنا۔

فائدہ اہل بیت میں حضرات ازواج مطہرات بھی داخل ہیں چنانچہ قرآن مجید میں خطاب کے درمیان یہ ارشاد ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت اور حدیث افک میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں فرمایا واللہ ما علمت علی اھلی من سوء قط پھر نعمت بھی اس کا مساعد ہے پھر اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں پس ان سے محبت رکھنا واجب ہوا اور اگر کوئی شخص اس پر بھی قرآن وحدیث میں دور از کار تاویلیں کئے جاوے تو دوسرے دلائل سے ان کی فضیلت و وجوب محبت ثابت ہے چنانچہ حدیثوں میں بکثرت ان کے مناقب مذکور ہیں قرآن مجید میں انکو امہات المومنین فرمایا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت کرنے والے کی مدح فرمائی ہے چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے

---

[1] اس سے جواب نکل آیا کہ بعض سید صحیح النسب سنت کے خلاف ہوتے ہیں تو ان سے محبت رکھیں یا نہ رکھیں تقریر جواب کی ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ ورسول کے سبب سے ہے جب کوئی شخص اللہ ورسول ہی کا مخالف ہے تو اس سے محبت بھی نہ ہوگی ۱۲ منہ

کہ آپ نے اپنے ازواج سے فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ میرے بعد جو شخص سلوک کرے گا وہ بڑا سچا اور نکوکار ہے روایت کیا اس کو احمد نے۔

فضائل علماء ورثۃ الانبیاء یعنی جو علماء باعمل ہیں اور دین کی اشاعت و خدمت اور اہل دین کی روحانی تربیت کرتے ہیں کہ یہی کام تھا حضرت انبیاء علیہم السلام کا ورثہ علماء بے عمل کی سخت مذمت بھی آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ جو شخص اس غرض سے علم طلب کرے کہ علماء سے مقابلہ کریگا یا جہلاء سے مجادلہ کرے گا یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ میں داخل کرے گا اور فرمایا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیا کے کسی مطلب کے لئے حاصل کریگا وہ قیامت میں جنت کی خوشبو بھی نہ پاویگا اور فرمایا ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چارسو بار پناہ مانگتا ہے اور اس میں ریاکار علماء داخل ہوں گے اب علماء باعمل کے فضائل کی روایات مذکور ہوتی ہیں۔

پہلی روایت کثیر بن قیس نے حضرت ابو الدرداء سے ایک بڑی حدیث میں روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ عالم کے لئے تمام مخلوق آسمان اور زمین کی اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے۔ جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے کواکب پر اور علما وارث ہیں انبیاء کے اور انبیاء نے دینار اور درہم میراث میں نہیں چھوڑا صرف علم کو میراث چھوڑا ہے سو جس نے اس کو حاصل کیا پورا حصہ حاصل کیا (ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ دارمی)

دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرو سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو مجلسوں پر ہوا جو آپ کی مسجد میں بیٹھے تھے (ان میں ایک عابدوں کی مجلس تھی اور دوسری عالموں کی) آپ نے فرمایا یہ دونوں اچھے ہیں اور ان میں ایک بہ نسبت دوسرے کے افضل ہے سو یہ لوگ (یعنی عابد) جو ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی طرف التجا کرتے ہیں سو اگر چاہے اُن کو دے اور اگر چاہے نہ دے اور یہ دوسرے لوگ (یعنی عالم) جو ہیں تو دین کے

احکام یا فرمایا علم کی باتیں سیکھ رہے ہیں۔ اور جاہل کو سکھلاتے ہیں سو یہ زیادہ افضل ہیں اور میں تعلیم کنندہ ہی ہو کر مبعوث ہوا ہوں پھر آپ ان لوگوں میں بیٹھ گئے (تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جماعت خاص آپ کی ہے)۔ (دارمی)

تیسری روایت حضرت حسن بصری سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کی نسبت پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ایک تو عالم تھا کہ فرض (مع اس کے ضروری متعلقات کے) پڑھ لیتا۔ اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا سو ان میں کون افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو عالم تھا جو فرض (مع اُس کے ضروری متعلقات کے) پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا۔ اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ (دارمی)

ان احادیث سے علماء کا جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ظاہر ہے۔ پہلی روایت میں تو وارث کا لفظ مصرح ہے۔ دوسری روایت میں آپ کا ان میں بیٹھ جانا اس انتساب خاص پر صاف دال ہے۔ اور تیسری روایت میں فضیلت میں عالم کو اپنے ساتھ تشبیہ دینا اس اختصاص کی واضح دلیل ہے۔ اور حضرت صحابہ و آل و ازواج کا تعلق اور ارتباط محتاج تنبیہ نہیں۔ پس ان سب جماعتوں سے محبت رکھنا متمم ہے محبت نبوی کا ؎

ھُمْ جَمَاعَةُ خَیْرِ الْخَلْقِ اَیَّدَ ھُمْ	لہ یہ حضرات جماعت ہیں خیر خلق کی کہ تائید فرمائی ہے ان کی
رَبُّ السَّمَاءِ بِتَوْفِیْقٍ وَّ اِیْثَارٍ	رب سماء نے توفیق و ایثار کے ساتھ
فَحُبُّھُمْ وَاجِبٌ یَّشْفِی السَّقِیْمُ بِہٖ	۲ سو ان کی محبت واجب ہے کہ مریض اس سے
فَمَنْ اَحَبَّھُمْ یَنْجُوْ مِنَ النَّارِ	شفا پاتا ہے۔ سو جو شخص ان سے محبت کرتا ہے
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا	وہ آتش دوزخ سے نجات پاوے گا ۱۲ منہ
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَوْلَانَا بِاِکْثَارٍ	عہ ہذا للمؤلف ۱۲ منہ

تمت

ہماری مذہبی مطبوعات منگاکر ملاحظہ فرمایئے

خدا کی باتیں اس کتاب میں کم و بیش تقریباً نو سو احادیث قدسیہ کا ترجمہ ہے جو حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب نے سلیس اور عام فہم اردو میں کیا ہے بعض بعض مقامات پر احادیث کے مطالب کی توضیح بھی فرمادی ہے۔ قیمت ۱۲؍۔ محصول ڈاک علیحدہ۔

رسول کی باتیں اس کتاب میں تقریباً بیس عنوان ہیں جس میں توحید، رسالت قرآن، قیامت، عالم برزخ، قبر کا عذاب ـــــ نکیرین کی پوچھ گچھ، تقدیر، کتب آسمانی اور ملائکہ، علم کے فضائل، طہارت کا صحیح طریقہ، مسواک کی شرعی اہمیت، غرض یہ ہے کہ ہر عنوان کے تحت میں اس کی مناسبت سے احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ جو حدیث جس جگہ سے لی گئی ہے اُس کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ اُن کے راوی کا نام بھی درج کر دیا گیا ہے جنہوں نے رسول خداؐ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ بچوں اور بچیوں کے لئے بھی اس قسم کی سہل اردو کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ قیمت دو روپے مجلد۔ محصول ڈاک علیحدہ۔

قرآن کی باتیں مسلمانوں کے زوال کے اسباب صرف یہ ہیں کہ انہوں نے قرآن کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ پھر دنیا میں سرخروئی حاصل ہو تو صرف ایک نسخہ ہے۔ اور وہ یہ کہ قرآن کی اشاعت، قرآن کے احکام پر عمل۔ قرآن کریم کو سمجھ کر تلاوت کرنا، دنیا و آخرت میں ذخیرہ کرنا۔ قرآن کریم کے احکام جاننے کے لئے "قرآن کی باتیں" منگاکر ملاحظہ کریں جس میں اہلِ قلم حضرات کے جامع مضامین جمع کئے گئے ہیں۔ مجلد قیمت عہ۔ محصول ڈاک علیحدہ۔

ایمان کی باتیں کوئی بھی سمجھ دار آدمی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا ہے کہ زندگی کے ہر گوشہ میں ایمان کی کس قدر ضرورت ہے۔ اور یہ بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایمان کے بہت سے درجے ہیں۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ بعض آدمی

زبان سے ایمان کا نام بار بار لیتے ہیں لیکن وہ بد قسمت ایمان کی لذت سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ میں ایک زمانہ سے محسوس کر رہا تھا کہ اس موضوع پر جامع و مفصل اور سہل زبان میں کوئی کتاب لکھوائی جائے۔ تاکہ عوام کو ایمان کی اہمیت بتائی جا سکے۔ میں شکر گزار ہوں حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت کا کہ انہوں نے میری درخواست قبول فرمائی اور ایمان پر ایک مفصل کتاب قلمبند کر دی ضرورت ہے کہ ہر شخص اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنے ایمان کو کسوٹی پر کسے اور دیکھے اس کا ایمان کس درجہ کا ہے۔ یہ کتاب ایمان رکھنے کی ایک کسوٹی ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے۔ محصول ڈاک علیحدہ۔

نماز کی باتیں سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب مفسر قرآن فرماتے ہیں، ایک عرصہ سے میری یہ خواہش تھی کہ نماز کے متعلق کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جس میں نماز پر سیر حاصل بحث کی گئی ہو اور نماز کے متعلق آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تاکیدی الفاظ فرمائے ہوں۔ اور نماز ادا کرنے پر جو وعدے اور بشارتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں وہ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور اسی طرح تارکین نماز کے حق میں جو وعیدیں منقول ہیں وہ بھی ایک جگہ جمع کر دی جائیں تاکہ کتاب پڑھنے والوں کے سامنے ہر چیز آجائے وعدہ اور وعید دونوں سے پڑھنے والا آشنا ہو جائے۔ چنانچہ میرے دیرینہ دوست اور کرم فرما حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت صوبہ بہار کا میں بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ اور اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ بڑی محنت اور بڑی کاوش کے ساتھ یہ مواد فراہم اور مرتب کیا۔ انہوں نے اردو زبان میں ایک ایسی چیز نماز کے متعلق جمع کر دی جس کی موجودہ دور میں سخت ضرورت تھی۔ موجودہ دور ایک مشرکانہ اور ملحدانہ دور ہے۔ جس میں ہر گوشہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے خلاف جہاد ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا کی محنت کا اندازہ آپ اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت کر سکتے ہیں کہ حضرت نائب امیر شریعت نے نماز پر کس قدر جامع کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ گلیز کاغذ۔ قیمت مجلد ایک روپیہ چھ آنے۔ محصول ڈاک علیحدہ۔

اپنی دنیا بنانے کیلئے دین کی مدد لیجئے — اور دین و دنیا دونوں کو سنوارئیے

حکیم الامت محقق دوراں حضرت علامہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی

مکمل اسلامی انسائیکلو پیڈیا

دین کی باتیں

جدید بہشتی زیور یا تجرید بہشتی زیور مجلد

قیمت تین روپے بارہ آنے علاوہ محصول ڈاک

جو آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کی رہنمائی کریگی، جو بڑی سے بڑی فقہ کی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ جو اس دور کفر و بیدینی میں دین کا سچا سبق دے گی۔ جو لہو و لعب سے نفرت اور نیکی و سچائی کا راستہ بتلائے گی۔ جو یوم پیدائش سے لے کر مرنے کے بعد تک کے تمام اسلامی مسائل سے روشناس کرائے گی۔ جو دین کو مضبوط عقائد کو پختہ، ایمان کو مستحکم، خدا سے قریب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اُمتی بنائے گی۔ جو جسم اور روح دونوں کو ابدی سکون اور دائمی راحت بہم پہنچائے گی۔ جو ہر لحاظ سے صراطِ مستقیم دکھائے گی۔ جو اسلامی زندگی کا مسلمہ ضابطہ اور قانون ہے۔ جو عقبیٰ سنوارتی ہے اور دنیا بناتی ہے۔ یہ کتاب فتاویٰ عالمگیری کے بعد دین و دنیا کی ہر مشکل کا حل ہے۔ یہ کتاب تقریباً دو ہزار مسائل پر بھی مشتمل ہے۔ قیمت تین روپے بارہ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

پردہ کی باتیں یہ حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کی اُن تقاریر کا مجموعہ ہے جو آپ نے مختلف مواقع پر اور مختلف موضوعات پر آل انڈیا ریڈیو پر کیں جس کو ریڈیو سننے والے حضرات نے بہت ..... زیادہ پسند کیا ہے۔

قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔

جنت کی کنجی ملاحظہ کیجئے جسے حضرت مولانا نے احادیث کی معتبر کتابوں سے تالیف فرمایا ہے۔

اُردو میں یہ پہلی کتاب۔ ہر انسان مرد عورت کے لئے اس کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ اس میں بہت سی آسان باتیں درج ہیں جو عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں اور جن پر عمل کرنے سے آپ جنت کے حقدار بنجائیں گے اس کتاب میں تقریبًا دو ہزار حدیثوں کا نہایت سلیس اور عام فہم ترجمہ ہے جن میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اور پوری کتاب تقریبًا ..۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

قیمت مجلد تین روپے چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

دوزخ کا کھٹکا اس کتاب میں اُن احادیث کا صاف اور شستہ اُردو میں ترجمہ کیا گیا ہے جن کا تعلق اعمال سیئہ سے ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن لوگوں کے لئے جو اعمال سیئہ اور خبیثہ کا ارتکاب کرتے ہیں جن الفاظ میں وعید فرمائی ہے اور خدا کے غضب سے ڈرایا ہے۔ ان تمام احادیث کو مختلف عنوانات کے تحت جمع کر دیا ہے۔ دوزخ کے کھٹکے میں تقریبًا ۸۰۴ احدیثوں کا ترجمہ ہے۔ قیمت مجلد عہ علاوہ محصول ڈاک۔

رسول اللہ ﷺ کے تین سو معجزات ویسے تو اس موضوع پر بہت سی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ کسی میں سو اور کسی میں ڈیڑھ سو معجزات سے زیادہ آپ کی نظر سے نہیں گزرے ہوں گے۔ اس پر یہ کہ ایک ہی کو کئی دفعہ لکھ کر اُن کی تعداد بڑھانے کی کوشش کی۔ لیکن آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ نے بڑی کاوش اور محنت سے یہ تین سو کے قریب معجزات مستند کتابوں کے مطالعہ کے بعد جمع کئے ہیں۔ ویسے تو حضور پُر نور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں معجزات ہوں گے۔ اور آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے۔ اس کو ایک الگ نمبر دیکر بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم کا معجزہ کیوں ہے؟ پھر درختوں اور پتھروں کا اپنی جگہ سے چل کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا، پانی میں برکت کا ظہور ہونا۔ شجر و حجر سے آپ کی گفتگو چھوٹے بتوں، درختوں اور بتوں نے آپ کے رسول ہونے کی گواہی دی۔ اسی طرح کے تین سو معجزات کا یہ مجموعہ ہے۔ جس کا آپ مطالعہ کریں گے جو کچھ معجزات قرآن میں ہیں۔ قرآن مجید کے،

انہیں معجزانہ اوصاف کو نہایت ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ درحقیقت وہ ایک عدیم المثال معجزہ ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ علاوہ محصول ڈاک۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر جامع اور عام فہم سوانح عمری ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب میں تقریباً سَو سے زیادہ عنوان قائم کر کے ہر ہر عنوان کے تحت ضروری واقعات لکھے گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن غزوات میں خود شرکت فرمائی ہے یا صرف صحابہؓ کو بھیجا ہے اُن کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔ اگر اس کتاب کے متعلق یہ کہا جائے کہ سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے تو شاید بے جا نہ ہو گا۔

قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک۔

مشکل کشا حضرت مولاناؒ نے تمام مصروفیتوں اور طویل علالت کے باوجود سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد قلم اٹھایا اور ایک بہت بڑا ذخیرہ عربی سے اُردو میں منتقل کر دیا۔ یعنی اوپر عربی میں دعا ہے اور نیچے اس کا عام فہم، بامحاورہ ترجمہ ہے۔ وظیفہ پڑھنے کے اوقات اور شمارہ وغیرہ کو بھی شامل کر دیا ہے۔ قیمت مجلد دو روپے چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

ماہ رمضان اس میں روزہ اور اعتکاف و شب قدر وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ کن کن چیزوں کا روزہ کی حالت میں استعمال حرام ہے۔ اور کن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کس حالت میں قضا واجب ہوتی ہے اور کس میں نہیں۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک

پہلی تقریر سیرت مولانا کی یہ وہ مشہور تقریر ہے جو آپ نے اٹاوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کی تھی۔ مولانا کی اس تقریر کو جو مقبولیت حاصل ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

دوسری تقریر سیرت مولانا کی یہ دوسری تقریر سیرت وہ ہے جو آپ نے ناگپور میں کی تھی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی تبلیغی مشکلات

اور مخالفین کے دردانگیز مظالم اور آپ کے صبر و تحمل کا دیگر انبیاء سابقین سے مقابلہ اس قدر دل چسپ اور دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض احادیث کی تشریح و توضیح قرآنی آیات کی تفسیر اور بعض تفسیری شبہات کا حل اور صدہا نکات و لطائف اور تصوف کے مسائل اس خوبی سے عام فہم اردو میں بیان کئے گئے ہیں جن کی تفصیل اس مختصر اشتہار میں ظاہر نہیں کی جاسکتی۔ قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

عرش الٰہی کا سایہ وہ دن بڑا سخت ہوگا جس دن اعمال کی پڑتال ہوگی۔ ہر شخص اس فکر میں ہوگا کہ دیکھئے میں پاس ہوتا ہوں یا فیل؟۔ مارے خوف کے کانپ رہا ہوگا۔ لیکن چند لوگ ایسے بھی ہوں گے جو بےفکری سے عرش الٰہی کے سائے میں کھڑے مسکرا رہے ہوں گے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسے کون خوش قسمت لوگ ہیں جبکہ امت محمدیہ حساب و کتاب کی وجہ سے پریشان ہے مگر یہ لوگ کھڑے ہوئے مسکرا رہے اور پیشانی پر بل تک نہیں ہے۔ اس بات کو جاننے کے لئے کہ وہ کون لوگ ہیں جو عرش الٰہی کے سایہ میں اطمینان سے کھڑے ہیں۔ وہ دنیا میں کیا عمل کرتے تھے۔ اُن میں ہم بھی ہوں گے یا نہیں؟۔ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کی تصنیف عرش الٰہی کا سایہ ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت ؏ علاوہ محصول

ہماری دُعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ اپنے خدا سے برابر دعا مانگ رہے ہیں۔ رو کر مانگتے ہیں دن کو مانگتے ہیں۔ ہر نماز کے بعد مانگتے ہیں۔ وعظ اور میلادوں کی مجلسوں میں مانگتے ہیں۔ بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر مانگتے ہیں۔ اذان کے وقت مانگتے ہیں۔ جماعت کے لئے صفیں درست کرتے ہیں اس وقت مانگتے ہیں روزہ افطار کرنے کے وقت مانگتے ہیں۔ سحری کے وقت مانگتے ہیں۔ شعبان اور رمضان کا چاند دیکھتے وقت مانگتے ہیں۔ رات کو تہجد پڑھ کر مانگتے ہیں۔ زمزم پیتے وقت مانگتے ہیں۔ ایک زمانہ گزر گیا مانگتے مانگتے۔ لیکن جو مانگتے ہیں وہ نہیں ملتا۔ مگر ہم کہتے ہیں جو مانگو گے وہی ملیگا وہ دینے کے لئے بیقرار ہیں۔ لیکن مانگنے کا طریقہ نہیں آتا۔ اس کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اس کو جان لیجئے تو پھر اپنی

اپنی مرادوں کی جھولیاں بھر لیجئے۔ اور جس وقت مانگیئے اسی وقت لیجئے۔ خوب لیجئے۔ جھولیاں بھر بھر کے لیجئے۔ اس طریقہ کو جاننے کے لئے سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کی لکھی ہوئی کتاب "ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی" ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصول

صلوٰۃ وسلام حضرت مولانا نے قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کی وہ تمام ہدایات یکجا جمع فرما دی ہیں جو درود وسلام کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ قیمت مجلد عـہ۔ علاوہ محصول

تقاریر احمد سعید حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ صدر جمعیۃ علماء ہند کی اب سے پندرہ بیس سال پہلے کی تقاریر کا مجموعہ ہے یہ انقلابی تقاریر جنہوں نے ہندوستان میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ ہندوستان کی آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے۔ اس میں ایک تقریر ہے جو آپ نے پاکستان بننے سے قبل فرمائی تھی کہ پاکستان کیسا ہوگا اور اس میں کیا ہوگا۔ اب اس کا مطالعہ کریں تو آپ کو تعجب ہوگا کہ وہاں پر ہر وہ بات ہو رہی ہے جس کی آپ نے اپنی تقریر میں پیشین گوئی کی تھی۔ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

قیمت ایک روپیہ بارہ آنے علاوہ محصول ڈاک۔

شوکت آرا بیگم یہ حضرت مولانا کا ایک مذہبی ناول ہے جو آپ نے اب سے بیس پچیس سال قبل لکھا تھا جس کا پہلا ایڈیشن خاموش تبلیغ کے نام سے شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکا تھا۔ ایک عرصہ سے یہ کتاب نایاب تھی۔ اب اس کا جدید ایڈیشن شوکت آرا بیگم کے نام سے بہترین ڈسٹ کور کے ساتھ شائع کیا گیا ہے قیمت مجلد عـگـر علاوہ محصول۔

مکمل ومدلل ہفت سورہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہے۔ پہلی بات، اس کی سورتوں کا عام فہم ترجمہ حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر سورت کے پڑھنے کا طریقہ، اس کا نقش اور سورت کا تعبیر خواب بھی اس میں درج ہے۔ سورتوں کے بعد قرآنی دعاؤں کا ذخیرہ بھی اس میں شامل ہے۔ قرآنی دعاؤں کے ساتھ حدیث کی دعاؤں کا بھی بہت بڑا ذخیرہ شامل کر دیا ہے۔ ہدیہ مجلد عـہ۱۲ علاوہ محصول ڈاک۔

تفسیر سورۂ یونس ع قیامت۔ قرآن کا کلام الٰہی ہونا۔ نیک لوگوں کو جنت کی خوشخبری۔
ہدیہ ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک

تفسیر سورۂ یوسف ع حضرت یعقوب علیہ السلام کو صبر کا کیسا اچھا بدلہ ملا۔ ایک روپیہ (للعہ)
علاوہ محصول ڈاک۔

تفسیر سورۂ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ
ہدیہ ایک روپیہ (للعہ) علاوہ محصول ڈاک۔

تفسیر سورۂ کہف و مریم جو شخص سورۂ کہف پڑھیگا اس کے لئے قیامت میں نور ہوگا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت پرستی کے خلاف وعظ۔ ہدیہ (لعہ)

تفسیر سورۂ انبیاء و حج پیغمبر ع کا مذاق اڑانے والوں کی مذمت، حق و باطل کی جنگ، حق کی
فتح۔ ہدیہ ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصول۔

تفسیر سورۂ اعراف اقوام عالم کو دعوت الی القرآن دی گئی ہے۔ ہدیہ ایک روپیہ
چار آنے (لعہ) علاوہ محصول ڈاک۔ زیر طبع۔

جدید مترجم اعمال قرآنی ویسے تو اعمال قرآنی کے بہت سے ایڈیشن ہندوستان
میں شائع ہوئے ہیں لیکن جس ترتیب کے ساتھ ہم نے
یہ جدید ایڈیشن شائع کیا ہے اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں یہ پہلا ایڈیشن
ہے اور اس کا فخر صرف دینی بکڈپو کو حاصل ہے جس نے زرکثیر خرچ کر کے اس ترتیب کو
قائم کرایا۔ اور پوری آیت کو مع حوالہ اور ترجمہ کے آپ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ لوگ کم سے کم
وقت میں اعمال قرآنی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں۔ مکمل تعویذات اور نقش حضرات
مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے آپ کو اس میں ملیں گے۔ صفحات تقریباً دو سو۔
قیمت مجلد ایک روپیہ دس آنے (عہ) علاوہ محصول ڈاک۔

اصلاح الرسوم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں ہر بات

ہر رسم کو اسلام کی کسوٹی پر کسا ہے اور جو چیز کسوٹی پر پوری نہیں اُتری تو لوگوں کو بتایا ہے یہ چیز کھوٹی ہے اور کھوٹی چیز کو کھری سمجھ کر خرید نا نادانی ہے۔ ۱۹۶ صفحات قیمت مجلد عیر علاوہ محصول

تعلیم الدین حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عام فہم تصنیف ہے جس کی تعلیم ابتدائی بچوں اور بچیوں کے لئے نہایت ضروری ہے عقائد و تصدیقات، ترک قبروں پر بدعتیں، ایمانی درجے، گناہ کے نقصانات وغیرہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ چھ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

حیات المسلمین حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جس کی تعلیم ابتدائی بچوں کے لئے خصوصیت سے ضروری ہے بڑوں کی معلومات کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ چھ آنے علاوہ محصول۔

فاطمہ کا چاند حسینؓ! قدرت کا وہ خاموش ہاتھ جس نے مصیبت کی کسوٹی پر ہمیشہ ماں اور نانا کو پرکھا اب وہ تمہاری آزمائش کو آگے بڑھے گا۔ حسین! اس نازک گھڑی میں باپ کی شان اور نانا کی نبوت میں فرق نہ آنے پائے۔ فاقہ زدہ ماں کا خون حسینؓ! تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے اس کی ہمیشہ لاج رکھنا اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ نانا اور باپ اور ان دونوں کی کنیزوں نے ہمیشہ زندگی بھر عیش کو حرام سمجھا ہے اور ہر حال میں خدا کا شکر ادا کیا ہے۔ حسینؓ میرے پاس دولت نہیں کہ دنیا کی طرح تقسیم کروں۔ میرے پیارے بچے! پھر تجھ کو وصیت کرتی ہوں کہ توحید و رسالت کے خلاف زبان کسی لفظ سے آشنا نہ ہو۔

یہ چند جملے کہنے کے بعد سیدہ فاطمہ ہمیشہ کیلئے آرام کی نیند سو گئیں لیکن حسینؓ نے میدان کربلا میں والدہ کی وصیت کا ایک ایک لفظ پورا کر دکھایا اور ہر امتحان میں پورے اُترے اور حسینؓ آج بھی زندہ ہے لیکن دشمن کا کہیں پتہ نہیں۔ "فاطمہ کے چاند" میں ملاحظہ فرمائیے جن کو حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی نائب امیر شریعت صوبہ بہار نے قلمبند کیا ہے۔ قیمت مجلد دو روپے چار آنے محصول ڈاک علیحدہ۔ ملنے کا پتہ:۔ دینی بکڈپو۔ اردو بازار دہلی ۶